انوار زہرا

سلام اللہ علیہا

سید حسن ابطحی

محمد رسول الله

ولی العصر ٹرسٹ

ولی العصر ٹرسٹ

خراسان بک سینٹر

۱۲- شیعہ آرکیڈ — بندر روڈ — کراچی ۷۴۸۰۰

فون: ۷۱۴۷۱۷

فہرست کتب

ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ

برائے ۱۰-۱۴۰۹ھ بمطابق ۹۰-۱۹۸۹ء

فارسی و عربی کتب کا ترجمہ

ح الجنۃ (چار چار کے اعداد پر مجالس محرم)
از آقائی مقدس زنجانی - ہدیہ ۵۳ روپے

انوار الخمسہ (پانچ پانچ کے اعداد پر مجالس محرم)
از آقائی مقدس زنجانی - ہدیہ ۶۵ روپے

انوار الزہرا علیہا السلام
از آقائی سید حسن ابطحی (زیر طبع)

علی فی القرآن از سید صادق حسینی شیرازی
ہدیہ ۶۵ روپے

پرواز روح از آقائی سید حسن ابطحی
ہدیہ ۳۰ روپے

رجعت یا حکومت اہل بیت رسول
از آقائی خادمی شیرازی (زیر طبع)

عزاداری از دیدگاہ مرجعیت
از علی خلخالی - ہدیہ ۳۳ روپے

تاریخچہ عزاداری حسینی
از آقائی [illegible] آستانہ (زیر طبع)

معالی السبطین (زیر طبع)

نفس المہموم از آقائی شیخ عباس قمی (زیر طبع)

ریاض القدس (زیر طبع)

مہیج الاحزان (زیر طبع)

در حالات امام زمانہ علیہ السلام

امام المہدی من المہد الی الظہور
از آقائی سید کاظم قزوینی ہدیہ ۶۵ روپے

جزیرہ خضراء از ناجی نجار
ہدیہ ۳۰ روپے

طول عمر امام زمانہ از علی اکبر مہدی پور
ہدیہ ۱۸ روپے

مصلح غیبی از آقائی سید حسن ابطحی
ہدیہ ۳۶ روپے

ملاقات با امام زمان از آقائی حسن ابطحی
(زیر طبع)

المہدی الموعود المنتظر از جعفر [illegible]
(زیر طبع)

مہدی موعود از علامہ مجلسی علیہ الرحمہ
(زیر طبع)

مہدی فی القرآن (ہدیہ ۲۳ روپے)

دعائے ندبہ و زیارت ناحیہ (زیر طبع)

صحیفۃ المہدیہ (زیر طبع)

تحفہ لطائف ابرار کامل (زیر طبع)

عالم ارواح عجیب (زیر طبع)

نایاب ہندوستانی کتب کے جدید ایڈیشن

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین
از ظفر حسن [illegible] اعلی اللہ مقامہ - ۳ جلد

السعید [illegible] فی تاریخ [illegible]
از سید ظفر حسن [illegible] اعلی اللہ مقامہ [illegible]

فرج از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی
ہدیہ ۵۳ روپے

صحیفۃ العابدین از سید اولاد حیدر [illegible]
ہدیہ ۲۵ روپے

علوم کاظمیہ از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی
ہدیہ ۱۸ روپے

تحفہ رضویہ از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی
(زیر طبع)

در مقصود از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی
(زیر طبع)

تذکرۃ المعصومین از سید علی نقی [illegible]
(زیر طبع)

فارسی عربی کتب کے ترجمے

ولایت و امام از آقائی سید حسن [illegible]
(زیر طبع)

حضرت فاطمۃ الزہراء ولادت سے شہادت
از آقائی محمد کاظم قزوینی (زیر طبع)

مہج الدعوات (زیر طبع) / العدد القویۃ از آقائی سید محمود مرعشی (زیر طبع)

مجموعہ زندگانی چہاردہ معصومین علیہم السلام از آقائی سید حسین عماد زادہ (زیر طبع)

اسرار الشہادت جلد اول و دوم از آقائے [illegible] - ریاض المعجزات جلد اول و دوم آقائے قزوینی - مقتل مکرم عبدالرزاق مقرم

اسٹاکسٹ ۹ شیر شاہ بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن - لاہور

انوارِ زہرا علیہا السلام

(منتخب)

مؤلف

آقائے سید حسن ابطحی

ترتیب و پیشکش

سید محمد مبشر عباس

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ دتہ میتہ جھنگ

نام کتاب ———— انوار زہراء سلام اللہ علیہا
نام مصنف ———— آقائے سید حسن الابطحی
مترجم ———— مولانا اثیر جاڑوی و مولانا صفدر عباس طاہری
بار اول ———— ۱۹۸۹ء بمطابق ۱۴۱۰ھ
تعداد ———— ایک ہزار
کیلی گرافر ———— جی ایچ جاوید دار الکتابت حضرت کیلیانوالہ
مطبع ————
ہدیہ ————

سٹاکسٹ

۱- ۹ رشید شاہ بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور پوسٹ بکس ۵۴۶۰۰
۲- افتخار بک ڈپو اسلام پورہ لاہور

فہرست

فضائل سادات ۹۲

انتساب

بنت زہراء اُمّ المصائب حضرت
زینبؑ کبریٰ علیہا السّلام کے
نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

انوار الزہراء سلام اللہ علیہا ادارہ ولی العصرؑ ٹرسٹ کی اٹھارہویں کتاب ہے۔

اس کتاب میں مولف جناب حجۃ الاسلام آقای حسن ابطحی نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اور اولادِ زہراءؑ کے فضائل تحریر فرمائے ہیں جو اپنی نوعیت کی ایک انوکھی کتاب ہے۔ خصوصاً ذاکرین و مقررین کے لیے ایک نادر تحفہ کہ جسے ادارہ ولی العصرؑ ٹرسٹ نے زیورِ اُردو سے آراستہ کر کے صاحبانِ ذوق کے لیے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

میری خداوندِ عالم کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکلوتی بیٹی سیدۃ النساء العالمین کے صدقہ میں میرے والدین و دیگر آباؤ اجداد کی مغفرت فرمائے۔ اور انہیں جوارِ آئمہ طاہرین علیہم السلام میں اعلیٰ مقام عنایت فرمائے۔

احقر العباد

سید محمد شبر عباس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حصّۂ اوّل

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السّلام کے حالات

جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت بروز جمعہ ۲۰ جمادی الثانی کو ہوئی۔ اہلِ بیت رسولؐ کے قول کے مطابق آپ کی ولادت بعثت کے پانچویں سال یعنی ہجرت سے ۸ سال ۸ ماہ ۱۰ دن قبل ہوئی ہے۔ آپ کی وفات ۳ جمادی الثانی سنہ ۱۱ھ بروز دوشنبہ (پیر) ہوئی اور آپ نے مغرب و عشاء کے درمیان اس دار فانی کو چھوڑا۔ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے دفن کی جگہ اختلاف میں ہے کیونکہ حضرت کی قبر مطہر کے مخفی ہونے میں بھی ایک راز پوشیدہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض روایات سے واضح ہوتا ہے کہ آئمہ اطہار علیہم السلام نے اپنے بعض خاص اصحاب سے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دفن کی جگہ بتا دی تھی۔ اللہ فرماتے تھے (فِی بیتِہا) یعنی گھر میں دفن ہوئی ہیں۔ جہاں اس وقت حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ضریح مقدس ہے وہاں حضرت فاطمہ علیہا السلام قبر مطہر کے سرہانے دفن ہیں۔ مقام دفن قبرِ رسولؐ اور منبرِ رسول

درمیان ہے۔ واضح نشانی یہ ہے کہ جب ہم حرم میں باب جبرئیل سے داخل ہوتے ہیں تو حضرت فاطمہ علیہا السلام کی قبر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضریح کے اندر دکھائی دیتی ہے۔

---

*

سچّا خواب

۳ جمادی الثانی ۱۳۲۵ شمسی کی رات تھی کہ میں نے عالم خواب میں دیکھا ایک تاریک گھر میں شمع جل رہی ہے اور وہاں فقط حضرت علی ابن ابیطالب ؑ کا چہرہ مقدس اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کا نصف جسم مطہر دکھائی دے رہا ہے جسے ایک تخت پہ لٹایا ہوا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام غسل دینے میں مصروف ہیں آپؑ نے غسل وکفن کے تمام امور دے دیئے پھر آپ نے حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی اولاد کو آواز دی کہ آؤ اور اپنی ماں کا آخری دیدار کرلو۔

آپ کی تمام اولاد اس اندھیرے میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے تابوت مطہر کے اردگرد جمع ہوگئی لیکن دکھائی نہیں دیتے تھے۔

میں یہ بات کبھی نہیں بھول سکتا کہ میں خود آہ وبکا کر رہا تھا اے پہلو شکستہ ماں۔

حضرت علی علیہ السلام نے آنحضرت کو اسی گھر کے ایک کونے میں دفن کردیا میں نے اس زمانہ میں ابھی تک مدینہ منورہ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں تھا۔ جب مجھے ۱۳۴۶ شمسی میں پہلی مرتبہ مدینہ منورہ کی زیارت کا شرف ہوا اور میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم مطہر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک قبر اسی جگہ موجود ہے کہ جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا۔

میں نے اپنے آپ سے کہا، بہتر ہے کہ کسی سے سوال کروں کہ یہ قبر مطہر حضرت فاطمہ علیہا السلام کے نام سے معروف ہے یا نہیں ہے؟ جب میں نے وہاں کے کچھ افراد سے سوال کیا، تو معلوم ہوا کہ وُہ قبر حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی ہی قبر کہی جاتی ہے۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ آخر حضرت فاطمہ زہرا علیہا السّلام کی قبر مطہر کو کیوں چھپایا گیا اس کے پوشیدہ کرنے میں کیا راز تھا۔ اور ائمہ اطہار علیہم السّلام نے آپ کی قبر کی نشاندہی کیوں نہ کرائی؟

اپنے خیال کے مطابق مختصر انداز میں حضرت خاتونِ جنت کی قبر کو مخفی رکھنے کے فلسفہ کی تشریح و توضیح یہ ہے کہ:

حضرت زہرا علیہا السّلام اپنے زمانے کے حکمرانوں سے زبردست ناراض تھیں۔ اسی لیے حضرت علی علیہ السّلام سے فرمایا کہ مجھے رات کی تاریکی میں دفن کیا جائے میں نہیں چاہتی کہ جن لوگوں نے مجھے اذیت پہنچائی ہے اور وُہ مجھ پر ظلم کرتے رہے ہیں وہ میری قبر سے مطلع ہیں۔

دوسرے ممکن تھا کہ کچھ لوگ حکومت کی شہہ پر قبر کھودنے کا بہانہ تلاش کرنے کے لیے یہ کہتے کہ ہم حضرت فاطمہؑ کی نمازِ جنازہ اور تشییعِ جنازہ فیضِ ثواب سے کیوں محروم رہ جائیں تو حضرت علی علیہ السّلام نے اس کے پیشِ نظر آپ کی قبر مطہر کو مخفی رکھا اور کسی دوسرے پر اس راز کو ظاہر نہ ہونے دیا۔

اس مقام پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السّلام نے حضرت علی علیہ السّلام کی قبر مطہر کی نشاندہی تو فرمادی تھی مگر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر مطہر کی نشاندہی کیوں نہ فرمائی اسکی وجوہات کیا ہو سکتی ہیں؟ یہاں

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ شاید اس کا فلسفہ یہ ہو کہ مسلمانوں کے نزدیک حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقرباء سے محبت کرنا، اور اجر رسالت کی ادائیگی واجب ہے۔ اگر حضرت رسول اکرمؐ کی قرابتداری میں کسی کے لیے پس و پیش کی جا سکتی ہے اور مگر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ذات اقدس ایسی ہے کہ جن کی قرابتداری سے انکار کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت زہرا علیہا السلام رسول اکرمؐ کی اکلوتی بیٹی ہیں۔ اور اولاد سے بڑھ کر کوئی نزدیکی رشتہ نہیں ہو سکتا۔ تو یہاں محبت کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد ان کی اولاد سے محبت کی جائے اور محبت کے ثبوت کے لیے رسول اکرمؐ کی بیٹی کی وفات کے بعد ان کی تشیع جنازہ کی جائے ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور ان کی قبر مطہر پہ جا کر ان کی یاد کو تازہ رکھا جائے یہ محبت کی دلیل ہے۔

تو پس ان مقدمات کی بنا پر جبکہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی قبر مطہر پوشیدہ ہے یا یہ کہ جس طرح تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہے اور شیعہ حضرات قائل بھی ہیں کہ خود دختر رسول اکرمؐ نے یہی وصیت فرمائی تھی کیونکہ سیدہ کونین سلام اللہ علیہا نہیں چاہتی تھیں کہ ان کے جنازہ میں حکومت کا کوئی آدمی شریک ہو۔ یہ بات بھی مسلم ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا معصومہ ہیں۔ اُن سے غلطی کا سرزد ہونا ممکن ہی نہیں ہے اور وہ کبھی خواہشات نفس کو بروئے کار نہیں لا سکتی ہیں۔ لہٰذا یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ لوگ ظالم ستمگر اور قابل نفرت تھے کہ حضرت معصومہؑ کے تشیع جنازہ میں شرکت کرنے کی صلاحیت و لیاقت بھی نہ رکھتے تھے اور نہ ہی بی بی اُن سے راضی تھیں۔

یا پھر ایسا ممکن ہے کہ ہم تاریخ کو جھٹلا دیں اور کتب تاریخ کی حقیقت سے انکار کرتے ہوئے اس بات کے قائل ہو جائیں کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے تشیع جنازہ میں ہر شخص شریک ہوا ہے لیکن موجودہ حکومت کے افراد رسول اکرمؐ کی بیٹی

ے محبت نہیں کرتے تھے جس کی وجہ سے اُن کے تشیع جنازہ میں شریک نہیں ہوئے اور یہ بھی نہیں سمجھ پائے کہ فاطمہ علیہا السلام کی قبر کہاں ہے۔ پس دونوں صورتوں میں وہ کبھی بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا دعویٰ نہیں کرسکتے اور نہ ہی وہ رسول کے محب ہوسکتے ہیں۔ نیز رسُول اکرمؐ کا خلیفہ وہ ہوسکتا ہے کہ جو پیغمبر اکرمؐ کے احکام پر عمل پیرا ہو اور ان کی زندگی کے بعد اُن کے فرامین پر عمل کرتا ہے۔ اور ان کے حقوق کی حفاظت کرے۔ جب جانتے ہوں کہ ائمہ اطہار علیہم السلام نے عام لوگوں سے اپنی جد بزرگوار کی قبر کو چھپائے رکھا تاکہ اس زمانے کی حکومت کو غاصب ثابت کرنے میں اخفائے مزار سیدہ معصومہ دلیل ثابت ہوسکے۔

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام بطن مادر میں

شیعہ اور سُنی حضرات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

جس رات میں معراج پر گیا تو بہشت میں جبریل میرے پاس آیا اور بہشت کے درختوں سے سیب یا ناشپاتی مجھے دی اور میں نے اسے کھایا جس سے فاطمہ علیہا السلام پیدا ہوئیں۔ پس میں جب جنت کی خوشبو سونگھنا چاہتا ہوں تو فاطمہ سلام اللہ علیہا کو گلے لگاتا ہوں اور مجھے سیب جنت کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ میری بیٹی (حوراء انسیہ) ہے اور کبھی بھی نجاست اس کے قریب نہیں آسکتی۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ولادت کے بارے یہاں تک شیعہ وسنی اتفاق رکھتے ہیں۔ لیکن اہل تشیع حضرات کے نزدیک کچھ اس سے مختلف روایات بھی موجود ہیں لیکن ہم انہیں کو مدنظر رکھتے ہوئے پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

حضرت فاطمہ زھراء سلام اللہ علیہا ظاہری و باطنی آلودگی نسواں سے پاک و پاکیزہ دنیا میں تشریف لائیں۔ دنیا کی دوسری عورتوں کے مقابلہ میں حضرت ہر قسم کی نجاست سے پاک تھیں۔ مرسل اعظمؐ اپنی لختِ جگر سے بہشت کی خوشبو سونگھا کرتے۔ حضرت فاطمہ مرسل اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ٹکڑا تھیں اس

لیے شریک اسلام تھیں۔ تمام مکاتب فکر کے مؤرخین قائل ہیں اور سنی و شیعہ کتب میں درج ہے کہ دنیا میں حضرت فاطمہ علیہا السلام اپنے پدر بزرگوار کی مکمل شبیہہ تھیں۔

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی ولادت

جب حضرت خدیجہ کبریٰ سلام اللہ علیہا نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کی تو قریش کی عورتیں اس شادی پر راضی نہ تھیں جس کی وجہ سے انہوں نے حضرت خدیجہ سے ملنا جلنا ترک کر دیا اور کسی قسم کے روابط برقرار نہیں رکھے تھے کیونکہ سب عورتیں کہا کرتی تھیں :۔ خدیجہ کبریٰ جیسی دولت مند عورت جس کی ہر ایک خواستگاری کر رہا ہو وہ ایک معمولی آدمی سے شادی کیوں کرے ؟ جب حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی ولادت کا وقت قریب آیا ۔ تو حضرت خدیجہ کبریٰ نے کافی کوشش کی کہ قریش کی عورتوں کو مدد کے لیے بلائیں لیکن انہوں نے جواب میں کہا :۔ کہ تم نے ہماری ایک بات بھی نہ سُنی تھی اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو نادار تھے اُن سے شادی کرلی تھی تو آج ہم بھی تمہاری درخواست سُننے کو تیار نہیں ہیں اور تمہارا شریک حال ہونا پسند نہیں کرتے

جب حضرت خدیجہ نے یہ جواب سُنا تو آپ بہت زیادہ رنجیدہ ہوئیں لیکن یکا یک دیکھا کہ چار خوبصورت و بلند قد پاک و پاکیزہ عورتیں کمرے میں داخل ہوئیں جن کی شکل بنی ہاشم سے ملتی جلتی تھیں ۔ ان میں سے ایک کہنے لگی :۔ اے خدیجہ ! ہم خداوند متعال کیطرف سے آئی ہیں ، ہم تمہاری

نہیں ہیں۔ میں سارہ ہوں، اور یہ آسیہ، جو تمہاری بہشت کی ساتھی ہے۔ اور وہ کلثوم جو موسیٰ بن عمران کی بہن ہے اور وہ عیسےٰ کی ماں مریم ہے۔ ہم تیری مدد کے لیے آئی ہیں۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک حضرت خدیجہ کے سامنے، دوسری پشت کی طرف، تیسری دائیں اور چوتھی بائیں طرف بیٹھ گئیں۔ اس وقت حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا پاک پاکیزہ متولد ہوئیں۔ جب آپ اس دنیا میں تشریف لائیں تو آپ کی پیشانی مقدس سے ایسا نور ساطع ہوا کہ جکی روشنی مکہ کے ہر گھر میں پہنچی۔ اس وقت دس حوریں داخل ہوئیں کہ جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں طشت اور بہشتی لوٹا تھا اور ہر لوٹا آب کوثر سے بھرا ہوا تھا۔ وہ عورت جو حضرت خدیجہ کے سرہانے بیٹھی تھی اس نے پانی لیا اور حضرت زہراء علیہا السلام کو آب کوثر سے نہلایا اور دو تولیے جو دودھ سے زیادہ سفید اور مشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار تھے باہر نکالے۔ ایک جسم اقدس پر لپیٹا اور دوسرا سر پہ باندھا اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے درخواست کی کہ کچھ ارشاد فرمائیں۔

حضرت زہراء سلام اللہ علیہا گویا ہوئیں:۔

* اشھد ان لا الہ الا اللہ و ان ابی رسول اللہ سید الانبیاء وان بعلی سید الاوصیاء و ولدی سادۃ الاسباط" میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور یہ کہ میرے پدر بزرگوار اللہ کے رسول ہیں سید الانبیاء ہیں اور یہ کہ میرے شوہر سردار اوصیاء ہیں اور میرے بچے (بیٹے) آئندہ نسل کے (پوتوں کے) سردار ہیں۔ پس اس کے بعد آپ نے ان چاروں عورتوں کو نام لے کر سلام کیا۔ وہ ہنسنے لگیں اور آپ کے اردگرد جمع ہو گئیں۔ حوروں نے ایک دوسرے کو حضرت فاطمہؑ کی ولادت کی مبارکباد دی۔ اہل آسمان نے بھی ایک دوسرے

نے ملائکہ کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان عورتوں نے حضرت خدیجہ سے کہا کہ اے خدیجہ اپنی پاک پاکیزہ لخت جگر کو لیں جسکا اقبال بلند ہے خداوند عالم اس کی نسل میں برکت عطا کرے گا چنانچہ جناب خدیجہ نے خوش ہو کر اپنی بیٹی کو لیا چھاتی سے لگایا او اپنا دودھ پلایا۔ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ایک دن میں اتنا بڑھتی تھیں جتنا عام بچے ایک ماہ میں بڑھتے ہیں۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کا بطن مادر میں گفتگو کرنا

یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ گفتگو کرنا ایک فن ہے انسان ہر چیز کے بارے گفتگو کرتے ہوئے اس کے پہلو بیان کرتا ہے۔ اس کی حقیقت کو واضح کرتا ہے اس کے صحیح مقاصد بیان کرتا ہے خلاصہ یہ کہ وہ اس مفہوم کے نکتہ کو اپنی معلومات کے مطابق واضح کرتا ہے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ وہ اس فن کو بغیر سُنے اور دیکھے کبھی حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ جس طرح خداوند متعال نے قرآن کریم میں اسکو واضح فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ خداوند عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کی تعلیم دی اور حضرت آدم کو کلام کرنے کی طاقت بھی عطا فرمائی۔ اور خداوند عالم نے حضرت یحییٰ کی ولادت کے فوراً بعد علم اور طاقت جیسی نعمت عطا فرمائی اور اسی طریقے دوسرے اولیاء کو بھی اپنی ماں کے شکم میں قدرت و علم عنایت فرمایا مگر یہ عظمت فقط اور فقط حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو حاصل ہے کہ ولادت کے وقت ہی کلام کریں۔

اس سے بھی واضح الفاظ میں کہا جا سکتا ہے جیسا کہ صحیح روایات میں وارد ہے کہ خداوند عالم نے حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کو آسمان کی بلندیوں اور زمین کی پستیوں سے بھی قبل خلق فرمایا۔ بلکہ دُختر رسُول اکرمؐ آسمان و زمین کی خلقت کی شاہد

ہیں۔ اور ہر شے کا علم رکھتی تھیں۔ اللہ کے علم کے علاوہ ہر شے کی عالمہ تھیں۔ پس اُن حضرت کے لیئے یہ بات مشکل نہیں تھی کہ وہ بطنِ مادر میں گفتگو کریں یا ولادت کے فوراً بعد کوئی کلام کریں۔

وجہ تسمیۂ فاطمہؑ

سُنی و شیعہ کُتب میں متعدد احادیث نقل ہوئی ہیں جس میں لفظ فاطمہؑ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آپ کے نام کے متعلق حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے ارشادات گرامی یہ ہیں۔

"فاطمہ کو اس لیے فاطمہ کہا گیا ہے کہ آپ اپنے دوستوں محبت کرنے والوں اور اپنی ذریت کو دوزخ سے نجات دلائیں گی۔"

نیز فاطمہ مفرد مؤنث ہے "فَطَمَ" سے اسم فاعل ہے جسکا معنی قطع کرنے والا جُدا کرنے والا اور محفوظ رکھنے والا ہے۔ پس حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا یہ عمل فقط اُن سے محبت کرنے والوں کی بخشش اور معصیت سے نجات دلانے کے لیے ہے۔ چنانچہ آپ اپنے ماننے والوں کی شفاعت فرمائیں گی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بات حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور آن کی ذریت کے جسمانی اتصال کے لیے ہو۔ نیز حضرت فاطمہؑ کا نورِ مقدس بہشت کے پھل سے ساطع ہوا ہے۔ اور ان کی ذریت کا نور خود حضرت فاطمہؑ کے نور سے ساطع ہوا ہے۔ لہٰذا بات طے ہے کہ حضرت فاطمہؑ اپنی ذریت کے وجود کا ذریعہ و وسیلہ ہیں۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام کی روح کی خلقت

اکثر روایات معتبرہ میں وارد ہوا ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی مقدس روح مرسل اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے نور کے ساتھ کائنات کی خلقت سے قبل خلق ہوئی اور اس رُوح مقدس کو حقائق و معنی و مفہوم قرآن کریم تعلیم کئے گئے۔ جس طرح پیغمبر اسلام حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو علوم اولین و آخرین سے نوازا گیا۔ یعنی قرآن کریم کے تمام علوم ان بزرگان پر واضح و آشکار کر دیئے گئے۔ اسی طرح جناب سیدہ فاطمہ زہرا ء عالم ہیں۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے اسماء گرامی

۱۔ فاطمہ
۲۔ زہراء
۳۔ صدیقہ
۴۔ مبارکہ
۵۔ مبارکہ
۵ طاہرہ
۶۔ زکیہ
۷۔ راضیہ
۸۔ مرضیہ
۹۔ محدثہ
۱۰۔ بتول
۱۱۔ انسیہ حوراء
۱۲۔ سیدۃ نساء العالمین
۱۳ حصان
۱۴۔ حرہ
۱۵ سیدہ
۱۶۔ العذراء

اس کے علاوہ بھی آپ کے نام نقل ہوئے ہیں۔

زھراؑ کا معنی کیا ہے؟

جابر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا۔ زہراء کا معنی کیا ہے؟

آپ نے جواب فرمایا۔

" خداوند عالم نے حضرت فاطمہؑ کو اپنے نور کی عظمت سے خلق فرمایا جب آپ کے نور کی ضیاء آسمانوں اور زمینوں میں پھیلی تو ملائکہ کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ اور وہ خداوند عالم کے حضور سر بسجود ہو کر کہنے لگے۔ اے پروردگار، یہ نور کیسا ہے ؟ ارشاد خداوندی ہوا۔

یہ نور میرے ہی نور کی عظمت سے پیدا ہوا ہے اس کو میں نے آسمان پر رکھا۔ جس کو میں اپنے انبیاء میں سب سے باعظمت نبیؐ کے صلب میں ودیعت فرما کر ظاہر کروں گا۔ پھر اس سے ایسے افراد پیدا کرونگا جو اہلِ زمین پر میری تمام تر مخلوقات میں افضل ہونگے اور میرے دین حق کیطرف لوگوں کی ہدایت کریں گے اور سلسلہ وحی کے ختم ہو جانے کے بعد وہی افرادِ ائمہ میرے خلیفہ اور میرے دین کے محافظ ہوں گے۔

ابو ہاشم جعفری نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے سوال کیا کہ حضرت فاطمہ کو " زہراءؑ " کیوں کہتے ہیں آنحضرتؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

"کیونکہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا چہرہ اقدس حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے لیے صبح کے وقت آفتاب کی مانند دو پہر کو روشن چاند کی مانند اور غروب کے وقت کوکب دری کی مانند چمکتا تھا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس نور سے آپ کی مراد نورِ معنوی ہے۔ جس طرح درج بالا حدیث کے مطابق حضرت امام صادق علیہ السلام خداوند عالم کے قول کو نقل فرماتے ہیں ''یہ نور میرے نور سے ہے۔ جس طرح اُسی دلیل کی رُو سے یہ کہا جاتا ہے کہ خداوند عالم نورِ مطلق ہے اور خالق نور ہے اور چونکہ مادہ میں کثافت ہوتی ہے نور لطیف ہوتا ہے پس اسی طرح حضرت زہراء سلام اللہ علیہا بھی نور ہیں کثافت تراب سے پاک و پاکیزہ ہیں۔

البتہ ممکن ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام جس طرح فرماتے ہیں۔

"خداوند عالم نے حضرت فاطمہؑ کو اپنے نورِ عظمت سے خلق فرمایا ہے"

اس سے ان کی مُراد حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی مقدس روح ہو بلکہ آپ کی طینت بھی نورانی ہے۔ اور جس جگہ خداوند کریم کے قول کو نقل فرمایا: "وہ انبیاء میں سے باعظمت نبیؐ کی صلب سے ....."

اس سے مراد حضرت فاطمہؑ کا جسم بشری ہو۔ یہ احتمال بھی پایا جاسکتا ہے کہ اس معنوی نور اور مقدس رُوح سے مُراد حضرت زہراء ہوں کہ جس نے (عالم ذر) میں ذروں سے تعلق پیدا کیا اور ان ذروں سے بہشتی پھل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلب میں داخل ہوا۔

پس اس بناء پر زہراء وہ ہیں کہ معنوی درخشندگی کا دوسرا

نام حضرت فاطمہؑ ہے یعنی جو دوسروں کے لیے حقیقی ہدایت اور نجات کا ذریعہ و وسیلہ ہیں ۔

بتول کا معنی کیا ہے؟

کتاب "النہایہ" میں ابن اثیر کہتا ہے کہ بتول کا معنی "الگ، جدا" ہوا ہے اور حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو بتول اس لیے کہا گیا ہے کہ آپ دیانت، فضیلت، حسب ونسب میں اپنے زمانے کی عورتوں میں مثال نہیں رکھتی تھیں۔ اور آپ کا مقابلہ اس زمانے کی عورتوں سے نہیں کیا جا سکتا۔ آپکی شخصیت ان سے الگ تھلگ۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ کیونکہ آپ دنیا سے لاتعلق تھیں اور آپ کے دل میں دنیا کی محبت نہ تھی آپ کی تمام تر توجہ کا مرکز خداوند عالم کی ذات تھی اس لیے آپ کو بتول کہا گیا۔ (یعنی دنیا سے الگ تھلگ ہونے والی)

کتاب "عزیتین" میں اہل سنت کے عالم دین علبیدہ ھروی لکھتے ہیں: حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام بے نظیر شخصیت کی مالکہ تھیں اور آپ کی عظمت ہر ایک سے جُدا تھی اس لیے آپ کو بتول کہا جاتا تھا۔

کتاب "معانی الاخبار" میں حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا، کہ بتول کسے کہتے ہیں؟ نیز ہم نے سُنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مریم وفاطمہ

"بتول" ہیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ بتول اس عورت کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالٰے نے حیض کی نجاست سے پاک رکھا ہو، نیز انبیاءؑ کی اولاد حیض کی نجاست سے پاک ہے (یعنی حضرت فاطمہؑ اس نجاست سے پاک تھیں)

طاہرہؑ کا معنی کیا ہے؟

حضرت باقر علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہر طرح کی نجاست سے پاک تھیں نہ کبھی سُرخ پسینہ دیکھا اور نہ کبھی نفاس دیکھا۔ اس لیے آپؑ طاہرہ کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔

محدثہ کا معنی کیا ہے؟

محدثہ اُس عورت کو کہتے ہیں کہ جسے کوئی دوسرا پس پردہ واقعات و حقائق سے آگاہ کرے۔ متعدد احادیث سے استفادہ کیا جا سکتا ہے کہ خداوند عالم کی طرف سے ملائکہ حضرت فاطمہؑ پر نازل ہوتے تھے۔ اور آپ کو آنے والے حادثات و واقعات سے مطلع کیا کرتے تھے۔ اور یہ بھی احادیث میں پایا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا وحی سے مراد دین کے خاص احکام و معارف تھے۔ اور یہ خاتم انبیاء کا خاصہ تھا۔ مرسل اسلام کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا وحی تشریعی آپ پر ختم، اسلام دین کامل ہے اور دین کے احکام و معارف میں سے کوئی شئے باقی نہیں رہ گئی کہ جو اللہ تعالےٰ نے نازل نہ فرمائی ہو کہ جس کے لیے دوسرے نبیؐ پر وحی کرنا ضروری ہو۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ مسائل و احکام و معارف دین کے علاوہ کبھی بھی وحی کا سلسلہ منقطع نہیں ہو سکتا بلکہ خداوند عالم جس زمانے میں بھی چاہئے اور جس پر چاہیے سلسلہ وحی کو برقرار کر سکتا ہے یہ اس کی قدرت کاملہ کو اختیار حاصل ہے۔ پس وحی محض انبیاء علیہم السلام کا خاصہ نہیں ہے جس طرح خداوند عالم نے موسیٰ کی ماں پر وحی نازل فرمائی اجس کا ذکر قرآن

کریم میں آیا ہے) جبکہ حضرت موسیٰ کی والدہ کا حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے مقابلہ ممکن ہی نہیں ہے۔ پس حضرت فاطمہؑ پر وحی کا نازل ہونا ممکن ہے۔

سیّدۃ نساءِ العالمین کا معنی کیا ہے؟

مفضل بن عمر کہتا ہے! میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا۔ کہ حضرت رسول اکرمؐ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ سیدۃ نساء العالمین ہیں تو کیا رسولؐ کے کلام کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے افضل اور ان کی سردار ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

"یہ مریم کی فضیلت ہے۔ وہ اپنے زمانے کی عورتوں پر افضل تھیں۔ لیکن حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا روزِ اول سے لیکر روزِ آخر تک تمام دُنیا کی عورتوں کی سردار ہیں اور اُن سے افضل ہیں۔ نیز وُہ کائنات کی تمام عورتوں سے زیادہ دانا۔ پاکدامن اور افضل ترین خاتون ہیں۔ اور کوئی عورت بھی ان کی معنوی عظمت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کا مقام

یونس بن ظبیان کہتا ہے: کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ فاطمہ کا معنی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر برائی اور شر سے دور رکھی جانے والی۔ اس کے بعد خود ارشاد فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ آپ کے عقد کے لیے حضرت علی علیہ السلام جیسی مقدس ذات کا انتخاب کیا گیا ورنہ آپ کے علاوہ اولین و آخرین میں آدمؑ سے لیکر قیامت تک جناب فاطمہؑ کا کوئی کفو اور ہمسر نہ تھا۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اولوالعزم انبیاءؑ میں بھی حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ کوئی نبی بھی حضرت کی ہمسری کی صلاحیت نہ رکھتا تھا۔

ہر انسان کی فضیلت کا نشان علم و تقویٰ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام عصمت میں مافوق تقویٰ ہیں۔ بلکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کے ہم پلہ ہیں۔ کیونکہ آیت تطہیر حضرت رسول اکرمؐ و حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہؑ کے لیے برابر نازل ہوئی ہے۔ علم و دانش میں رسول اکرمؐ امیر المومنینؑ اور ائمہ اطہارؑ کے علاوہ ان کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ حالانکہ حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام پر اُمت کی رہبری اور راہنمائی کا بوجھ نہیں تھا۔

اُمِّ ابیہا کا معنی کیا ہے؟

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی پانچ کنیت کو ذکر کیا گیا ہے۔ جن میں سے مشہور زین" ام الائمہ" "اُمّ ابیھا" ہیں۔ لیکن حضرت کو اُمّ الحسن، اُمّ الحسین اور اُمّ المحسن بھی کہا جاسکتا ہے۔

کتاب" مقاتل الطالبین" میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اُمّ ابیھا کی کنیت سے پکاری جاتی تھیں۔

اُمّ ابیھا کا معنی یہ ہے " اپنے باپ کی ماں"

ممکن ہے اس کنیت سے مراد یہ ہو کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام ہمیشہ اپنے پدر بزرگوار کی غمخوار تھیں چنانچہ ماں ہمیشہ اپنے بیٹے کی ہوا کرتی ہے۔

نیز اس طرح کہنا بھی ممکن ہے کہ ماں اپنے بیٹے کی نظروں میں محبوب ہوتی ہے اور حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام اپنے پدر بزرگوار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں تمام انسانوں سے زیادہ محبوب تھیں۔

شاید اس تشبیہ کی بہترین وجہ یہ ہو کہ جسطرح کہا جاتا ہے کہ ضروری ہے کہ اولاد کی نظروں میں ماں کا احترام زیادہ ہونا چاہیے اور ماں کے ساتھ ہمیشہ خضوع وخشوع کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔ سفر پہ جانے کے لیے سب سے آخر میں ماں سے وداع کرے

اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے ماں کی زیارت کا شرف حاصل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ماں کے قدموں میں جنت ہے۔ اسی طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خداوند عالم کی طرف سے حکم تھا کہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا احترام بجالائیں۔ سیدہؑ جب تشریف لائیں تو ان کے احترام کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے بہشت کی خوشبو سونگھتے۔ مرسل اعظمؐ جب بھی سفر کا ارادہ فرماتے تو سب سے آخر میں اپنی بیٹی سے وداع کرتے اور جب سفر سے واپس لوٹتے تو سب سے پہلے اپنی بیٹی سے ملاقات کرتے۔

محمد بن قیس کا بیان ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی زیارت کرتے ان کے گھر تشریف لے جاتے اور زیادہ دیر تک ان کے ہمراہ تشریف فرما رہتے۔

کتاب "صحیح" جلد ۲۶ میں ابی داؤد نے ثوبان سے نقل کیا ہے۔ ثوبان مرسل اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہے وہ کہتا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی سفر پر جاتے تو اپنے خاندان میں سب سے آخر میں حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ملاقات کرتے اور وداع فرماتے۔ اور ہمیشہ جب بھی سفر سے واپس لوٹتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی زیارت کرتے۔ اس قسم کی روایات شیعہ وسُنی کتب میں کثرت کے ساتھ نقل ہوئی ہیں۔

نیز اس کنیت کے لیے یہ احتمال بھی پایا جا سکتا ہے کہ ماں اولاد کی بقاء ورشد کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ ہمیشہ اولاد کے حق میں ہمدرد ہوتی ہے اور ہمیشہ اولاد کے ذکر اور اس کی فکر میں رہتی ہے اولاد کی صحت وسلامتی کی خواستگار ہوتی ہے۔ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا بھی تمام زندگی دین مبین اسلام کی بقاء کے لیے کوشاں رہیں اور دین کی بقاء رسالتؐ کی بقاء ہے اور ہمیشہ دین مقدس کی ترقی اور رشد کے

فکر مند رہیں بلکہ ہمیشہ یہی کوشش کرتی تھیں کہ دین گفتار، اعمال و کردار کی روشنی میں پروان چڑھے اور ہمیشہ اپنے اور اپنی اولاد کے کردار و اعمال و گفتار کی بلندی و ترقی میں کوشاں رہتی تھیں۔ پس یہی وجہ ہے کہ آپؑ کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ماں کے طور پر تشبیہ دی گئی ہے اور اس کنیت سے آپ کو پکارا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں اُم بمعنیٰ مرکز ہے جسطرح کہ نزول آیۂ تطہیر میں ہے کہ خداوند عالم نے ملائکہ سے تعارف کراتے ہوئے حضرت سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو مرکز عصمت قرار دیا ہے هُمْ فاطمة وابوها وبعلها وبنوها۔ پس سیدۂ عالم مرکز عصمت ہیں اور عصمت دلیل نبوت و امامت ہے جسطرح آنحضرت مرکز انبیاء ہیں اسی طرح باعتبار عصمتؑ نور سیدۂ عالم اُم ابیہا ہیں۔

حضرت فاطمہؑ کی تکلیف کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکلیف کیوں کہا گیا ہے؟

کسی کو تکلیف دینا کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ ایسا عمل انجام دینا کہ جس سے دوسرے کو نفرت ہو یا اُسے یہ عمل پسند نہ ہو یا اس عمل سے وہ غضبناک ہوتا ہو اُسے انجام دیا جائے۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی فضیلت کے باب میں سُنی و شیعہ حضرات نے کثرت کے ساتھ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث نقل کی ہیں۔

حضرتؐ نے فرمایا:۔

"فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی"

(صحیح بخاری کتاب نکاح)

سینکڑوں کے حساب سے مختلف متن کے ساتھ صحیح بخاری میں احادیث درج ہیں لیکن انہیں اس وقت پیش نہیں کیا جاسکتا۔

کتاب "بحار الانوار جلد ۴۳" کتاب "فضائل الخمسہ من الصحاح الستہ" کتاب "الغدیر" میں اس حدیث کو نقل کیا گیا ہے جسے اختصار کے ساتھ یہاں پیش کیا جاتا ہے

یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی تکلیف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکلیف کیوں ہے اس کی وجہ واضح ہے۔ نیز حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا فقط اپنے والدگرامی کے جگر کا ٹکڑا ہی نہیں بلکہ فاطمہؑ معصومہ ہے۔ پاک ہے۔ خدا کی طرف سے محبت ہے، خداوند عالم کی محبوب مخلوق ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ فاطمہؑ اپنے پدر بزرگوار کے جسم کا حصہ ہیں۔ تو پس کسی مبالغہ کے بغیر یہ مسلم حقیقت ہے کہ فاطمہ علیہا السلام کی تکلیف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکلیف ہے۔ پس جو پیغمبر اسلامؐ کو تکلیف دے گا اس نے خداوند عالم کو تکلیف دی ہے کیونکہ آنحضورؐ خداوند عالم کیطرف سے کائنات میں نمائندہ ہے اور الٰہی فرستادہ ہیں۔ بلکہ ان تمام باتوں سے قطع نظر پیغمبر اسلامؐ کائنات کی ہر شے سے زیادہ خداوند عالم کے محبوب ہیں۔

پس ان کی تکلیف اللہ کی تکلیف ہے خداوند عالم قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے کہ جو خدا اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں خدا کی لعنت ہے۔ اور خداوند عالم نے ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں سخت ترین عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(سورہ احزاب آیت ۵۴)

حضرت فاطمہؑ کا غضبناک ہونا پیغمبر اسلامؐ کا غضبناک ہونا ہے؟

سُنّی و شیعہ کُتب میں نقل ہوا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :۔

" فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے فاطمہؑ کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا"

(صحیح بخاری کتاب ابتداء خلقت باب فضائل نزدیکان پیغمبر اسلامؐ)

اس قسم کی سینکڑوں احادیث پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوئی ہیں اور علماء و محدثین کے نزدیک ان احادیث میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے لیکن قابل توجہ امر یہ ہے کہ آخر فاطمہ زہراء کا غضب پیغمبر اسلامؐ کا غضب کیوں ہے؟ اس کا فلسفہ دو چیزوں میں مضمر ہے۔

(اوّل) کیونکہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا آلودگی و معصیت سے پاک و منزہ ہیں اور غلطی و خطاء سے بھی محفوظ ہیں۔ اور مرضی خدا وند عالم کے بغیر کوئی عمل انجام نہیں دیتیں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہی صفات کے مالک ہیں۔

پس جہاں حضرت فاطمہؑ غضبناک ہونگی وہاں مرسل اعظمؐ بھی غضبناک ہونگے اور جب تک کسی کام پر یا کسی شخص پر خداوند عالم غضبناک نہیں ہوگا اس وقت تک حضرت فاطمہؑ یا پیغمبر اسلامؐ غضبناک نہیں ہوسکتے۔ پس یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا غضب اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غضب اور خداوند متعال کا غضب مساوی حیثیت رکھتا ہے۔

(دوم) کیونکہ حضرت فاطمہ زہراؑ خداوند عالم کے نزدیک محبوب ہیں، اولیاء خدا اور حجت خدا ہیں۔ اور اگر اُسے کوئی ناراض کرے جس سے وہ غضبناک ہوجائیں تو یہ بات ایک مسلّم ہے کہ اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غضبناک کیا ہے۔

کتاب " مستدرک صحیحین جلد ۳ " میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

" اے فاطمہ، خداوند عالم تیرے غضبناک ہونے کے ساتھ غضبناک ہوتا ہے، اور تیری خوشنودی کے ساتھ خوشنود ہوتا ہے "۔

کتاب " الامامۃ والسیاسہ صفحہ ۱۴ " میں ابن قتیبہ نقل کرتا ہے،

" فاطمہ علیہا السلام نے ابوبکر و عمر سے فرمایا کہ تم تیار ہو کہ تمہیں وہ حدیث سناؤں جو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنی ہے کیا اُسے پہچان لوگے اور کیا اس پر عمل کروگے یا نہیں ؟ کہنے لگے جی ہاں۔

آپ نے فرمایا : میں تمہیں خدا کی قسم دیتی ہوں کہ کیا تم نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا کہ آپ نے فرمایا " فاطمہ کی خوشنودی میری خوشنودی ہے، اور فاطمہؑ کا غضب میرا غضب ہے، جو فاطمہؑ کو دوست رکھے گا اس نے مجھے

دوست رکھا اور جو فاطمہ کو خوش کرے گا گویا اس نے مجھے خوش کیا ہے اور جس نے فاطمہ کو ناراض کیا گویا اس نے مجھے ناراض کیا ہے"

دونوں کہنے لگے: جی ہاں ہم نے اُن سے یہی سُنا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میں خُدا و ملائکہ کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے غضبناک کیا ہے اور تم نے مجھے کبھی راضی نہیں کیا۔ میں جب بھی رسول اکرمؐ سے ملاقات کرونگی تو ضرور تم دونوں کی اُن سے شکایت کرونگی۔

ابوبکرؓ نے سُن کر رونا شروع کر دیا اور نزدیک تھا کہ ان پر موت طاری ہو جائے اور کہنے لگے:

میں خدا کی بارگاہ میں تمہارے غضب اور رسول اکرمؐ کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ لیکن حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے فرمایا۔ کہ میں ہر نماز میں تمہارے حق میں نفرین کرونگی"۔

حضرت رسول اکرمؐ کی فاطمہ زہراؑ سے محبت خوشنودی الٰہی کے لیے تھی۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ پیغمبرؐ خواہشات نفسانی سے پاک تھے خداوند عالم کی رضا کے علاوہ کوئی عمل انجام نہیں دیتے تھے۔ ان کی رضا خدا کی رضا تھی۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا آپؐ کی بیٹی تھیں لیکن کبھی بھی بیٹی ہونے کے ناطے سے محبت نہ کرتے تھے بلکہ جب بھی محبت کرتے تو فقط اور فقط خوشنودی خداوند عالم پیش نظر ہوتی۔ بلکہ قرآن مقدس کے مطابق اگر ان کی اولاد بھی اسلام سے منحرف ہوتی تو آپؐ اُسے بھی اچھا نہ سمجھتے کبھی اُن سے محبت نہ کرتے بلکہ اُسے بھی دوسرے دشمنوں کی طرح دشمن سمجھتے۔ کیونکہ خداوند عالم کا حکم یہی ہے:

"جو لوگ خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور اسکے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ کیوں نہ ہوں"۔ (سورہ مجادلہ آیت ۲۲)

پس اس بنا پر یہ احتمال بھی نہیں پایا جاتا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے فقط بیٹی ہونے کی وجہ سے محبت کریں اور رشتہ کی بنا پر انہیں دوست رکھتے ہیں ایسا کبھی بھی ممکن نہیں ہے بلکہ یہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ

علیہا کے معنوی فضائل و مکارم اخلاق اور الٰہی طاقت کا سرچشمہ ہے کہ رسولِ اعظمؐ اُن سے محبت کرتے ہیں۔ اہلِ سنّت کی کتابوں میں ایسی احادیث کثرت سے موجود ہیں جن سے حضرت رسولِ اکرمؐ کی فاطمۂ زہراء سے محبت ثابت ہوتی ہے کہ رسولِ اسلامؐ رضائے الٰہی اور خوشنودیٔ خداوندِ عالم کے لیے فاطمہؑ سے محبت کرتے تھے مثلاً

"فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے"

اور یہ کہ رسولِ اعظمؐ اپنی دختر حضرت فاطمۂ زہراء کے ہاتھ کو بوسہ دیا کرتے تھے اور ان کے احترام کے لیے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ اور جب بھی مدینہ سے سفر پر روانہ ہوتے تو سب سے آخر میں فاطمہ زہراء سے وداع ہوتے۔ اور جب بھی سفر سے واپس لوٹتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ زہراء سے ملاقات کرتے۔

مثلاً یہ فرمانا کہ جس نے فاطمہؑ کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔

جس نے فاطمہ کو خوش کیا اُس نے مجھے خوش کیا۔

جس نے فاطمہ کو غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا۔

اس قسم کے الفاظ اہلِ سنّت کی کتبِ صحاح میں کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔

اور یہ تمام تر دلائل فقط اور فقط رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام سے محبت کے ثبوت کے لیے کافی ہیں۔

باپ کا بیٹی پر قربان ہونا

کتاب "امالی" میں شیخ صدوق علیہ الرحمۃ محمد بن قیس سے نقل فرماتے کہ:۔
"پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا اصول یہ تھا کہ وہ جب بھی سفر سے گھر لوٹتے تو سب سے پہلے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے ملاقات کرتے اور کافی دیر تک ان کے ہاں قیام فرماتے۔ لیکن ایک مرتبہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنے والد گرامی کی تشریف آوری کے لیے اور اپنے شوہر نامدار کے خیر مقدم کے طور پر ایک جوڑا چاندی کا خلخال، ایک گلو بند، ایک جوڑا گوشوارے اور ایک کمرے کا پردہ تیار کیا۔ اور کان بزرگان کی خوشنودی کے لیے استقبال کرتے ہوئے پیش کیے۔ جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کے گھر تشریف لائے تو تمام صحابی دروازے پر منتظر کھڑے ہو گئے۔ یکایک دیکھا کہ مرسل اسلامؐ فوراً گھر سے باہر تشریف لائے اور منبر کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا سمجھ گئیں کہ پیغمبر اسلامؐ کی ناراحتی اور پریشانی کی وجہ فقط میرے گھر میں تغیر و تبدل کا پایا جانا ہے یعنی: میرے گھر میں چاندی کے خلخال، گلو بند، گوشوارے اور پردہ رکھنا پیغمبر اسلام کو پسند نہیں آیا۔ لہذا زہراء علیہا السلام نے فوراً اس پردے کو اتارا، زمین پہ بچھایا اور اس میں چاندی کے خلخال، گلو بند اور گوشوارے لپیٹے اور ایک آدمی

کے سپرد کئے اور فرمایا کہ میرے والد گرامی کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرو اور یہ چیزیں ان کی خدمت میں پیش کرو اور کہو۔ آپکی بیٹی کہتی ہے کہ ان چیزوں کو خدا کی راہ میں تقسیم کر دیں۔

جب حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کا قاصد مرسل اعظمؐ کے حضور آیا اور وہ چیزیں پیغمبرؐ کو پیش کیں تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا:۔ انجام دے دیا۔ انجام دے دیا یعنی جو کچھ میں چاہتا تھا فاطمہ نے انجام دے دیا۔ اے فاطمہ تمہارا باپ تم پر قربان ہو، اے فاطمہ تم پر تمہارا باپ قربان۔ اے زہراء تمہارا بابا تم پر قربان ہو۔ یہ دنیا محمدؐ و آل محمدؐ کے لیے نہیں ہے۔ اور اگر دُنیا کی عظمت و قدر و منزلت مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو خداوند عالم کبھی بھی اس دنیا کا ایک قطرہ کافر کو نہ دیتا۔ یعنی اس دُنیا میں سے ایک قطرہ کافر کو نہ دیتا۔ یعنی اس دُنیا میں سے ایک قطرہ بھی کافر و مشرک کا مقدر نہ ہوتا۔ پس پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد کھڑے ہوئے اور حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے۔

سادات کے لیے دوزخ کا وسیلۂ نجات

سنی و شیعہ حضرات کے نزدیک یہ حدیث مشہور و معروف ہے جسے کتاب "مستدرک صحیحین" جلد ۳، صفحہ ۱۵۲ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے آپ نے فرمایا:

"حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاک و پاکیزہ ہونے کی وجہ سے خداوند عالم نے اس کی اولاد پر دوزخ کی آگ کو حرام قرار دیا ہے"

یہ حدیث صدر اسلام سے مشہور و معروف ہے۔ اور تمام اصحاب و آئمہ اطہار علیہم السلام کے نزدیک اسقدر ثقہ حدیث تھی کہ ہر صحابی ہمیشہ ائمہ اطہار علیہم السلام سے ہی اس کے معنی و مفہوم کو سمجھنے کے لیے سوال کیا کرتا تھا۔ کتاب "امالی" شیخ صدوق علیہ الرحمۃ میں محمد بن مروان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض گزار ہوتا ہے۔ کہ

"کیا یہ حقیقت ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

حرم اللہ ذریتھا علی النار" ؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا، جی ہاں یہ حقیقت ہے"

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ اس حدیث میں اولاد فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا

ہرا۔ فرد شامل ہوتا ہے اور ان کی اولاد میں سے کوئی شخص بھی دوزخ کی آ
نہیں جلایا جائے گا بلکہ اسی بی بی کے صدقہ میں وہ آتشِ جہنم سے نجات پائے گا۔

اس سے بھی زیادہ واشگاف الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ معصومین علیہم السلام کا مقام و منزلت بہت ہی بلند ہے کیونکہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پاک و پاکیزہ ہیں جس کی وجہ سے دوزخ کی آگ سے محفوظ ہیں۔ صاحبان تقوای کبھی دوزخ نہیں جائیں گے کیونکہ ان کا تقوی و ایمان انکی نجات کا ضامن ہے۔

پس یہاں میں یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ یہ روایت ان افراد کے لئے ہے کہ جو دوزخ کے مستحق ہیں تو انہیں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی وجہ سے دوزخ سے نجات ملے گی اگر حضرت فاطمہؑ ان کی شفاعت نہ کرتیں تو یقیناً وہ لوگ دوزخ جاتے۔

کتاب ”آیات الاحکام“ میں قطب راوندی نے حسن بن راشد سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے۔

میں نے زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کا نام امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے لیا اور اس کی مذمت کی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ ایسا کام مت کرو۔ خدا میرے چچا زید پر اپنی رحمت نازل کرے۔ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں اس طاغوت یعنی ہشام بن عبدالملک مروان کے خلاف بغاوت کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں نے اسے کہا۔ ایسا کام مت کرنا۔ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ ایسا کرنے پہ وہ کوفہ کے دروازے کے عقب پھانسی پر لٹکا دے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا کوئی بیٹا ایسا نہیں ہے کہ جو اپنے زمانے کے سلطان و حاکم کے خلاف بغاوت کرے اور تختہ دار پہ نہ لٹکایا جائے؟

اس کے بعد فرمایا۔ لیکن اے حسن بن راشد اچھی طرح سے سمجھ لے کہ

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا دامن ہر آلودگی سے پاک و پاکیزہ ہے لہٰذا اُن کی اولاد پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ کیونکہ ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے "وہ گروہ جن کے ورثہ میں کتاب نازل ہوئی ہے ہم نے اپنے بندوں میں ان کا انتخاب کر لیا ہے (وہ تین گروہ ہیں) ان میں سے ایک گروہ اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔ کچھ میانہ روی سے کام لیتے ہیں اور ایک گروہ ایسا ہے کہ جو تمام صفات و کمالات میں برتری و عظمت رکھتا ہے۔"

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ لوگ جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ذریت ہیں کہ جو اپنے زمانے کے امام کو نہیں پہچانتے، میانہ روی کرنے والا وہ گروہ ہے کہ جو لوگ اپنے امام کی پہچان رکھتے ہیں۔ وہ گروہ جو تمام صفات و کمالات پر سبقت رکھتے ہیں وہ ائمہ اطہار علیہم السلام جو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد ہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا! اے حسن، ہمارا خاندان ایسا ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں کہ جو مرنے سے قبل ہماری فضیلت و عظمت اور مقام و منصب کا اقرار نہ کرے۔

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق (ع) نے زید بن علی ابن الحسین علیہ السلام کو ہشام کے خلاف بغاوت کرنے سے منع فرمایا لیکن اس نے امام علیہ السلام کے حکم کو تسلیم نہیں کیا۔ لیکن اسکے باوجود اس وجہ سے دوزخ کی آگ سے محفوظ ہے کہ اول حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی طہارت و عصمت کی وجہ سے۔ دوم اس لیے کہ مرنے سے قبل تمام حقائق کا اقرار کرے گا۔ یعنی اگر وہ امام شناس نہ ہو تو اس کا اعتراف ضرور کرے گا۔ حضرت امام جعفر

صادق علیہ السلام نے حسن بن راشد کو زید کی مذمت کرنے سے منع فرمایا۔

اس کے علاوہ بھی سنی و شیعہ کتب میں کئی روایات انہی مطالب کی نشاندہی کرتی ہیں، حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی ذریت آپ کی پاکیزگی و عصمت کی وجہ سے دوزخ کی آگ سے محفوظ ہے۔ لیکن اسی باب میں معصومین علیہم السلام سے دو روایات نقل ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت زید بن موسیٰ بن جعفر کے بارے ہے کہ جس میں امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے اس کی جان اور خون کی حفاظت کے لیے توضیح فرمائی کہ تاکہ اس حدیث سے غلط فائدہ نہ اٹھایا جائے بلکہ تقیہ کے طور پر حضرت امام مجتبیٰ و حضرت سید الشہداء علیہم السلام کی طرف نسبت دی ہے۔

اصل حدیث یہ ہے:

کتاب "معانی الاخبار" میں حسن بن موسیٰ وشاء بغدادی سے نقل ہے کہ وہ کہتا ہے۔ "میں علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے ساتھ خراسان میں زندگی بسر کر رہا تھا ایک دن زید بن موسیٰ بن جعفرؑ آپ کے پاس بیٹھا تھا اور اس محفل میں ایک طرف کچھ لوگوں سے محو گفتگو تھا اور متواتر اپنی فضیلت بیان کر رہا تھا اور اپنی نسبت حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے ثابت کر رہا تھا۔ اور کبھی یہ بھی کہتا تھا کہ ہم جو کچھ بھی کرتے رہیں خداوند عالم ہمیں بخش دے گا۔ اس وقت حضرت امام علی بن موسیٰ علیہ السلام کچھ دوسرے لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے جب آپ نے زید کی اس گفتگو کو سنا تو اپنا رُخ انور اس کی طرف پھیرا اور فرمایا:

زید: تمہیں اس قسم کی باتوں نے مغرور کر دیا ہے کہ تو جو کہہ رہا ہے کیونکہ فاطمہ علیہا السلام پاکدامن ہیں۔ ان کی اولاد دوزخ نہیں جائے گی۔ خدا کی قسم ایسی فضیلت تمہارے لیے نہیں ہے بلکہ یہ فضیلت تو امام حسن و امام حسین علیہم السلام کے لیے ہے

جواُن کے بلا فصل فرزند ہیں۔ یہ کیسے (ہو سکتا) ہے (کہ) موسےٰ بن جعفر علیہم السلام خدا کی اطاعت کرے اور ہمیشہ دن کو روزہ رکھے اور ساری ساری رات نماز میں گزارے لیکن تم خدا کی معصیت کرتے رہو۔ اور جب قیامت کے دن ہم دونوں آئیں تو ہمارا مقام ایک ہو ہے اس بنا پر تو خداوند عالم کے نزدیک موسےٰ بن جعفر علیہم السلام کی نسبت زیادہ عزیز ہے۔

حضرت علی بن الحسین امام سجاد علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں :۔ نیکی کرنے والے اجر دو برابر ہے اور معصیت کرنے والے کا گناہ بھی دو برابر ہے۔

(معانی الاخبار صفحہ ۱۰۵ حدیث ۱)

کتاب "عیون اخبار الرضا" میں یاسر سے نقل ہوا ہے :۔

"حضرت علی بن موسےٰ الرضا علیہ السلام کے بھائی زید بن موسیٰ نے مامون عباسی کی حکومت کے خلاف بغاوت کر رکھی تھی۔ اور مدینہ میں گھروں کو آگ لگا دی اور کچھ لوگوں کو قتل کر چکا تھا۔ جس کی وجہ سے اُسے (زید النار) کہتے تھے۔ جب اُسے گرفتار کیا گیا اور خراسان میں مامون کے پاس لایا گیا۔ مامون نے حکم دیا کہ اُسے حضرت امام موسےٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں پیش کریں۔

یاسر کہتا ہے : جب اُسے حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تو جب حضرت ؑ کی نگاہ اپنے بھائی پر پڑی فرمایا : اے زید تجھے کوفہ کے پست لوگوں کی گفتگو نے مغرور کر دیا ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں چونکہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا دامن پاک ہے لہٰذا اس کی اولاد پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ یہ فرمان امام حسن و امام حسین علیہم السلام کے لیے مخصوص ہے۔ کیا تم یہ سوچتے ہو کہ خدا کی معصیت کرتے رہو گے اور اس کے باوجود بہشت چلے جاؤ گے۔ کیا تم اللہ کی بارگاہ میں موسیٰ بن

جعفر علیہم السلام سے بھی زیادہ محترم و مکرم ہو؟ خدا کی قسم خداوند عالم کا اجر کوئی بھی حاصل نہیں کر سکتا مگر یہ کہ اس کی اطاعت بجا لائے۔ کیا تم یہ فکر کرتے ہو کہ معصیت کر کے اس اجر کو حاصل کر لو گے؟

زید نے جواب دیا: میں تمہارا بھائی اور تمہارے والد کا بیٹا ہوں۔

حضرت علی بن موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم اس وقت تک میرے بھائی ہو جب تک خداوند کریم کی بندگی کا حق ادا کرتے رہو گے۔

یہ دونوں روایات درحقیقت ایک ہی حدیث ہیں۔ اگر آپ ہماری گزشتہ گفتگو پر توجہ فرمائیں تو یہ بات واضح ہے۔ کہ حضرت امام علی بن موسےٰ الرضا علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ زید اس حدیث سے غلط مطلب اخذ کرے یا ناجائز فائدہ حاصل کرے اور یہ سوچتا ہے کہ جو کچھ بھی کرے گا اور جیسا عمل بھی انجام دے گا تو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی اولاد سے بخشا جائے گا۔ امام علیہ السلام اس کے دماغ سے یہ بات نکالنا چاہتے تھے۔ لہٰذا آپ نے گفتگو مصلحت وقت کی خاطر فرمائی کتاب (معانی الاخبار) میں حماد بن عثمان سے نقل ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ: "میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فاطمہ کا دامن پاک ہے پس اس کی اولاد پر دوزخ کی آگ حرام ہے حضورؐ کے اس کلام سے مراد کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: آپ کی مراد یہ ہے کہ بلا فصل اولاد فاطمہ پر دوزخ کی آگ حرام ہے (حسنؑ حسینؑ۔ زینبؑ، ام کلثومؑ) (معانی الاخبار صفحہ ۱۰۶ حدیث ۲۔)

یہ بات مسلم ہے کہ اس حدیث سے بھی مراد وہی علت ہے کہ اگر کوئی سید اسے سن لے اور کہیں وہ اس سے سوء استفادہ نہ کرے یا یہ کہ جس وقت یہ سوال

کیا گیا ہے شاید اس وقت کوئی ایسا شخص موجود تھا جو اس سے غلط مطلب لے سکتا تھا للذا امام نے اس طرح ارشاد فرمایا۔ اس کے علاوہ درج بالا حدیث سند کے اعتبار سے بھی ضعیف ہے انشاء اللہ اسی کتاب میں آگے چل کر اپنے اس دعویٰ کی دلیل کے طور پر سیر حاصل بحث کی جائے گی۔

حضرت زہراء علیہا السلام کی تاریخ ازدواج

حضرت فاطمہ علیہا السلام اور حضرت علی علیہ السلام کی شادی یکم ذوالحجہ ۲ھ میں ہوئی ہے۔ اور کتاب "اقبال" میں شیخ مفید علیہ الرحمۃ سے نقل ہوا ہے کہ فرمایا : پنجشنبہ ۲۱ محرم ۳ھ کی رات حضرت علی علیہ السلام کی دختر رسول حضرت فاطمہ زہراء سلام علیہا سے شادی ہوئی۔ لہٰذا مستحب ہے کہ ۲۱ محرم کو روزہ رکھا جائے کیونکہ خداوند عالم نے اپنے لطف و کرم سے حجت خدا حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ایک عظیم نعمت سے نوازا ہے۔ شاید یہ کہا جائے کہ محرم ایام عزا کا مہینہ ہے تو حضرت علی علیہ السلام نے ایام عزا میں کیوں شادی کی ہے جواب دیا جا سکتا ہے جب حضرت علی علیہ السلام کی شادی ہوئی ہے اس زمانے میں محرم کو ایام عزا نہیں کہا جاتا تھا کیونکہ ایام غم سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی وجہ سے قرار دیا گیا اور یہ شادی ۳ھ میں واقع ہوئی ہے۔

حضرت فاطمہ زہراءؑ کی اولاد کی کثرت و برکت مرسلِ اعظمؐ کی دعا کا ثمر ہے

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اموی و عباسی حکمرانوں نے حضرت علیؑ و فاطمہ زہراءؑ کی اولاد کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی انتھک کوششیں کیں لیکن ان کی یہ کوششیں بار آور ثابت نہ ہو سکیں کیونکہ آج بھی دنیا کا کوئی ایسا کونہ نہیں ہے کہ جہاں مسلمان آباد ہوں مگر اولاد علیؑ و فاطمہؑ نہ ہو۔ اور یہ بعید نہیں ہے کہ اس کی علت مرسلِ اعظمؐ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ہو۔ اس حقیقت کو شیخ مفید علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "امالی" میں درج فرماتے ہیں:۔

"حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا: کیسے آنا ہوا؟ تمہاری حاجت کیا ہے؟ میں عرض گزار ہوا: میں آپ کا چچازاد بھائی ہوں، سب سے پہلے اسلام کی قبولیت کا اعلان کرنے والا ہوں، ہمیشہ اسلام پر جان قربان کرنے والا ہوں، خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا ہوں۔

رسولِ اکرمؐ نے فرمایا: سچ ہے، جو کچھ کہہ رہے ہو سچ ہے۔ یا علیؑ، تم اس سے

کہیں زیادہ بہتر ہو جو تم کہہ رہے ہو۔

میں نے کہا:۔ یا رسول اللہ میری شادی فاطمہؑ سے کر دو۔

فرمایا:۔ تم سے قبل بھی کچھ لوگوں نے خواستگاری کی درخواست کی ہے لیکن میری بیٹی نے قبول نہیں کیا جب تک میں نہ آؤں آپ یہاں ٹھہریں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی فاطمہ کے کمرہ میں تشریف لے گئے۔ فاطمہؑ اپنے باپ کے احترام میں کھڑی ہوگئیں۔ آپ کی عبا اپنے ہاتھوں میں پکڑی اور آپ کی نعلین مبارک کو اپنے ہاتھوں سے اتارا۔ وضو کے لیے پانی لے آئیں اور آپ کے ہاتھوں پر پانی خود ڈالا اور آپ کے پاؤں دھوئے اور بیٹھ گئیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ اے میری لخت جگر!

فاطمہ عرض گزار ہوئیں! جی ہاں! بابا کیا ارشاد ہے۔

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ علیؑ کو جانتی ہو کہ وہ مجھ سے قریب ترین وہ ہیں کہ جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کی قبولیت کا اعلان کیا ہے اور میں نے بھی خدا سے یہی طلب کیا تھا کہ خدا تمہارا ایسا ہمسر پیدا کرے جو تمام مخلوق میں بہترین اور محبوب ترین ہو۔ تو اسی علیؑ نے تمہاری خواستگاری کی ہے تمہاری رائے کیا ہے؟

فاطمہ زہراؑ نے اپنے سر کو جھکا دیا اور خاموش ہوگئیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ فاطمہ کی خاموشی اقرار کی علامت ہے۔

اس وقت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا:۔ اے محمدؐ! فاطمہ اور علی کی شادی کر دو۔ کیونکہ خدا اس پر راضی ہے فاطمہ علیؑ کے لیے ہے اور علیؑ فاطمہؑ کے لیے ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا! پس اسکے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے میرا اور فاطمہؑ کا نکاح پڑھا۔ اور میرے قریب آئے میرا ہاتھ اور فرمایا: خدا کا نام لے کر اٹھو اور کہو "عَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ وَ مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ"

پس اس کے بعد مجھے ہمراہ لیا اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کے نزدیک بٹھا دیا۔ دعا کے لیے ہاتھوں کو بلند کر کے فرمایا! اے خداوندا تیری تمام مخلوق میں یہ دونوں میرے نزدیک زیادہ محبوب ہیں۔ یا اللہ انہیں دوست رکھنا اے میرے پروردگار! ان کی اولاد میں برکت کا نزول فرمانا۔ خالق ذوالجلال خود ہی ان کی حفاظت فرمانا۔ میں انہیں اور ان کی اولاد کو شیطان کے شر سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

اس حدیث سے اور سورہ کوثر کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ علیؑ و فاطمہؑ کی اولاد میں برکت رضائے الٰہی اور چاہت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نتیجہ ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کے تمام دشمن خصوصاً بنی امیہ مقطوع النسل ہے "اے پیغمبر تیرے دشمن مقطوع النسل ہیں" سورہ کوثر کی آخری آیت اسی معنی پر دلالت کرتی ہے۔

فاطمہ زہراؑ کے کپڑے قیمتی کیوں نہیں ہوا کرتے تھے؟

فاطمہ زہراؑ اچھی غذا کیوں نہیں کھاتی تھیں؟

ایک دن کسی میرے دوست نے سوال کیا: خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے "اے پیغمبر کہو!! کس نے زیب و زینت اور اچھی خوراک تم پر حرام کی ہے جبکہ تمہارے خدا نے اپنے بندوں کے لیے ان نعمات کو زمین سے پیدا کیا ہے؟" دوسری جگہ خدا ارشاد فرماتا ہے کہ "اچھی اور بہتر غذا کھاؤ" لیکن کیا وجہ ہے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ علیہا السلام قیمتی اور اچھا لباس زیب تن نہیں فرماتے تھے اور حضرت زہراؑ کے پاس زیور بھی نہ تھے۔ بلکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت فاطمہ علیہا السلام کے پاس ایک گلوبند دیکھا تو ناراض ہو گئے۔ اُن کے پاس قیمتی قالین نہ تھا ان کی پوری زندگی متوسط طریقہ سے گزری ہے بلکہ اچھی خوراک بھی نہیں کھاتے تھے آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

میں نے جواب دیا:

یہ آیات اور احادیث جو آپ نے نقل کی ہیں ان کی حقیقت مسلم ہے جس سے انکار کرنا ناممکن ہے۔ لیکن اچھی خوراک اس وقت کھا سکتے ہیں جب تمہارے اس پاس کوئی بھوکا نہ ہو، زیور و قیمتی لباس اس وقت تک استعمال کیے جا سکتے ہیں جب ہمارے سامنے فقیر و محتاج نہ ہو۔ لیکن یہ بات کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص رنگین دسترخوان پہ اچھی سے اچھی غذا کھائے جبکہ یہ جانتا ہو کہ اس کا ہمسایہ رات کو بھوکا سویا ہوا ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک عورت قیمتی کپڑے پہنے اور گلو بند و قیمتی زیور زیب تن کرے جبکہ یہ جانتی ہو کہ اُس کی ایک مسلمان بہن فقیر و محتاج ہے؟

ایک مسلمان کے لیے ایسا کرنا ہرگز ممکن نہیں ہے چہ جائیکہ حضرت فاطمہ زہراؑ سلام اللہ علیہا ایسا کریں جو عالم امکان کا قلب ہے۔ کیونکہ اُن کے سامنے ایسے مسلمان فقیر و محتاج اور بھوکے موجود تھے جو ان کی طرح بہتر زندگی بسر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ لہٰذا ان بزرگان کے لیے اسلام کے حکم کی پابندی اور اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہنا ضروری تھا۔ اس لیے خود تو روزہ پانی سے افطار کرتے اور اپنی روٹی فقیر کو دے دیتے یہ ایثار و قربانی کا عظیم جذبہ تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کا کام لوگوں کی افکار کو بلند کرنا اور ان کی رہبری کرنا تھا۔ وہ لوگوں کے مربّی تھے۔ وہ خود عملی ثبوت پیش کر کے ہی لوگوں کو اصلاح نفس کی دعوت دے سکتے تھے۔ یہ بات کیسے ممکن تھی کہ وُہ خود تو دنیاوی زیب و زینت کریں جو خواہشاتِ نفسانی کا ایک حصہ ہے اور لوگوں کو اس سے منع کریں ایسا ممکن نہ تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ دنیاوی زیب و زینت، دنیاوی لذات، مزین غذائیں استعمال کرنا سرکش لوگوں کا شیوہ ہے۔ اور انہی ظالموں کی ستم ظریفی ہے کہ آج

اسلامی معاشرہ اقتصادی مشکلات کا شکار ہے۔ کیونکہ جب لوگ عیاشی میں مبتلا ہو جائیں تو معاشرہ ترقی کی منازل کو طے نہیں کر سکتا۔

رسولؐ کی بیٹی جانتی تھیں کہ ایسا کرنا سرکش اور طاغوتی طاقتوں کی شباہت قرار پائے گا لہٰذا ایسا فعل انجام دینا ان کی شخصیت کے خلاف تھا۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اسماء بنت عمیس نے میرے لیے سے نقل کیا کہ میں ایک دن حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر تھی۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ دیکھا کہ حضرت فاطمہؑ کے گلے میں سونے کا گلوبند ہے جو علی علیہ السلام خرید کر لائے تھے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ سے فرمایا، کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ کہیں کہ محمد کی بیٹی جبار و سرکش لوگوں کا لباس پہنتی ہے۔

حضرت فاطمہؑ زہراء علیھا السلام نے کوئی جواب دیئے بغیر فوراً گلوبند اتار ا ئے فروخت کر دیا۔ اور اس رقم سے ایک غلام خرید فرمایا اور اس غلام کو خدا کی خوشنودی کے لیے آزاد کر دیا اور اسی طرح اپنے بابا کی رضایت حاصل کرلیں۔

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی تسبیح کی خصوصیات

متواتر احادیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں عرض گزار ہوئیں کہ بابا مجھے ایک کنیز کی ضرورت ہے تو پیغمبر اسلام نے جواب میں فرمایا کہ رات کو سوتے وقت یا ہر نماز کے بعد ۳۴ مرتبہ (اللہ اکبر) ۳۳ مرتبہ (الحمد للہ) اور ۳۳ مرتبہ (سبحان اللہ) پڑھا کرو اس کے بعد تمہیں کبھی کنیز کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔

لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ آخر ان دونوں باتوں کا آپس میں ربط کیا ہے ؟ اس کا جواب یہ ہے تاکہ لوگ ان دعاؤں اور عملیات سے فائدہ اٹھائیں۔

اس بنا پر مرسل اعظمؐ نے یہ تسبیح اپنی لخت جگر زہراءؑ کو تعلیم فرمائی ہے اور حضرت فاطمہؑ اس تسبیح سے فوائد بھی حاصل کرتی رہی ہیں لہٰذا عوام الناس کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ بھی اس تسبیح سے فوائد حاصل کریں۔

لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات کیسے ممکن ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی تسبیح کا پڑھنا کس طرح کنیز یا غلام کی کمی کو پورا کرسکتا ہے ؟ یہ بات عام فہم ہے اول یہ کہ خداوند عالم کا ذکر خصوصاً جب اس ذات اقدس کی تکبیر و تقدیس کی جائے اس کا شکر یہ ادا کیا جائے اس کی تسبیح کی جائے تو اس عمل سے انسان کی قدرت و طاقت

میں اضافہ ہو جاتا ہے اور خداوند عالم اس کی ہر مشکل میں مدد فرماتا ہے اور جسمانی مشقت کے دوران تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی۔ اس وقت ہر انسان کنیز و غلام کے بغیر خود بخود اپنے ہر کام کو انجام دیتا ہے اور کسی دوسرے انسان کی مدد کی ضرورت محسوس نہیں کرتا

دوسرا یہ کہ اکثر اوقات گھریلو کاموں میں تھکاوٹ اس وقت ہوتی ہے جب کام بے ترتیب بڑھ جائیں، گھر کا نظام درہم برہم ہو جائے، لیکن جب خداوند عالم ہی انسان کا حامی و مددگار ہو اور اُسے ہر کام کی انجام دہی میں توفیق عطا فرمائے تو اس وقت اکثر کام خود بخود انجام پا جاتے ہیں اور انسان خود ہی بڑی آسانی سے گھر کے تمام کام انجام دے دیتا ہے۔ یہ اس خالق کائنات کی قدرت کاملہ کا کرشمہ ہے۔

اگر حضرت علیؑ نہ ہوتے تو حضرت فاطمہؑ کا کوئی ہمسر و کفو نہ تھا

"کفو" کا معنی ہم نسب، ہمسر، اپنے جیسا، ہمدوش ہے۔ اور اسلام نے شادی کے دوران کفو کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے بلکہ شوہر کے بارے بہت زیادہ تاکید ہوئی ہے کہ وہ بیوی سے زیادہ فضائل و کمالات کا مالک ہو۔

اسلام شوہر و بیوی کی کفویت کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔

(اول) کفو یعنی شوہر اور بیوی میں کفویت کا پایا جانا واجب ہے۔

(دوم) یعنی شوہر و بیوی میں کفویت کا پایا جانا مستحب ہے۔

پس واجب کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(اول) جسم کے لحاظ سے۔

(دوم) روح کے لحاظ سے۔

مثلاً مرد شادی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن عورت کے وجود میں ایسے موانع موجود ہیں یا اس کی مرضی کے خلاف ہے، کہ جس سے مرد کی خواہش پوری نہیں ہوسکتی۔ تو ایسی شادی عموماً کامیاب نہیں ہوسکتی۔ یا مرد اور عورت میں سے

کوئی ایک کافر ہے اور دوسرا مسلمان ہے چنانچہ وہ روح کے اعتبار سے ایک دوسرے کے ہمسر نہیں ہیں اور ان دونوں میں کفویت نہیں پائی جاتی ہے۔ تو ایسے اشخاص ایک دوسرے سے شادی نہیں کر سکتے۔ پس مستحب کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(اوّل) جسم کے لحاظ سے

(دوم) روح کے لحاظ سے

مثلاً: اگر مرد خوبصورت ہے اور عورت بدصورت ہے یا عورت خوبصورت ہے اور مرد بدصورت ہے۔ یا مرد اندھا اور گونگا ہے یا عورت اندھی اور گونگی ہے توحقیقت یہ ہے کہ اگر ان دونوں کی آپس میں شادی ہو جائے تو طبیعت کے اختلاف کی وجہ سے کبھی شادی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ یا یہ کہ ایک شریف خاندان سے ہو دوسرا پست خاندان سے ہو تو اس طرح بھی دونوں کے افکار میں تطبیق نہیں ہو گی اور دونوں کی تربیت میں فرق ہوگا تو ان دونوں کا آپس میں شادی کرنا کراہت رکھتا ہے۔ یا یہ کہ عورت تعلیم یافتہ ہے اور مرد جاہل ہے اگر ان دونوں کی آپس میں شادی کر دی جائے تو اس میں کفویت کا خیال نہیں رکھا گیا۔ تو دونوں بہتر زندگی بسر نہیں کر سکتے مثلاً اگر ایک عبادت گزار و نیک سیرت ہو لیکن دوسرا فاسق و معصیت کار ہو تو کراہت شدید ہے کہ ان دونوں کی آپس میں شادی کر دی جائے۔ لہٰذا جب ہم احکام اسلامی کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہے کہ بعض معصیت کاروں کے بارے کراہت کی تشریح کی گئی ہے کہ بے نیازی اور شرابی کو بیٹی دینا زبردست مکروہ ہے۔ پس ضروری ہے کہ شادی کرتے وقت کفو کا خاص خیال رکھا جائے۔ تاکہ خوشحال زندگی بسر ہو سکے۔ اور ازدواجی زندگی کو دوام حاصل ہو سکے۔

اگر حضرت علی علیہ السلام نہ ہوتے تو حضرت فاطمہ علیہا السلام کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ اس کا فلسفہ بھی یہی اسلامی قوانین ہیں۔

حضرت فاطمہ زہراؑ ایسی دانا ترین خاتون تھیں جنکی ماضی۔ حال اور مستقبل پر پوری نگاہ تھی۔

حضرت فاطمہؑ ہر معصیت و خطا سے پاک و پاکیزہ ہیں۔ آپ تمام فضائل و صفات کی مالک ہیں آپ خلق پیغمبر کی مالک ہیں۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام ظاہری حُسن کے لحاظ سے کائنات کی تمام عورتوں میں بے نظیر ہیں۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام اخلاق الٰہی اور صفات الٰہی کا بہترین نمونہ ہیں۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام نسب کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہیں۔

تو پس کیسے ممکن ہے کہ حضرت فاطمہؑ ایک عام شخص کی ہمسر قرار پائیں جبکہ مرد اسلام کے قوانین کے مطابق عورت پر نہی و امر کا حق رکھتا ہے اور عورت پر مرد کی اطاعت واجب ہے کیا یہ ممکن ہے کہ حجت خدا اپنی رعیت کی اطاعت گذار ہو؟

پس اگر حضرت علی علیہ السلام نہ ہوتے جو خود حجت خدا ہیں اور رسول اکرمؐ کے بعد تمام لوگوں کے امام اور ہادی ہیں۔ فاطمہؑ جیسے فضائل و صفات کے مالک نہ ہوتے تو آپ کا کوئی دوسرا ہمسر نہ ہوتا۔ ان تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ کفو یعنی ہم نسب ہونیکی حیثیت سب سے زیادہ اولیٰ و بہتر ہے اسی بنا پر سیدہ زادی فاطمی کا عقد غیر سید کے ساتھ مابہ النزاع ہے۔

حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے درمیان اختلاف و نزاع نہ تھا

میرے ایک دوست کہہ رہے تھے: مقررین کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے درمیان کبھی کبھی اختلاف ہو جاتا تھا جس کے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلاح فرمایا کرتے تھے۔ کیا ایسا عمل ان بزرگان کی عصمت کے منافی نہیں ہے؟

میں جواباً عرض گزار ہوا، اس موضوع پر کچھ روایات بھی نقل ہوئی ہیں لیکن اکثر فقہاء نے ان روایات کو ضعیف اور غلط قرار دیا ہے۔

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسی روایات میرے نزدیک قابل اعتماد نہیں ہیں اور میں اس پر ایمان نہیں رکھتا کہ حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کے درمیان کبھی اختلاف ہوا ہو اور پیغمبر اسلامؐ اصلاح کی ضرورت محسوس کریں۔ نیز جبکہ حضرت علی علیہ السلام سید الوصیین ہیں اور حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سیدۃ نساء العالمین ہیں۔ ان کا کردار اور اخلاق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاسی ہے۔ لہذا اس بنا پر ان کا اختلاف قابل قبول امر نہیں ہے۔

مرحوم علامہ مجلسی رضوان اللہ علیہ فرماتے ہیں، کچھ روایات حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؑ کے درمیان اختلافات پر دلالت کرتی ہیں۔ ان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان کا مقصد اس ذریعہ وسیلہ سے ان بزرگان کے فضائل و مناقب لوگوں کے سامنے بیان کرنا ہے اس کے علاوہ دیگر سوال ہم جاننے سے قاصر ہیں۔ یہاں نمونہ کے طور پر ایک حدیث کا بیان کرنا ضروری ہے۔

کتاب "مصباح الانوار" میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل ہے۔

"ایک دن حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اپنے ابا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت علی علیہ السلام کی شکایت لے کر آئیں۔ کہ حضرت علی علیہ السلام گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز باقی نہیں چھوڑتے اور ہر شئے فقراء میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے میری لخت جگر فاطمہ! تو نے میرے سامنے میرے بھائی اور میرے چچازاد بھائی علی کی شکایت کر کے مجھے زبردست غضبناک کر دیا ہے۔ کیا تم نہیں جانتی ہو کہ اس کی ناراضگی میری ناراضگی ہے اور میرا غضبناک ہونا خدا کا غضبناک ہونا ہے۔"

اگر یہ حدیث حقیقت پر مبنی ہو تو اس سے ہر طرح سے استفادہ کیا جا سکتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا حضرت علی علیہ السلام کے فضائل میں سے دو فضیلتیں بیان کرنا چاہتے تھے:

(اول) عطا، بخشش، سخاوت کی تشریح۔

(دوم) علیؑ کا غضب پیغمبرؐ کا غضب اور پیغمبرؐ کا غضب، غضب خدا ہے۔

یہ بات بھی بعید نہیں ہے کہ وہ بزرگان تمام انسانوں کے معلم ہیں۔ لہٰذا وہ چاہتے تھے کہ اس ذریعہ سے اصلاح ذات البین فرمائیں۔ اور یہ کہ شوہر کو چاہئیے کہ اپنی صالحہ

بیوی کی رضا کو حاصل کرے۔ اور سسر کے لیے ضروری ہے کہ خواہ پیغمبر اسلام ؐ کی طرح باعظمت ہی کیوں نہ ہو شوہر و بیوی کے درمیان اصلاحی قدم اٹھائے۔ تاکہ ان کا یہ عمل لوگوں کے لیے نمونہ ہو۔ اور اگر ہم اس فلسفہ سے روگردانی کریں اور ان دلائل کو اپنے لیے کافی نہ سمجھیں تو کم از کم اس کے برعکس کوئی دوسرا احتمال دینے سے بھی پرہیز کریں۔ ایسی احادیث و روایات کو مجہول اور غلط سمجھا جائے اور ایسی روایات و احادیث صرف اور صرف دشمنان حضرت فاطمہؑ کی شرارت ہو سکتی ہیں جو ہمیشہ آپؑ کے فضائل و مناقب کو کم کرنے میں کوشاں رہے۔

جب حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے دشمنوں نے آپ کی شجاعت و مقاومت کو ملاحظہ کیا تو اس وقت انہوں نے یہ کوشش کی کہ آپ کے ذاتی فضائل کی نفی کریں۔ اور آپؑ کو ایک معمولی عورت ظاہر کریں۔ تاکہ یہ ثابت کریں کہ جب حضرت فاطمہؑ اپنے علیؑ جیسے شوہر سے سازگار زندگی بسر نہ کر سکیں تو وہ بطریق اولیٰ اپنے بابا کی امت سے کبھی بھی سازگار نہیں رہ سکتیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ لوگ جو حضرت فاطمہؑ کو رسول اکرمؐ کی بعض ازواج پر ترجیح دینا گوارہ نہیں کرتے تھے انہوں نے اُن کی فضیلت کو گھٹانے کے لیے ایسی احادیث بنا ڈالی ہوں۔

بہرحال قرآن کریم کی واضح تشریح، روایات و احادیث متواترہ کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام تمام گناہوں، خطاؤں اور لغزشوں سے پاک پاکیزہ اور معصوم ہیں۔ اور محال ہے کہ ایک معصوم دوسرے معصوم سے معمولی سے معمولی اختلاف بھی رکھتا ہو اگرچہ وہ اختلاف شخصی و ذاتی ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت فاطمہؑ کی زندگی میں دوسری عورتوں سے حضرت علیؑ نے کیوں عقد نہیں کیا؟

کتاب "امالی شیخ صدوق" میں ابی بصیر سے نقل ہوا ہے کہتا ہے۔

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ خداوند عالم نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی زندگی میں حضرت علی علیہ السلام پر دُنیا کی تمام عورتیں حرام قرار دے دی تھیں۔ میں عرض گزار ہوا کہ ایسا کیوں تھا؟

فرمایا: کیوں کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام دوسری عورتوں کی طرح ہر آلودگی و نجاست ظاہری و باطنی سے پاک و پاکیزہ تھیں۔"

دراصل اگر حضرت علیؑ کا حضرت فاطمہؑ کی زندگی میں دوسری عورتوں سے شادی کرنا حرام ہے جیسا موضوع حقیقت پر مبنی ہو تو یہ بات قابل تردید و شک نہیں ہے۔ جو کچھ روایت میں وارد ہوا ہے اس کے علاوہ بھی دیگر علل کا احتمال پایا جاتا ہے جو درج ذیل ہے۔

(اوّل) یہ کہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس حضرت علی علیہ السلام کے پاس حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام جیسی بیوی موجود ہو جو تمام صفات عالیہ

اور کمالات و فضائل کی مالک ہو ایسی عظیم زوجہ کے ہوتے ہوئے دوسری عورت سے شادی کرنا فقط خواہشات نفس کے لیے ہی ہو سکتا ہے۔ اور ایسی بات حضرت علی علیہ السلام سے کبھی ممکن نہ تھی۔

(دوم) حضرت فاطمہؑ کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے شادی کرنا حضرت صدیقہ طاہرہ علیہا السلام کی بے احترامی اور ان کے مقام کی توہین کے مترادف تھا۔ کیونکہ دوسری شادی اس وقت کی جاتی ہے جب انسان پہلی بیوی سے نفرت کرنے لگ جائے تو اس وقت دوسری بیوی کے لیے دل میں محبت فراوان ہوتی ہے پس ایسا عمل حضرت علی علیہ السلام کی ذات مقدس سے ناممکن ہے۔ بلکہ حضرت فاطمہؑ کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کا ایسا عمل انجام دینا جائز نہیں ہے۔

اس بنا پر حضرت علی علیہ السلام کا دوسری شادی کرنا گو شرعاً جائز بھی ہو لیکن ازروئے اخلاق جائز نہیں تھا۔

حضرت فاطمہؑ زیادہ گریہ کیوں کرتی تھیں اور مصائب و آلام پر صبر کیوں نہ کرتی تھیں؟

اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں کہ گریہ کرنا بے صبری اور کمزوری کی علامت نہیں ہے، بلکہ گریہ کرنا عدم قساوت اور ضمیر کے زندہ ہونے کی علامت ہے گریہ دل کے نرم ہونے اور انسانیت کی علامت ہے۔

اگر حضرت علی علیہ السلام کسی یتیم بچے کو دیکھتے تو رونے لگ جاتے، اگر حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کی قبر مطہر پر جاتے تو اتنے آنسو بہاتے کہ کہہ اٹھتے "اے کاش میری جان بھی ان آنسوؤں کے ساتھ نکل جاتی" حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر پر اسقدر روئے کہ آنسوؤں سے قبر تر ہو جاتی تھی۔ اگر حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام پر رونے کا اجر بہشت ہے تو اس لیے نہیں ہے کہ انہوں نے مصائب و آلام پر صبر نہیں کیا اور اپنے آپ کو کمزور اور ناتوا ظاہر کیا۔ یا یہ کہ اتنی بڑی مصیبت کے سامنے اپنے آپ کو نہیں بچا سکے۔ بلکہ یہ سب محبت و انسانیت کی علامت ہے۔ بعض صفات انسان سے ہی مخصوص ہیں وہ صفات حیوانات میں نہیں پائی جاتیں۔ لیکن بعض صفات فقط حیوانات

کا ہی خاصہ ہوتی ہیں لیکن وہی صفات انسان میں بھی پائی جاتی ہیں کیونکہ انسان میں حیوانی جذبہ پایا جاتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس قدر انسان انسانی صفات سے متصف ہوگا اُس قدر اس کا مقام انسانیت کے قریب ہوگا۔ اور جس قدر حیوانی صفات زیادہ ہونگی اُس قدر اس میں حیوانی جذبہ طاقتور ہوگا۔

پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ قساوت، دوسروں کی مصیبت پہ خاموشی اور دوسروں سے محبت نہ کرنا حیوانی صفات ہیں۔ لیکن اس کے برعکس دوسروں سے محبت، مہربانی، شفقت اور دوسروں کی مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھنا کمال انسانیت کی علامت ہے۔ اور دوسروں کی مصیبت پہ رونا یا اپنے عزیزوں کی جُدائی پر گریہ کرنا محبت، مہربانی اور ضمیر کے بیدار ہونے کی علامت ہے۔

اس بنا پر حضرت فاطمہ زہراء علیہا السّلام کا گریہ کرنا کمال اور ان کی روحی عظمت کا لازمہ تھا۔ خصوصاً جب وہ اپنے والد بزرگوار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جُدائی میں آنسو بہاتی تھیں اور اپنے پدر گرامی کے سوگ میں دنیا کی سب سے بڑی مغموم خاتون تھیں جنہوں نے اپنے والد کے سوگ میں بہت زیادہ گریہ کیا ہے۔

شیخ صدوق رحمۃ اللہ اور شیخ مفید علیہ الرحمۃ اپنی اپنی کتاب "امالی" میں نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں۔

جب رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احتضار کی حالت میں تھے۔ آپ نے اس قدر گریہ کیا کہ آپ کی ریش مبارک آپکے آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ آپ کے ایک قریبی نے آپ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ کیوں گریہ کر رہے ہیں ؟ آپ نے فرمایا اپنی بیٹی کے لیے رو رہا ہوں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میری اُمت کے بدترین افراد میرے بعد اُن کے ساتھ کیا کریں گے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میری بیٹی فاطمہ

پر اسقدر ظلم و ستم کریں گے کہ وہ فریاد کرتی رہیں گی،

اے بابا! لیکن میری اُمّت میں سے کوئی بھی اُسکی فریاد رسی نہیں کرے گا۔

اس موقع پر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنے والد بزرگوار کی گفتگو کو سنا اور رونے لگیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی سے فرمایا: اے میرے لختِ جگر گریہ نہ کرو عرض گزار ہوتی ہیں، اے بابا میں اس لیے گریہ نہیں کر رہی کہ آپ کے بعد مجھ پر ظلم کیا جائے گا۔ بلکہ میں تو آپ کی جُدائی پر گریہ کر رہی ہوں۔ کیونکہ آپ کا فراق میرے لیے قابلِ تحمل نہیں ہے۔

فرمایا: پس میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ میرے بعد فوراً تم بھی میرے ساتھ ملحق ہو جاؤ گی۔ بلکہ میری تمام اہلبیتؑ میں سے سب سے پہلے میرے ساتھ تو ملاقات کرے گی۔ فاطمہ علیہا السلام خوش ہوئیں اور مسکرائیں۔"

اس روایت کو اہلِ سنّت حضرات نے بھی نقل کیا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ امام حسنؑ و امام حسینؑ کے پدر بزرگوار ہیں

ایک مرتبہ میرے ایک دوست نے مجھ سے سوال کیا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، "میں حسن وحسین کا باپ ہوں" کیا امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے لیے کوئی انوکھی خصوصیت تھی یا یہ کہ اکثر اوقات نانا اپنی بیٹی کی اولاد کو اپنی اولاد کہتا ہے یہی فلسفہ ہے؟ میں نے جواب دیا،

جس زمانے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے بعثت کے ایک سو سال بعد تک بھی دانشمندان و مفکرین تحقیق کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے بعض علمی مطالب کے بارے میں یہ خیال کرتے تھے کہ اولاد عورت سے کسی قسم کی نسبت نہیں رکھتی بلکہ عورت فقط اور فقط بچوں کی خلقت و پرورش کا ذریعہ وسیلہ ہے

لیکن دین مقدس اسلام نے ہزارہا احکامات کے ذریعہ اس حقیقت کو ثابت کیا ہے کہ اولاد پر عورت و مرد دونوں کے حقوق مساوی ہیں۔ دونوں کی طرف ایک جیسی نسبت پائی جاتی ہے۔ بلکہ اکثر اوقات اولاد پر ماں کے حقوق زیادہ ہیں۔

(میں نے اس موضوع پر اپنی کتاب (پاسخ ما) میں تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اور اس کی تشریح کی ہے اور موقعہ کی مناسبت سے اس کتاب میں بھی بحث ہوگی اس لیے یہاں طوالت کا خیال کرتے ہوئے بحث سے قاصر ہوں)

پس اس بنا پر مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان طبیعی قوانین کے پیش نظر امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام کو اپنے فرزند فرمایا ہے۔

چونکہ اس زمانے میں لوگوں کی فکر بلند نہیں تھی اس لیے ان قوانین کی حقیقت تسلیم کرنے سے عاجز تھے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان (میں فاطمہ علیہا السلام کے بیٹوں کا باپ ہوں) کم فکری کی وجہ سے قبول کرنے سے عاجز تھے۔ شاید بعض گذشتہ علماء نے یہاں جملہ حصر سے استفادہ کیا ہو۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی دولت کس لیے تھی؟

اس امر میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی زیادہ تر جائیداد فدک تھی۔ جو کاشت کی جاتی تھی یعنی زمین کو کاشت کرنے کے لیے کافی عملہ اور مزارع موجود تھے۔ اور اُس کی آمدنی میں سے اپنی ضرورت کے مطابق اتنی مقدار اپنے پاس رکھتے جو طے شدہ تھی اور باقی حصہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ اور حضرت زہراؑ تمام مال خدا کی راہ میں غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا کرتیں۔

تاریخ، روایات اور قرآن کریم کی ورق گردانی کی جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ اتنی دولت و جائداد کے باوجود اکثر اوقات خشک جو کی روٹی تناول فرمایا کرتیں۔ نیچے بچھانے کے لیے آپ کے پاس فرش نہیں تھا۔ گھر کے تمام کام خود انجام دیا کرتیں۔ زمین کاشت کرنے والے ملازمین سے کبھی بھی گھر کا کام نہ لیتیں۔ بلکہ جو کچھ مال دنیا آتا تو اُسے فقراء میں تقسیم کرنا اپنی سعادت سمجھتیں۔

خلاصہ یہ کہ اگر ہم اس پورے موضوع کو ایک جملہ میں قلمبند کرنا چاہیں اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی زندگی کا تجزیہ مقصود ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ جناب سیدہؑ کے ہاں مال دنیا میں جو کچھ بھی تھا وہ فقط اور فقط غریب و نادار و مفلس لوگوں کی فلاح و بہبود کے کام آیا۔

لہٰذا ان کم عقل لوگوں کے اس قول کو رد کیا جاسکتا ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ تعجب

کی بات ہے کہ کسی وقت تو حضرت فاطمہؑ کے پاس جو کی روٹی کھانے کو نہ تھی اور کبھی حضرت فاطمہؑ سرزمین مدینہ میں بہت بڑی زمین یعنی فدک کی مالک بن گئیں۔ یہ ایسے باطل افکار کو انہی دلائل سے رفع کیا جا سکتا ہے۔

زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کہتے ہیں:۔

(حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام نے وصیت فرمائی کہ میرے تمام نقد مال کو بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب میں تقسیم کر دیا جائے اور حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے حضرتؑ کی وصیت پر عمل بھی کیا)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔

فرمایا:۔

"حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے وصیت فرمائی کہ مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواج میں نقد رقم زیادہ سے زیادہ تقسیم کی جائے۔ اور اتنی مقدار میں رقم بنی ہاشم کی عورتوں میں تقسیم کی جائے۔

پس حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس جو کچھ بھی تھا انہوں نے سب کچھ مخلوق خدا پر خرچ کر دیا۔ اور اپنے والد گرامی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مادر گرامی حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا اور شوہر نامدار حضرت علی علیہ السلام کی طرح اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھا۔

"کوثر" کا معنی اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی اس سے وابستگی؟

"کوثر" کا معنی بہت زیادہ خوبیاں وصفات ہے۔ کہ جو صفات مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنایت کی گئی ہیں۔ اس موضوع پر ایک پوری سورۃ نازل ہوئی ہے۔

کوثر کی تفسیر میں مفسرین نے بہت زیادہ معنی بیان کئے ہیں۔ کچھ درج ذیل ہیں (کوثر سے مراد پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل کا کثیر ہونا ہے اور وہ برکت ہے جو خداوند عالم نے معنوی و ظاہری لحاظ سے اس سلسلہ نسب میں عطا فرمائی ہے) یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل فقط حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے باقی ہے۔ اسی وجہ سے کوثر کی کامل وابستگی سیدہ کونین ؑ سے برقرار ہے۔ انہی وجوہ کی بنا پر دخترِ پیغمبرؐ کا کوثر سے گہرا تعلق ہے۔ اس سے بھی واضح تر کہا جا سکتا ہے کہ اگر ہم غور و فکر کریں تو خداوند عالم نے اپنے مرسل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باقی رہنے والے دو معجزے عنایت فرمائے ہیں۔

(اوّل) ثقل اکبر: قرآن کریم (دوم) ثقل اصغر: حضرت فاطمہؑ کی اولاد اس طرح یہ برکت حضرت اور اسلام کو حاصل ہوئی ہے۔

بہ الفاظ دیگر، تمام ائمہ معصومین علیہم السلام حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی نسل ہیں۔ اور احیاء دین و بقاء اسلام میں ہر ایک کا عظیم حصہ ہے۔ خصوصاً بقیۃ اللہ روحی فداہ کا مقدس وجود تمام دنیا میں قیامت تک عادل اسلامی حکومت کے قیام کا وسیلہ ہے اور یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اور عظیم و کثیر نیکی ہے جو اس راستے سے اسلام اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصیب ہوئی ہے اور یہ سب خالق کائنات کی عطا ہے۔

اس کے علاوہ اگر ظاہری طور پہ دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کی نسل کو مٹانے کے لیے اموی وعباسی خلفاء کا وجود ہی کافی تھا۔ لیکن خداوند عالم نے اس خاندان میں ایسی برکت عطا فرمائی ہے جو آج تک کسی فرد کو عطا نہیں ہوئی۔ یہ سب تائید ایزدی کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے سرکشوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ اسی خاندان کا ہی طرہ امتیاز ہے کہ جنہوں نے ہمیشہ اسلام کا دفاع اور تحفظ دین میں پیش پیش رہے۔ قرآن کی عظمت کو سربلند رکھا۔ انہی مقدس انسانوں کے صدقہ سے قرآنی علوم کا چرچا پوری دنیا میں ہے اور اخلاق احکامات اور حقیقی قوانین اسلام کی ترویج و نشر و اشاعت انہی بزرگان کی زحمتوں کا ثمر ہے۔ خداوند عالم نے یہ تمام برکات اور نعمات پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ بنی امیہ کی دشمنی اور طعنہ زنی کے بدلہ میں عطا فرمائیں کہ جو مرسل اسلام کو مقطوع النسل کہا کرتے تھے۔

پس اس بنا پر ممکن ہے کہ یہ تاویل کی جائے کہ حوض کوثر سے مراد حضرت فاطمہ زہراء کا مقدس وجود ہے۔ نیز قیامت کے دن تشنہ لب، حوض کوثر سے سیراب کیے جائیں گے۔ یعنی ولایت کی تشنگی رکھنے والے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی معصوم اولاد پر ایمان لا کر بجھائیں گے۔ دنیائے کائنات میں عدل و انصاف کی حکمرانی آپ کے آخری فرزند حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا فداہ کریں گے۔

حضرت فاطمہؑ کا حق مہر کم کیوں تھا؟

ہمارے ایک دوست نے یہ سوال کیا کہ حضرت زہراء سلام اللہ علیہا دنیا کی تمام عورتوں سے زیادہ فضیلت وعظمت کی مالک تھیں تو اصولاً اس عظمت وفضیلت کے پیش نظر آپ کا حق مہر بھی زیادہ سے زیادہ ہونا چاہیئے تھا۔

میں نے جواب دیا، اتفاق کی بات ہے کہ ممکن ہے کہ اسی عظمت وفضیلت کی وجہ ہی شاید آپ کا حق مہر دنیا کی دوسری عورتوں کی نسبت کم رکھا گیا۔ اس کے علاوہ حق مہر کی کمی وزیادتی عورت کی عظمت کا معیار نہیں ہے۔ بلکہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا ایک رہبر کی حیثیت رکھتی ہیں اور لوگوں کے لیے ایک نمونہ اور حجت خدا ہیں تو طبعاً ان کے تمام اعمال دنیا کے لیے مثال اور حجت ہونے چاہیں۔ اگر آپ کے قول کو قبول کی جائے اور ان کی عظمت وفضیلت کے مطابق ان کا حق مہر قرار دیا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ اگر ان کی عظمت کے مقابلے میں تمام دنیا وآخرت کو حق مہر قرار دیا جائے تو تب بھی کم ہے مہر کی زیادتی اس بات کا سبب ہو گی کہ دوسرے لوگ بھی ان کی پیروی کریں تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ شادی ایک مشکل مسئلہ بن جائے گا۔ اور اس وقت انسان مختلف مسائل ومشکلات کا شکار ہو جائے گا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

میری امت میں بہترین عورت وہ ہے کہ جو خوبصورت ہو اور اس کا مہر کم تر ہو۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ فرمایا: جس عورت کا مہر زیادہ ہو وہ بدترین عورت ہے۔

فدک کیا ہے اور کہاں تھا؟

فدک ایک ایسے علاقے کا نام ہے کہ جو آباد اور درختوں سے بھرا ہوا تھا۔ مدینہ کے قریب واقع ہے۔ پہلے زمانے میں بھی اس علاقے کو اسی نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ بغیر تردد کہا جا سکتا ہے کہ اس زمانے میں اس علاقہ کی دوسرے علاقوں کی نسبت بہت زیادہ آمدنی تھی۔ فدک یہودیوں کے قبضہ میں تھا لیکن جب ۷ھ میں مسلمانوں نے خیبر کو فتح کیا۔ تو فدک میں رہنے والے یہود کی خوفزدہ ہونے اور ایک شخص کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور صلح کرنے کی درخواست کی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس درخواست کو قبول فرمایا اور اس سے صلح کر لی۔ یہودیوں نے اس صلح کے بدلہ میں اپنے تمام مال کا نصف مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جس میں باغات، اراضی اور فدک بھی تھا۔ یعنی تمام فدک، زمین اور دوسرے باغات رسول اکرمؐ کو دے دیئے۔ دین مقدس اسلام کے مسلم قوانین میں سے ایک قانون یہ ہے کہ اگر کوئی علاقہ جنگ کیے بغیر مسلمان فتح کر لیں تو وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت ہوتا ہے۔ اور اس میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں ہوتا کیونکہ فدک یہودیوں نے خود بخود رسول اسلام کے سپرد کیا تھا لہذا فدک خالصتاً پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملک تھا۔ اور اس میں کوئی دوسرا مسلمان حصہ دار نہیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے فدکؑ حضرت فاطمہؑ کو بخش دیا

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام نے ہر ایک کو یہ حق دیا ہے کہ اپنی جائیداد یا مال جسے چاہے بخش دے۔ ہمارا ایمان ہے کہ پیغمبر اسلامؐ معصوم ہیں اور ان کا کوئی کام مصلحت سے خالی نہ تھا۔ فدک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت تھا اور خداوند متعال کی مرضی کے مطابق رسولؐ چاہتے تھے کہ فدک فاطمہ زہراؑ کو بخش دیں۔ خداوند عالم کی طرف سے آیت نازل ہوئی (وآتِ ذا القربیٰ حقہٗ) (اقرباء کا حق ادا کرو) پیغمبر اسلامؐ نے حضرت فاطمہؑ کو طلب فرمایا اور فدک اپنی لخت جگر کو عنایت فرمایا اور بخش دیا۔ (جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس قسم کی ہزاروں احادیث اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں موجود ہیں ان میں سے بعض احادیث تو اہل سنت حضرات نے بھی نقل کی ہیں)

حضرت فاطمہؑ کو فدک عطا کرنے کا فلسفہ

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ جس طرح حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے اپنے مال و جائیداد کے ذریعہ رسول اعظمؐ اور دین مقدس اسلام کی مدد کی تھی اسی طرح حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا بھی اپنی والدہ گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے مال و اسباب سے حضرت علی علیہ السلام کی مدد کریں۔ نیز نااہل و ناسمجھ افراد کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کا فقط ایک ہی راستہ ممکن ہے اور وہ راستہ مال و دولت انہی لوگوں میں تقسیم کرنا ہے۔ یعنی مال و دولت اُن نااہل و ناسمجھ لوگوں میں تقسیم کر کے ان کی تمام تر توجہ اپنی طرف مبذول کرائی جاسکتی ہے۔ ایسا کبھی بھی ممکن نہیں ہے کہ عام لوگ فقط فضائل و صفات سے اثر قبول کریں۔ بلکہ اکثر افراد پیٹ پوجا کے عادی ہیں اور زر و دولت کے غلام ہیں۔ ابتداء میں اکثر اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ اس کے اردگرد جمع ہوتے ہیں یا اس کی پیروی کرتے ہیں جس سے انہیں مادی فائدہ پہنچ سکتا ہو۔

ایسے لوگ علم و دانش اور تقویٰ سے عاری ہوتے ہیں۔ اور صاحبان فضیلت کی شناخت کی صلاحیت سے بھی محروم ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ کبھی بھی عالم و متقی کی صلاحیتوں کے قائل نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ نمائندگان خدا کا یہ اصول و پروگرام رہا ہے کہ پہلے مرحلہ میں ایسے افراد میں زر و دولت تقسیم کرتے اور ان کی توجہ اپنی طرف مرکوز کرتے

اُس کے بعد الٰہی پیغام، علمی حقائق اور احکامات دین ان تک پہنچاتے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر ان کے بعد حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا مالی طور پر مضبوط نہ ہوئے اور انہوں نے مالی اور منصب افراد کی مالی معاونت نہ کی تو وہ لوگ فقط اُن سے ہاتھ نہیں کھینچ لیں گے بلکہ دوسروں تک بھی رُشد والٰہی پیغامات پہنچانے میں رکاوٹ بنتے رہیں گے۔ لہٰذا انہی ضرورتوں کے پیش نظر رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک جیسی عظیم دولت اپنی دُختر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو عطا فرمائی تاکہ ان کی سرپرستی میں فدک کا علاقہ آباد رہے اور اس کی آمدنی تبلیغ وترویج دین مقدس اسلام پر خرچ ہو۔ اگر یہی آباد زمین مسلمان فقراء میں تقسیم کر دی جاتی تو درج بالا نتائج اس زمین سے اخذ کرنا ممکن نہ تھا بلکہ اضافی دولت نہ ہونے کی وجہ سے یہ فقراء اس کاشت زمین کو بھی خراب کر دیتے اور اس سے کوئی درآمد کا ذریعہ باقی نہ رہتا اور نہ ہی وہ لوگ اپنی زندگی کے اطمینان کے وسائل پورے کر سکتے۔

حضرت فاطمہ زہراؑ جانشین پیغمبر کیوں نہ ہوئیں

ایک دن ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ اپنی مجالس میں یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے فضائل و مناقب انبیاء اولوالعزم سے کم نہ تھے۔ بلکہ حضرت فاطمہؑ فضائل و مناقب کے اعتبار سے حضرت علی علیہ السلام کے ہم پلہ تھیں۔ اگر ایسا ہے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ کو اپنا جانشین و وصی و خلیفہ کیوں نہ بنایا، جبکہ آج یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مرد و عورت کے حقوق مساوی ہیں؟

میں نے جواب میں کہا، میرے خیال میں دنیا میں کہیں بھی ایسا دانشمند و مفکر نہیں ہوگا کہ جو عورت و مرد کو تمام حقوق میں مساوی قرار دیتا ہو۔ یہ امر حقیقی ہے کہ عورت خلقت کے اعتبار سے مرد سے متفرق خلق ہوئی ہے۔ پس اس لیے مرد و عورت کو دیگر صفات و کمالات میں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہونا چاہیئے۔ لہذا قانون دان حضرات کے لیے بھی ضروری ہے کہ قانون بناتے وقت دونوں کے درمیان فرق رکھیں اور ان کے حقوق کو مساوی قرار نہ دیں۔

بعض نادان لوگ اسلام سے یہ نسبت قائم کرتے ہیں جو میرے نزدیک بری نسبت ہے اور کہتے ہیں کہ اسلام میں عورت و مرد کے حقوق برابر نہیں۔ ہم شاید کسی مناسب جگہ اس موضوع پر مفصل بحث کریں گے لیکن یہاں بطور نمونہ ایک مثال پیش کروں گا جس سے

مرد و عورت کا وہ فرق ظاہر ہوتا ہے جسے خداوند عالم نے ان کی خلقت میں فرق قرار دیا ہے۔

عورت احساسات کا ایسا لطیف مجموعہ ہے جس سے عطوفت کے پاکیزہ آثار نمایاں ہوتے ہیں اور اسکے باوجود حساس امور میں اس کی ناہمتی اور بردباری ایک ناقابل انکار حقیقت ہے یہی وجہ ہے کہ مشکلات اور دشوار گزار مراحل میں اس کے عاطفانہ ردعمل کا ثبوت بچے کے تربیتی مراحل میں واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔ اگر احساسات کی دنیا میں عورت کی اس پاکیزہ صفت کی نفی کر دی جائے تو تربیتی مراحل میں تکامل کا حصول ممکن نہیں۔ البتہ احساسات کے تقابلی جائزے میں مرد عاطفت اور بردباری کی پاکیزہ انسانی صفت سے اس قدر متصف نہیں جتنا کہ عورت ہے لیکن اہم اور سنگین نوعیت کے مسائل میں مرد جس حوصلہ و قوت برداشت کا حامل ہے وہ عورت میں موجود نہیں۔

اب جب یہ فرق واضح ہو گیا تو ضروری ہے کہ قانون میں مرد و عورت کو مساوی حیثیت نہ دی جائے یعنی ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ جو قانون عورت پر لاگو ہوتا ہے وہی قانون مرد پر بھی لاگو کر دیا جائے۔ یا یہ کہ ہر وہ کام جو مرد آسانی سے انجام دے سکتا ہے اسی کام کی توقع عورت سے رکھ لی جائے۔ مثلاً اگر مرد مسند قضاوت پر بیٹھ کر قضاوت کے اصول پورے کر سکتا ہے اور مدعی کے دلائل سننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کے دلائل کے علاوہ کسی قسم کا دوسرا اثر قبول نہیں کرتا۔ مجرم کے رونے گڑگڑانے اور نالہ و بکاء کرنے کے اثرات اس کے دل پر اثر انداز نہیں ہوتے تو ضروری نہیں ہے کہ ہم اس قسم کی توقع عورت سے بھی رکھیں جبکہ عورت کا دل نرم ہوتا ہے اور وہ کسی آنکھ سے بہتے ہوئے آنسو نہیں دیکھ سکتی۔ خداوند عالم نے اسے مہربانی و محبت کے لیے

عطا فرمایا ہے۔ جو اُس کے پاس ہے۔

پس اس بنا پر جو عورت نرم دل و مہربان ہے اور بچوں کی تربیت و پرورش کے لیے خلق ہوئی ہے۔ قانون دان حضرات کو چاہیئے کہ ایسی صورت میں عورت کو مسند قضاوت پر بیٹھنے کی اجازت نہ دیں جبکہ وہاں کبھی مجرم کے آنسو نکلتے ہیں اور کبھی مدعی کے آنسو بہتے رہتے ہیں۔ لہٰذا عورت کا صحیح قضاوت کرنا ممکن نہیں رہتا۔

جب یہ مقدمہ واضح ہو گیا تو یہ جاننا ضروری ہے کہ اگر حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت علی علیہ السلام میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا اور وہ نقائص جو ایک عام عورت میں پائے جاتے ہیں حضرت فاطمہؑ ان تمام نقائص سے مبرا ہیں اگر مرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بعد حضرت فاطمہ کو اپنا جانشین اور خلیفہ قرار دیتے اور اُن تمام امور کی ذمہ داری جو اجتماعی امور سمجھتے ہیں تو یہ عمل ہمیشہ کے لیے اسلام میں معمول بن جاتا اور حضرت فاطمہ کے بعد وُہ اجتماعی امور جن کے لیے مرد خلق ہوئے ہیں اُن کے لیے عورتوں کو منتخب کیا جاتا۔ اور یہ ایک ایسی غلط سنت بن جاتی جو ہمیشہ کیلئے قائم ہو جاتی۔

لہٰذا حضرت فاطمہ زہرا اپنے پدر بزرگوار کے بعد خلافت و جانشینی کی تمام شرائط کی حامل تھیں۔ فقط اسی لیے اس منصب پر فائز نہیں ہوئیں کہ یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سنت نہ بن جائے۔ اور ان اجتماعی امور اور اسلامی نظام حکومت میں عورت کی مداخلت کی وجہ سے نظام درہم برہم نہ ہو جائے اسی لیے خداوند عالم اور مرسل اعظمؐ نے آپ کو اس منصب پر نامزد نہیں فرمایا۔ بلکہ حضرت علی علیہ السلام کو خلافت کے لیے تعین فرمایا جو علم و عصمت میں بلند مقام کے مالک ہیں۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کے لیے سجدہ جائز ہے؟

احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نماز استغاثہ کے بعد سجدے میں سر رکھیں اور سو مرتبہ پڑھیں (یا مولاتی یا فاطمہؑ اغیثنی) جب ہم سجدے میں سر رکھ کر ان کو حضرت کا واسطہ دیکر اُنسے پناہ طلب کرتے ہیں تو اس وقت ہماری توجہ کا مرکز حضرت فاطمہؑ ہوتیں ہیں لیکن اس حقیقت سے پردہ پوشی نہیں کی جا سکتی کہ خداوند عالم نے غیر خُدا کو سجدہ کرنے سے منع نہیں فرمایا۔ یہاں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں کہ اگر کوئی حاجت ہو تو دو رکعت نماز پڑھو اور نماز کے بعد سر سجدہ میں رکھ کر ایک سو مرتبہ پڑھو (یا مولاتی یا فاطمہ اغیثنی) اس کے بعد دائیں طرف رُخ پھیر کر یہی جُملہ سو مرتبہ کہو اور اس کے بعد بائیں طرف رُخ پھیر کر یہی جُملہ سو مرتبہ کہو۔ اور آخر میں پھر اپنی پیشانی کو خاک کربلا پر رکھو اور سو مرتبہ یہی جملہ کہو۔ تو خُدا وند عالم حضرت فاطمہ کے صدقہ میں تمام حاجات پوری فرمائے گا۔

ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے فرمایا اگر تمہاری کوئی حاجت ہو تو دو رکعت نماز پڑھو اور نماز کے بعد اپنی پیشانی کو خاک کربلا میں رکھ دو اور سو مرتبہ یا فاطمہؑ کہو اور اس کے بعد دائیں طرف رُخ پھیر کر سو مرتبہ یا فاطمہؑ کہو اور اس کے بعد پھر بائیں طرف رُخ پھیر کر سو مرتبہ

یا فاطمہؑ کہو اور آخر میں دوبارہ اپنی پیشانی کو سجدہ گاہ پہ رکھو اور سو مرتبہ یا فاطمہؑ کہو۔ خداوند عالم تمہاری حاجت کو پورا فرمائے گا۔

حصّہ دوم

فضائلِ سادات

فضیلت کس کا خاصہ ہے؟

بطور مقدمہ یہ جاننا ضروری ہے کہ بعض خصوصیات تمام بنی ہاشم سے مربوط ہیں مثلاً زکوٰۃ کی حرمت وغیرہ اکثر فضائل رسول اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل سے ہی مختص ہیں مثلاً با ایمان دنیا سے جانا۔ اُن کے جسم پر دوزخ کی آگ کا حرام ہونا۔ قرآن میں خداوند عالم کی طرف سے بھیجی جانے والی صلوات اور سلام میں ان کا شریک ہونا۔ یہ سب کچھ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے صدقہ میں ہے۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی اولاد کے لیے سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ ان کا سلسلہ نسب مادری حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام اور سلسلہ نسب پدری حضرت علی علیہ السلام سے ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام ائمہ اطہار علیہم السلام اپنے خطبات وارشادات میں اسی سلسلہ نسب پر فخر فرمایا کرتے تھے۔ اور ہم بھی اُن کی زیارتوں میں اسی اہمیت کے پیش نظر ان کے عظیم سلسلہ نسب کا تذکرہ کرتے ہیں اور ان کا نسب حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ سے بیان کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ (السلام علیک یابن امیر المومنین والسلام علیک یابن فاطمۃ الزھراء)

دوسری خصوصیت جو حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کی اولاد حتی ائمہ اطہار علیہم السلام کو حاصل ہے وہ یہ ہے کہ ان کا ظاہری بدن اور طینت حضرت فاطمہ علیہا السلام سے

متصل ہے اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی خلقت بہشت کے پھل سے ہے۔

لہٰذا اگر حضرت فاطمہؑ و حضرت علیؑ کی اولاد لاتعداد ہوتی تو یقیناً سب کے سب پاک اور معصوم ہوتے۔ کیونکہ ان کا کسی غیر معصوم سے کوئی تعلق و واسطہ نہ تھا۔ شاید حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ کا حضرت فاطمہ زہراؑ کے شکم سے پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہو کہ دونوں بھائی امام اور حجت خدا تھے۔ لیکن آپ کی بالواسطہ اولاد اسی طینت سے متصل ہیں۔ اور یقیناً بہشت کی پاک طینت سے محروم نہیں ہیں۔ قیامت تک آنے والی حضرت فاطمہؑ کی تمام اولاد اسی طینت بہشت کا جزو ہوگی۔ کیونکہ وہاں سے آئے ہونگے تو اسی جگہ ہی واپس لوٹائے جائیں گے یعنی سب کے سب بہشت داخل کیے جائیں گے۔

پس اسلام میں جتنی خصوصیت اولاد زہراؑ کے لیے بیان ہوئی ہیں وہ فقط اور فقط حضرت فاطمہؑ کے مقدس وجود کی برکت سے ہے۔ وہی خصوصیات حضرت فاطمہؑ کی غیر معصوم اولاد کو بھی حاصل ہیں۔ پس ان پوری کلام کا مفہوم کچھ یوں ہوگا کہ یہ تمام امتیازات حضرت فاطمہ زہراؑ سلام اللہ علیہا کی وجہ سے دیئے گئے ہیں مثلاً فرمایا:

حضرت فاطمہ زہراؑ کی وجہ سے دوزخ سے نجات دی گئی۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کی وجہ سے ان سے دوستی رکھو۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کی وجہ سے اُن کی توہین نہ کرو۔

احترام سادات

میں اپنے اُستادِ اخلاق مرحوم حاج مُلّا آقا جان زنجانی رحمۃ اللہ کی خدمت میں ۴ سال تک رہا۔ ان کی مختصر سوانح حیات میں نے اپنی کتاب پروازِ روح میں درج کی ہے۔ میں نے تو میں اُن کے ہر عمل سے متاثر ہوا مگر اُن کی زندگی کے ایک عمل نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا وہ یہ کہ میرے اُستادِ بزرگ ہمیشہ سادات کا احترام کیا کرتے تھے۔ ان کا فوق العادہ سادات کا احترام کرنا میرے لیے بہت زیادہ اثر پذیر ثابت ہوا۔ اگر ایک سید بچہ بھی آجاتا تو اس کے احترام کے لیے کھڑے ہو جاتے اور جب تک وہ بیٹھ نہ جاتا اس وقت تک خود نہ بیٹھتے۔ سادات کے ہاتھ کا بوسہ لیتے تھے اور کبھی بھی راستہ چلتے وقت اُن سے سبقت نہ کرتے۔

میں ۱۸ سال کا تھا ابھی مجھ میں آیات و روایات سے استنباط کرنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ کبھی کبھی میرے اُستاد مرحوم مجھ سے ان موضوعات پر گفتگو فرماتے رہتے۔ ان کی گفتگو مجمل اور تشریح طلب ہوتی تھی۔ بعد میں جب مرحوم آیت اللہ آقای حاج شیخ محمد کوہستانی سے میری واقفیت ہوئی انہوں نے بھی ہمیشہ ان کی روش کی تائید فرمائی۔ ان کے تعارف کے لیے اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ یہ بھی بزرگان اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔

ایک دن میں نے فلسفہ کے استاد مرحوم آیت اللہ آقائے حاج شیخ مجتبیٰ قزوینی کی خدمت میں حاضر تھا اور ان کے سامنے مرحوم حاج ملا آقا جان کے حالات بیان کر رہا تھا تو میں نے اُن کی اس خصوصیت کو بھی بیان کیا جو میں نے مرحوم میں کثرت سے دیکھی تھی۔

میرے اُستاد نے فرمایا:۔ وہ حق پر تھے۔ کیونکہ میں خود بھی خداوند عالم کی قربت کا بہترین ذریعہ اور وسیلہ سادات کا احترام سمجھتا ہوں۔

سخت گرمیوں کے ایام تھے ایک دن میں نے مدرسہ خیرات خان میں مرحوم حاج شیخ حبیب اللہ گلپایگانی سے سوال کیا کہ مجھے آپ کے درس تفسیر میں آتے ہوئے مدت گزر گئی ہے اور آپ مجھے اچھی طرح سے پہچانتے ہیں۔ آپ فرمائیں کہ کس اپنی صفت پر اظہار مسرت کروں اور کونسی صفت پر مغموم رہوں ؟

فرمایا:۔ سادات جیسی نعمت پر خوشی کا اظہار کرو اور خداوند متعال کی یاد سے غفلت پر مغموم رہو۔

مرحوم آیت اللہ آقای الحیان قزوینی ہمارے زمانے کے زاہد و متقی عالم گزرے ہیں اُن کی زندگی کے آخری ایام تھے کہ ایک دن مدرسہ نواب مشہد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔

فرمانے لگے: مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی میرے پاس کوئی سید آیا ہو اور میں اس کے احترام کے لیے نہ اُٹھا ہوں لیکن اب کیا کروں ، بیمار ہوں اور تمہارے احترام کے لیے اُٹھنے سے قاصر و عاجز ہوں۔

مرحوم آیت اللہ حاج سید علی رضوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے: تمہارا یہ عمل مجھے بہت پسند ہے کہ تم سادات کے فضائل کے بارے تحقیق کیا کرتے

تھے اور فضائل لکھا کرتے تھے اور لوگوں تک یہ فضائل پہنچایا کرتے تھے۔ یہ کام ولایت کا ایک حصہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ میں ہر بزرگ اولیاء اللہ اور متقی و زاہد علماء کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا جو معارف فقہ اسلامی سے کاملاً آشنا ہوا کرتے تھے۔ اُن سے اس موضوع پر گفتگو کیا کرتا تھا۔ اور وُہ جو کچھ بھی سادات کی فضیلت میں بیان فرماتے تھے اور اگر یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ میں نے جو کچھ اس کتاب میں درج کیا ہے یہ سب ان بزرگ علماء فضلاء سے حاصل کیا ہُوا ہے۔

نیز اگر میں چاہوں کہ اس حقیقت پر پردہ پوشی کر دوں کہ اسلام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کی خصوصیات کا قائل ہے۔ تو میرا ایسا کرنا غیر ممکن ہے بلکہ بعض اوقات السامل قرآن کریم کی بعض آیات کا انکار ثابت ہوگا۔

سادات سے محبت کرنا واجب ہے، اور یہی اجر رسالت ہے نصف خمس سادات سے مختص ہے زکوٰۃ اُن پر حرام ہے کیونکہ یہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل ہے۔

ہر نماز میں ان پر صلوات اور ان کے لیے طلب رحمت کرنا ضروری ہے!

کتابخانہ بزرگ آستان رضوی میں ایک دن (۱۳۴۲-۱-۲۰) اسلام میں قرن اوّل کے تاریخی واقعات کا مطالعہ کر رہا تھا۔ تو اس بات کو اپنی یادداشت کے لیے نوٹ کر لیا۔

تمام اموی و عباسی خلفاء حسد و بغض کی وجہ سے سادات کے فضائل و مناقب سے انکار کیا کرتے تھے اور ائمہ اطہار علیہم السلام انہیں علمی، عقلی اور قرآنی دلائل کے ساتھ شکست سے دوچار فرمایا کرتے تھے۔ اور سادات کے فضائل سے انکار کرنے والوں کو لعنت کا مستحق قرار دیتے تھے اور ایسے افراد کو اسلام سے خارج سمجھتے تھے۔ پس

ہم بھی انشاء اللہ اس موضوع کی مناسبت سے کچھ مطالب اسی فصل میں بیان کریں گے
ممکن ہے کہ اس عمل کی بدولت ہم حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی اولاد کا قرض اتار
سکیں۔ ہم اپنے مطالب کا آغاز یہاں سے کرتے ہیں۔

میں حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کے امتیازات کا کیوں قائل ہوا؟
اگر آپ توجہ فرمائیں تو میں اپنا وہ مناظرہ بیان کرتا ہوں۔ جو میں نے دمشق مسجد
اموی میں شام کے علماء سے کیا۔

۵۶-۱-۲۰ کا دن تھا ظہر ہونے سے ایک گھنٹہ رہتا تھا مسجد اموی جو شام
شہر کے وسط میں واقع ہے اسی مسجد کے اندر حضرت یحییٰ بن زکریاؑ کی قبر مطہر ہے میں
اس قبر کے ایک کنارے بیٹھا تھا کہ ایک سُنّی جوان میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ایک
سوال کا جواب پوچھنا چاہتا ہوں۔

میں نے کہا: سوال کرو:

اس نے کہا: (اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ) (حجرات آیت ۱۳)

(ترجمہ) خدا کے نزدیک تم سب میں بڑا عزت والا وہی ہے جو بڑا پرہیزگار ہو۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خداوند عالم نے تمام امتیازات کو لغو
قرار دیا ہے فقط اور فقط تقویٰ کو ہی مایہ امتیاز قرار دیا ہے۔

میں نے کہا: خدا نے تمام امتیازات کو لغو نہیں فرمایا بلکہ تقویٰ کا اثبات فرمایا
ہے۔ ہماری اس گفتگو کے دوران اہل سنت کے دو علماء میرے قریب آئے اور وہ
بھی ہماری بحث میں شریک ہو گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ایک کا نام ولید بن محمد
اور دوسرے کا نام حافظ بن عمر ہے۔ ولید باصلاحیت اور واقعی عالم تھا خصوصاً اسے
صحیح بخاری کی روایات پر عبور حاصل تھا۔ اس نے گفتگو میں شریک ہونے کی اجازت

طلب کی۔

میں نے کہا: کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر اس نوجوان کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ آپ نے مسجد اُموی کے ایک کنارے "مقام راس الحسین" کیوں بنا رکھا ہے اور اس کا احترام کیوں کرتے ہو ہے

اس نے جواب دیا: حضرت امام حسین علیہ السلام نے اسلام کے تحفظ کے لیے جہاد کیا اور خداوند عالم اُن کی فضیلت کا قائل ہے۔ جس کی وجہ سے ہم بھی ان کا احترام کرتے ہیں۔ کیونکہ احتمال ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مقدس کو یہاں دفن کیا گیا ہو۔

میں نے کہا: خداوند عالم نے بھی قرآن کریم میں تمہارے اس عمل کی تائید فرمائی ہے ارشاد ہے:
(فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا) نساء آیت ۹۵)

یعنی خداوند عالم نے خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو خانہ نشینوں پر برتری اور فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس بنا پر ان کا دوسرا امتیاز جہاد ہے جسے خداوند عالم نے قرآن مقدس میں واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

ولید نے کہا: قرآن کریم میں دوسرے افراد کے لیے بھی امتیازات کا تذکرہ موجود ہے میں نے یہ کہہ کر اپنی گفتگو کو ختم کر دیا: بعض حضرات کا خیال ہے کہ خداوند عالم اسلام میں تمام امتیازات کو لغو قرار دے دیا ہے۔ لیکن میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اسلام حقیقت سے بے بہرہ اور سرکش لوگوں کے امتیازات لغو کرنے کے لیے آیا ہے تاکہ جو لوگ اس دنیا میں بغیر کسی وجہ لوگوں پر ظلم کرتے ہیں انہیں صفحہ ہستی سے مٹایا جائے اور جو لوگ دولت و طاقت کے بل بوتے پر لوگوں پر مسلط ہونا چاہتے ہیں انہیں مسلط نہ ہونے دیا جائے۔ لیکن اس کے برعکس حقیقی امتیازات کی تائید ملتی ہے۔ بلکہ تقویٰ، علم اور جہاد جیسے امتیازات کو عظیم ترین انسانی صفات قرار دیا ہے۔ ہم قرآن کریم میں آیات پڑھتے ہیں:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ) سورہ الزمر آیت ۹)

ترجمہ اے رسول تم پوچھو تو کہ بھلا کہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے لوگ برابر ہو سکتے ہیں؟

کیا بینا اور نابینا برابر ہیں ؟

کیا ایک مجاہد مرد ایک خانہ نشین کے برابر ہے ؟

کیا ایک مجاہد مرد ایک خانہ نشین کے برابر ہے ؟

کیا ہم اس حقیقت کا انکار کر سکتے ہیں کہ ایک شخص میں خدا کی راہ میں جہاد کرنے کی صفت موجود ہے ۔

اور اس کے علاوہ وہ پاکدامن اور دانشور جیسی صفات سے متصف ہے اور اس نے اپنے تمام وجود کو لوگوں کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے تو اس کی ان صفات کا انکار کیا جا سکتا ہے ؟

ایک شخص تمام انسانی صفات کا مجموعہ ہے اور دوسرا وہ ہے کہ جس کے لیے خدا وند عالم کا ارشاد ہے (یہ لوگ حیوانات سے بھی بدتر ہیں) تو کیا یہ ممکن ہے کہ ان دونوں کو برابر سمجھا جائے ؟

اگر ایک شخص خدا کی خوشنودی کے لیے لوگوں سے محبت کرے اور انہیں دائمی بدبختی اور ہلاکت سے نجات دے تو کیا ایسا شخص لوگوں کی محبت و احترام و اکرام کا مستحق نہیں ہوگا ؟

کیا لوگ ایسے شخص کا شکریہ ادا نہیں کریں گے اور اس کی ان صفات کے قائل نہیں ہوں گے ؟

ولید اور حافظ نے مل کر جواب میں کہا ۔ آپ کی بات بالکل صحیح ہے اور ناقابل تردید ہے میں نے کہا ، اس بنا پر بعض امتیازات ثابت ہوئے اور ان کا پایا جانا بھی ضروری ہے

ورنہ اس کی کوئی اہمیت و قدر و منزلت نہیں ہوگی۔ اگر معاشرے میں نیک لوگوں مجاہدین اور دانشمندوں کے امتیازات کا اقرار نہ کیا جائے تو وہ معاشرہ کبھی بھی ترقی وبلندی کی راہوں کو طے نہیں کر سکتا۔

ولید نے کہا: کہ اسلام انسان کے بعض نسبی امتیازات کا قائل ہے یا نہیں؟

میں نے کہا: نسب کی دو اقسام ہیں:

(اول) وہ نسب کہ جو جسم کے لحاظ سے ایک دوسرے میں فرق رکھتا ہو۔ مثلاً کالا۔ گورا، سفید یا ایسا تفاوت جو خلقت سے تعلق رکھتا ہو اور اس بارے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے (اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا) سورہ حجرات آیت ۱۳)

ترجمہ: ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم ہی نے تمہارے قبیلے اور برادریاں بنائیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ نسلی تفریق، رنگت کا فرق اور شکل وصورت کا مختلف ہونا فقط اور فقط پہچان وشناخت کا وسیلہ و ذریعہ ہے۔ تاکہ اس تفاوت سے ہر ایک کو پہچانا جا سکے۔

(دوم) نسب اصلی جو معنوی امتیازات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مثلاً اگر ایک پورے سلسلہ نسب سے علماء اور دانشور ہوں۔ یا سب کے سب مجاہد ہوں یا سب کے سب سپاہی ہوں۔ یا سب کے سب نیک وصالح اور مومن ومتقی ہوں۔ تو یہ مسلم حقیقت ہے کہ وہ اصلی و اعلیٰ اور حقیقی امتیازات کے مالک ہیں۔

یا یہ کہ نسب اہل تقویٰ وعلم یا مجاہدین اسلام سے نسبت کے لیے ہو

تو انہیں امتیازات کا نام دیا جائے گا اور ایسے امتیازات کا اسلام بھی قائل ہے مثلاً اسلام سادات کے نسب کے لیے اور حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی اولاد کے لیے دو وجوہات کی بنا پر امتیازات کا قائل ہے۔

(اوّل) یہ کہ یہ سلسلہ نسب حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت رسول اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ایسا سلسلہ ہے کہ سب کے سب انبیاء رسول اور صالح افراد ہیں۔ نیز ہم زیارات میں ائمہ اطہار علیہم السلام کے بارے پڑھتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ پاک و پاکیزہ صلب سے ہیں۔ مثلاً زیارت وارث میں حضرت سید الشہداء امام حسین ابن علی علیہ السلام کو مخاطب کرکے پڑھتے ہیں (اَشْهَدُ اَنَّكَ كُنْتَ نُوْرًا فِي الْاَصْلَابِ الشَّامِخَةِ وَالْاَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر آج اس زمانے تک لوگ مسلمان و متقی موجود ہیں حتیٰ ان میں سے اکثر مذہب حقہ شیعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

اکثر سادات ہر زمانے میں سرکش اور ظالموں کے خلاف کلمہ حق کہتے رہے ہیں۔ اور ہمیشہ ظالم و ستمگر ان سے خوفزدہ رہے ہیں۔ ان پہ پابندیاں لگائی گئیں اور یہ لوگ واقعی اسلام کا بہترین نمونہ تھے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ اگر ایک شخص جہاد، علم و تقویٰ کی وجہ سے دوسروں پر فضیلت رکھتا ہو اور اگر وہ نسلی اعتبار سے بھی ان خصوصیات کا حامل ہو تو بطریق اولیٰ اُسے دوسروں پر امتیاز حاصل ہوگا۔ قرآن کریم میں ہے کہ بنی اسرائیل انبیاءؑ کی نسل سے تھے لیکن اُن کے بُرے اعمال کے باوجود خدا نے انہیں دوسروں پر برتری دی ہے۔ چنانچہ درج ذیل آیات ہمارے اس مطلب کا ثبوت پیش کرتی ہیں۔

(۱) وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ
عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَهُمْ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَل لَنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ
إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ۔ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَا هُمْ فِيهِ وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ۔ قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَٰهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ۔

(اعراف آیت ۱۳۸ تا ۱۴۰)

(۲) وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَا
هُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ۔

(جاثیہ آیت ۱۶)

(۳) يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ
عَلَى الْعَالَمِينَ۔ (بقرہ آیت ۴۷)

۱ ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے اس پار اتار دیا تو ایسے لوگوں پر سے گزرے جو اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کی پرستش پہ جمے بیٹھے تھے تو ان کو دیکھ کر بنی اسرائیل موسیٰ سے کہنے لگے اے موسیٰ جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ویسے ہی ہمارے لیے بھی ایک معبود بناؤ موسیٰ نے جواب دیا کہ تم تو بڑے جاہل لوگ ہو یہ لوگ جس مذہب پر ہیں وہ یقیناً برباد ہو کر رہے گا اور جو عمل یہ لوگ کر رہے ہیں وہ سب ملیا میٹ ہو جائے گا۔ موسیٰ نے یہ بھی کہا کہ خدا کو چھوڑ کر میں دوسرے کو تمہارا معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تم کو ساری خدائی پر فضیلت دی ہے۔

۲۔ ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب توریت اور حکومت نبوت عطا کی اور انہیں عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں اور ان کو سارے جہان پر فضیلت دی۔

۳۔ ترجمہ: اے بنی اسرائیل میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے پہلے تمہیں دیں

اور یہ کہ ہم نے تم کو سارے جہان کے لوگوں سے بڑھا دیا۔

ان تمام آیات میں خداوند عالم نے واضح فرمادیا ہے کہ ان کو اپنے زمانے کے تمام لوگوں پر فضیلت دے دی ہے۔

(دوم)

یہ کہ سادات کی برتری و فضیلت فقط پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کے ساتھ نسلی نسبت کی وجہ سے ہے۔

ولید نے کہا: کیا یہ بھی امتیازات کا حصہ ہے کہ اسلام نے اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت کی ہے۔؟

میں نے کہا: فطری و نقلی دلائل سے جو بات ثابت ہوتی ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ امتیاز بھی اسلامی اصلی و واقعی امتیازات میں سے ہے۔

اس بات کی وضاحت کے لیے اس واقعہ پر توجہ فرمائیں۔

مشہد مقدس میں میرا ایک دوست مجھ سے کہنے لگا، کہ میں چھوٹا تھا کہ میرے والدین وفات پا گئے۔ ہم غریب آدمی تھے۔ مشہد کے اردگرد ایک دیہات میں رہتے تھے۔ میرے والدین کی وفات کے بعد غربت و تنگدستی نے مجھے بہت زیادہ گھیر لیا نتیجہ یہ نکلا کہ اس فقر و فاقہ کی وجہ سے میں اپنے آبائی گاؤں کو چھوڑ کر شہر آگیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ جب میں مشہد شہر آیا تو ایک تاجر نے مجھے اپنے پاس رکھ لیا اور میری کفالت کرنے لگا۔ وہ مجھے باپ سے بھی زیادہ پیار دینے لگا۔ اس نے میری شادی کا بھی انتظام کیا شادی کے تمام تر وسائل اس نے پورے کئے۔ مجھے ایک مکان خرید کر دیا اور مجھے اتنا سرمایہ بھی دیا میں نے تجارت کرنا شروع کردی۔ خلاصہ یہ کہ یہ جو کچھ میرے پاس ہے یہ سب اس کی محبت و شفقت

کا ثمر ہے۔

وُہ تاجر فوت ہو گیا خدا اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ اس کا ایک بیٹا تھا جو بہت عیاش تھا اس نے اپنے باپ کی پوری جائداد عیاشی پر خرچ کر دی۔ کچھ عرصہ بعد وہ یہاں سے چلا گیا۔ مجھے کئی سال گزر گئے اس کی کچھ خبر نہ ملی۔

ایک دن میں نے ایک نوجوان فقیر کو دیکھا میری اُس سے کوئی جان پہچان نہ تھی میں اُسے غیر ارادی طور پر گھر لے آیا۔ میں نے اُسے کھانا کھلایا۔ اور کچھ مقدار میں اُسے پیسے دیئے اور وُہ چلا گیا۔ میرا بیٹا یہ تمام واقعات دیکھ رہا تھا اور وہ اس بات پر خوش تھا کہ میں نے ایک نوجوان حاجت مند کی خدمت کی ہے۔

تقریباً دو دن کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان سڑک کے کنارے مانگتا پھر رہا ہے میں اپنے بیٹے کے ہمراہ وہاں سے گزر رہا تھا۔ پہلے پہل میں نے اسے نہیں پہچانا۔ میں نے ارادہ کیا اس کی کچھ مدد کروں۔ جب میں اُس نوجوان کے قریب آیا۔ وہ مجھے پہچان گیا اور چاہتا تھا کہ مجھ سے دور بھاگ جائے لیکن میں بہت جلد اس کے پاس پہنچ گیا۔ جب میں نے دیکھا تو یہ اُسی تاجر کا بیٹا ہے جس تاجر نے مجھے سب کچھ دیا تھا اور میری پوری زندگی اس کی مرہونِ منت ہے۔ وہ مجھ سے شرم کے مارے دور بھاگنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی منت سماجت کی اور اُسے گھر لے آیا۔ میرے بیٹے نے سوچا کہ یہ بھی اس دن کی طرح کوئی حاجت مند ہے۔ لیکن میں نے اپنے بیٹے کو بتایا کہ یہ اُسی تاجر کا بیٹا ہے جس نے مجھے وسائل زندگی عطا کئے تھے۔ یہ جو کچھ میرے پاس ہے یہ سب اس کی عطا ہے۔

بہرحال میں نے گھر آکر اس نوجوان کی خوب خدمت خاطر کی۔ بہترین کپڑے سلا کر دیئے بہت زیادہ رقم بھی اُسے دی۔ میرے بیٹے نے مجھ سے کہا

بابا جان، آپ جتنا زیادہ اُسے دیں حقیقت یہ ہے کہ وہ کم ہے۔ کیونکہ تمہارا مال، تمہارا وجود، تمہاری زندگی یہ سب کچھ اُسی کا ہے۔

میں چاہتا تھا کہ میں اپنے بیٹے کو کچھ سمجھاؤں تو میں نے کہا: اس جوان نے تو مجھے کچھ نہیں دیا۔

میرے بیٹے نے کہا: یہ آپ کا فرمان بجا ہے لیکن اس کے والد گرامی کی وجہ سے ہے۔ اگر ہم اس وقت اس کے والد کا شکریہ ادا کرنا چاہیں تو ہمارے پاس اس کے علاوہ کچھ چارہ نہیں کہ ہم اس کے بیٹے کی خدمت کریں اور اس تاجر کی روح بھی اس وقت ہم سے یہی توقع رکھتی ہے۔ پس آپ کو چاہیئے کہ جس طرح اس کے پدر بزرگوار نے آپ کو سب کچھ دیا تھا آپ بھی اسی طرح اس کے بیٹے کو سب کچھ دیں۔

میں نے کہا کہ بیٹے سچ کہہ رہے ہو، میں بھی اس کے ساتھ اُسی طرح معاملہ کروں گا جیسے اس کے والد گرامی نے میرے ساتھ کیا تھا۔

میں نے اس نوجوان کو الگ بلایا اور اس سے کہا: میرے پاس جو کچھ بھی ہے یہ تمہارے والد گرامی کی دین ہے۔ میری زندگی تمہارے والد کی شفقت و محبت کی رہون منت ہے۔ میرا تمام مال تیرا مال ہے۔ تم جو کچھ چاہو اس میں سے لے لو اور تمہارا دل چاہے تو باقی مجھے بخش دو۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح وہ تاجر میرے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آیا تھا اُسی طرح میں نے بھی اس کے بیٹے سے محبت و شفقت کر کے اپنا فرض ادا کیا اور اپنی گردن پر پڑا ہوا بوجھ ہلکا کیا۔

ولید نے کہا: واقعہ سبق آموز ہے۔ انسان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ حقیر و

حاجت مند کے امتیاز کا قائل ہونا ضروری ہے کہ جو ایسے عظیم انسان کا بیٹا ہے۔ اور اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کا امتیاز ہے کیونکہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے اُن کے اجداد کا صدقہ ہے۔ وہ بھی امتیازات و خصوصیات کے مالک ہیں۔ ضروری ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو انہی بزرگان کا مرہون منت سمجھیں۔

میں نے کہا، خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے، کہ

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۰۳)

ترجمہ: اور تم سب کے سب مل کر خدا کی رسی مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو اور اپنے حال زار پر خدا کے احسان کو تو یاد کرو جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے تو خدا نے تمہارے دلوں میں

ایک دوسرے کی الفت پیدا کر دی تو تم اس کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم گویا سلگتی ہوئی آگ کی بھٹی کے لب پر کھڑے تھے گرا ہی چاہتے تھے کہ خدا نے تم کو اس سے بچا لیا تو خدا اپنے احکام یوں واضح بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ۔)

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر خداوند عالم لوگوں کو مرسل اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ نجات نہ دلاتا تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بدبختی کی آگ میں جلتے رہتے۔ اور اگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے علم، تقویٰ، جہاد اور فضائل و مناقب کی خاطر ہے۔

اس موضوع کی تشریح قرآن کریم میں حضرت خضر و حضرت موسےٰ علیہما السلام کی حکایت میں کردی ہے اور اس کی تائید بھی کی ہے۔ نیز جس وقت حضرت خضر علیہ السلام نے ایک گاؤں میں گرنے والی دیوار کی تعمیر کردی اور چاہا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے لیے اس عمل کے فلسفہ کو بیان کریں تو فرمایا،

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَا اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ۔ (سورہ کہف آیت ۸۲)

ترجمہ: اور وہ جو دیوار تھی جسے میں نے کھڑا کردیا تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان ہی دونوں لڑکوں کا خزانہ گڑا ہوا تھا اور ان لڑکوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا تو تمہارے پروردگار نے چاہا کہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچیں تو تمہارے پروردگار کی مہربانی سے اپنا خزانہ نکال لیں اور میں نے جو کچھ کیا اپنے اختیار سے نہیں کیا بلکہ خدا کے حکم سے کیا ہے۔

ایک معتبر حدیث حضرت امام محمد باقر علیہ السلام و حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے جس میں آپ نے فرمایا:۔

(بچے اپنے والدین کے اعمال کی وجہ سے نجات پائیں گے۔ کیونکہ خداوند عالم نے دو بچوں کے حقوق اُن کے والدین کی نیکی و اعمال صالح کی وجہ سے محفوظ فرمائے (جن کا ذکر حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ میں درج ہے)

عترت کا مفہوم

ایک مرتبہ ایک جگہ علماء اور مقررین حضرات جمع تھے تو ایک واعظ نے مجھ سے سوال کیا کہ (عترت) کا معنی کیا ہے؟

میں نے اُسے جواب دیا:۔ کچھ عرصہ قبل میں نے لغت کی کتب کی تحقیق کے بعد جو کچھ اخذ کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لغت میں (عترت) انسان کی نسل اور ذریت کو کہتے ہیں۔ اور عرب کلمہ عترت کا یہی معنی بیان کرتے ہیں۔

مثلاً، درج ذیل کتب میں یہی معنی بیان کیا گیا ہے

۱۔کتاب مصباح المنیر ۲۔کتاب قاموس ۳۔کتاب تذکرۃ الفقہا للعلامہ۔ ۴۔کتاب ضوء الشہاب ۵۔کتاب اکمال الدین ۶۔معانی الاخبار ۷۔قرب الموارد

بعض اہلِ زبان حضرات کے اقوال کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ (عترت) ذریت کے علاوہ خاندان کے دوسرے افراد پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔

"امالی" شیخ صدوقؒ میں حضرت مسلم بن عقیل کی اولاد کے حالات میں درج ہے کہ فرزندان حضرت مسلم نے داروغہ سے کہا: (کہ ہم تیرے پیغمبر حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت ہیں) حالانکہ وہ مرسل اعظمؐ کی نسل سے نہ تھے۔

بہت زیادہ مواقع پر عترت پیغمبر اسلامؐ کا کلمہ رسولؐ کی غیر معصوم اولاد

کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً "زید بن علی بن الحسین" (تاریخ کی کتابوں میں یہ بات کثرت کے ساتھ ملتی ہے اور یہ حقیقت کسی پر پوشیدہ نہیں ہے)

ایک دن حج کے دوران سرزمین مکہ پر علماء کرام اور حجاج عظام ایک جگہ جمع تھے۔ اور آپس میں حدیث ثقلین پر بحث جاری تھی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (میں تمہارے درمیان گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری عترت) میں خاموش ایک کنارے بیٹھا تھا۔ اور میں اس بحث میں کچھ وجوہات کی بنا پر حصہ لینا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک ایرانی سُنّی نوجوان جو مدینہ اسلامی یونیورسٹی کا طالب علم ہے وہ بھی یہاں بیٹھا ہوا ہے۔ کیونکہ اُس کی مادری زبان فارسی تھی اس لیے وہ فارسی اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اور عربی اس لیے جانتا تھا کہ مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔ لیکن وہ اس بحث کو اچھا نہیں سمجھ رہا تھا۔ لہٰذا میں اس نوجوان کیطرف متوجہ ہوا اور اُس سے سوال کیا ؟ کیا تم حدیث ثقلین کو قبول کرتے ہو؟

اس نے جواب دیا: ہاں یہ حدیث تواتر کے ساتھ وارد ہوئی ہے اس لیے قبول کرتا ہوں۔ لیکن جس پر یہ لوگ بحث کر رہے ہیں وہ یہ کہ پیغمبر اسلام کی عترت فقط حضرت علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ علیہا السلام اور اُن کی معصوم اولاد میں ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ پیغمبر اکرمؐ کی عترت سے مراد وہی ہے جو اُن کے فرامین وارشادات میں روایات وسنت کے عنوان سے نقل ہیں اور وہی بات قرآن کریم کی تفسیر وتشریح میں موجود ہے۔ جیسا کہ بعض روایات میں بھی نقل ہوا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: (اِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللهِ وَسُنَّتِي، میں تم میں دو گرانبہا چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اور وہ کتاب اور سنت ہیں۔)

میں نے کہا: تم کس کسوٹی پر عترت کا معنی سنت کرتے ہو؟
اگر لغت کی کتابوں کو قبول کرتے ہیں تو تمام کتب لغت کا اس معنی پر اتفاق ہے کہ عترت سے مراد انسان کی نسل اور ذریت ہے۔ اور کلمہ عترت کا اطلاق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر معصوم اولاد پر بھی ہوا ہے۔

اس نے کہا: تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ کلمہ عترت کا اطلاق ہمارے زمانے میں بھی پیغمبر اکرمؐ کی اولاد پر ہوتا ہے۔ یعنی آج بھی سادات پر اس کلمے کا اطلاق صحیح ہے؟

میں نے جواب دیا کہ جی ہاں!

اس نے کہا: اگر یہ فرض کر لیا جائے تو اس حدیث کا معنی کیا ہوگا؟

میں نے کہا: اولاً میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ اس روایت میں بھی عترت سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ذریت ہے۔ نیز احادیث میں رہبران اسلام نے فرمایا ہے کہ اس روایت میں عترت سے مراد فقط معصومین ہیں۔ شاید ان کی اس سے مراد یہ تھی کہ جو اہل سید خلافت و امامت کا جھوٹا دعویٰ کریں لوگ ان کی اطاعت نہ کرنے لگ جائیں۔ اور اس حدیث میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کا مقصد بھی یہی ہے۔

جاری ہے

(۲) پس جس طرح قرآن کریم میں "کتے اور شیطان" جیسے الفاظ موجود ہیں اسی طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت میں بھی فاسق اور کافر افراد کا پایا جانا ممکن ہے۔

(۳) جس طرح پورے قرآن کا احترام لازمی ہے اور کوئی شخص وضو کے بغیر قرآن کے الفاظ کو ہاتھ نہیں لگا سکتا حتیٰ کہ "کلب اور شیطان" جیسے الفاظ کو بھی بغیر وضو ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا۔ اسی طرح ضروری ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد کا احترام و اکرام کیا جائے حتیٰ کہ ان کی فاسق و کافر اولاد کی بھی بے حرمتی کرنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ احادیث کی شیعہ و سُنی کُتب میں مختلف متن کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین نقل ہوئے ہیں۔ فرمایا:

"میری اولاد کا احترام کیا کرو اور اُن سے دوستی رکھا کرو۔ نیک سیرت کا احترام خداوند عالم اور ان کی نیکی کی وجہ سے کیا کرو اور ان میں سے گناہگاروں کا احترام میری وجہ سے کیا کرو۔"

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل و اولاد ایک معجزہ ہیں جو آج تک باقی ہے۔ کیونکہ اموی وعباسی خلفاء اپنی عداوت و دشمنی کی وجہ سے اولاد پیغمبرؐ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے دن رات کوشاں رہے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے اور آج جہاں بھی نظر اُٹھائی جائے وہاں ہر جگہ مسلمانوں میں سادات کثرت سے دکھائی دیتے ہیں۔ حالانکہ سادات کو صفحہ ہستی سے مٹانے والے بنی اُمیہ و بنی عباس خود صفحہ ہستی سے ایسے مٹ گئے کہ آج تک ان کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ یہ ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ پس اس بنا پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس حدیث سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد چاہے وہ

صالح ہو یا غیر صالح مراد لی گئی ہے۔

لیکن متواتر احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حدیث ثقلین سے مراد ائمہ اثنا عشر علیہم السلام ہیں۔

(مجمع البحرین) میں اس حدیث سے (عترت) کا معنی واضح ہے۔

(حسن بن علی سے نقل ہوا ہے: حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو گرانبہا چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری عترت اس حدیث کا معنی ومفہوم کیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا "عترت" میں حسن اور حسین اور ۹ امام حسین کی اولاد ہیں۔ اُن میں سے آخری مہدی وقائم علیہ السلام ہیں۔ قرآن اُن سے کبھی جدا نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ قرآن سے کبھی جدا ہونگے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ جائیں گے)

اس بنا پر "عترت" کا معنی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد پر صادق آتا ہے۔ جہاں بھی لفظ عترت جا بجئے بغیر قرینہ کے ذکر ہوا ہے وہاں رسول اکرمؐ کی قیامت تک آنے والی نسل اس لفظ میں شامل ہے (کتاب المنجد (العترة ولد الرجل و ذریة او عشیرته فمن مضی)

لیکن حدیث ثقلین میں یہ قوی احتمال ہے کہ کلمہ عام سے معنی خاص مراد لیا گیا ہے اور فقط ائمہ اثنا عشر مراد ہیں۔

ایک دن اردن کے دار الخلافہ عمان میں میری ملاقات ایک عربی سے ہوگئی۔ جو اپنے ایک دوست کو میری طرف متوجہ کر رہا تھا اور اس سے دریافت کر رہا تھا

کہ ، اس شخص کا عمامہ کالا کیوں ہے ؟ اس کے دوست نے جواب دیا کہ میں بھی نہیں جانتا بہتر ہے کہ خود اس سے ہی دریافت کر لیا جائے ۔

دونوں میرے قریب آئے ۔ مؤدبانہ سلام کیا ۔ اور کہنے لگے ، کیا وجہ ہے کہ شیعہ علماء میں سے بعض سفید عمامہ اور بعض آپ کی طرح کالا عمامہ باندھتے ہیں ؟

میں نے جواب دیا ۔ ایران ۔ عراق ۔ ہندوستان ۔ پاکستان اور افغانستان و دیگر ممالک کے شیعیان حیدر کرار کے درمیان یہ رسم ہے کہ اگر شیعہ علماء پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سے ہوں تو وہ کالا عمامہ باندھتے ہیں اور اگر سید نہ ہوں تو سفید عمامہ باندھتے ہیں ۔

کہنے لگے : کیا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے لوگوں کے مابین کوئی فرق ہے ؟

اس کے دوست نے اس سے کہا : کیا اس دن یونیورسٹی میں ہمارے استاد نے اہل سنت کی کتاب سے روایت بیان نہیں کی تھی جس میں حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام نے حضرت پیغمبر اکرمؐ کی عترت کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ حضرت ہمیشہ اپنی دعا میں پڑھا کرتے تھے ۔ (اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ عِتْرَتُ نَبِیِّکَ فَھَبْ مُسِیْئَھُمْ لِمُحْسِنِھِمْ وَھَبْھُمْ لِیْ)

یعنی : خدایا یہ (اشارہ بہ بنی ہاشم) تیرے پیغمبر کی عترت ہیں ۔ ان کے گناہگاروں کو ان کے نیک سیرت لوگوں کی وجہ سے بخش دے ۔ اور ان سب کو میری وجہ سے بخش دے ۔

وہ کہنے لگا : خوب یاد آگیا ۔ جی ہاں ۔ یہ بہت بڑا امتیاز ہے کہ جس

کے لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہ رب العزت میں درخواست کی؟

عترت کا لغت واحادیث کی کتابوں سے یہی معنی تھا۔

آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معنی کیا ہے؟

۱۳۲۲ ۱۳۳۹ میں حوزہ علمیہ قم میں رہتا تھا اور اُستاد مرحوم آیت اللہ العظمیٰ بروجردی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں جایا کرتا تھا۔ ایک دن اُستاد بزرگوار نے فرمایا: صلوات میں "آل محمد" سے مراد ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔

جب میں رات کو واپس گھر لوٹا۔ تو میں نے کچھ گذارشات کاغذ پر لکھیں اور اپنے استاد بزرگوار کی خدمت میں وہ خط ارسال کر دیا۔

انہوں نے درس کے دوران فرمایا: آپ میں سے کسی ایک صاحب نے "آل محمد" کا معنی تحریر کر کے مجھے بھیجا ہے۔ میں بھی اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ آل محمد میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد شامل ہوتی ہے۔ جس طرح انہوں نے خط میں لکھا ہے۔ آل محمد وہ ہیں کہ خمس ان کا حق ہے اور زکوٰۃ ان پر حرام ہے۔

خط کا اصل متن کچھ یوں تھا۔

محضر مبارک حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقای بروجردی دامت برکاتہ

جناب کی خدمت میں گزارش ہے۔

آپ نے گذشتہ روز درس کے دوران فرمایا۔ کہ صلوات میں "آل محمد" سے مراد ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔ اگر آپ کے پاس اس موضوع پر کوئی اہم دلیل ہے تو ارشاد فرمائیں۔ تاکہ میں اُس سے آگاہ ہو سکوں۔ ورنہ لغت اور متواتر روایات سے

یہ بات واضح ہے کہ آلِ محمدؐ میں حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد شامل ہے بلکہ ہر وہ بنی ہاشم جس پر زکوٰۃ حرام ہے اس میں شامل ہے۔

(میں نے اس خط میں اپنے اُستاد مرحوم کے لیے عربی میں تین احادیث بھی تحریر کیں تھیں لیکن یہاں ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں)

کتاب (وسائل الشیعہ) رسالہ محکم و متشابہ میں نقل فرماتے ہیں کہ تفسیر نعمانی نے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے نقل کیا حضرت نے فرمایا:

(خمس کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ تین حصے یعنی خدا، رسول اکرمؐ اور ذوی القربےٰ کا حصہ امام علیہ السلام لیتے ہیں۔ اور باقی تین حصے یتیم، مساکین اور آل محمد صلوات اللہ علیہ وآلہ میں سے ابن سبیل میں تقسیم کیا جاتا ہے۔)

کتاب "وسائل الشیعہ" ایک دوسری روایت میں امام علیہ السلام نے فرمایا۔

(خمس کا دوسرا نصف حصہ آل محمدؐ کے یتیم، مساکین اور ابن سبیل کے لیے ہے جن پر صدقہ زکوٰۃ حرام ہے۔ اس کے بدلہ میں انہیں خمس دیا جاتا ہے)

ان دونوں احادیث اور دیگر احادیث سے خمس و زکوٰۃ کے باب میں مکمل استفادہ کیا جاتا ہے کہ آل محمدؐ وہ ہیں کہ جن پر زکوٰۃ حرام ہے۔

علامہ شیخ صدوقؒ کتاب "معانی الاخبار" میں صحیح سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں، کہ عبداللہ بن میسرہ حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض گزار ہوا۔

ہم کہتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ یعنی کہتے ہیں کہ ہم آل محمدؐ ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: آل محمد وہ ہیں کہ جن سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حرام ہے۔ یعنی آل محمد آنحضرتؐ کی ذریت ہیں۔

نیز "معانی الاخبار" میں محمد بن سلیمان دیلمی سے نقل ہوا ہے کہ

(میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض گزار ہوا ، میں آپ پر قربان جاؤں . آل کسے کہتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کو کہتے ہیں ۔)

اہل لغت یقیناً کلمہ آل محمد سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت مراد لیتے ہیں ۔

اور بعض نے اس معنی کو وسعت دی ہے اور حضرت کی تمام نسبی اولاد کیطرف بھی نسبت دی ہے ۔

احترامات وسلام خلوص

ایک دن میں آستان قدس رضوی کی لائبریری میں نایاب کتب دیکھنے گیا . لائبریری کے انچارج نے تعجب اور مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا ، اور (سعادة الدارین فی الصلوات علی سید الکونین) نامی کتاب مجھے دی ۔ اور کہنے لگا . ملاحظہ فرمائیں . یہ شخص اس کتاب میں تحریر کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجے اور اس میں حضرت ؐ کی آل کا نام نہ لے اور ان پر صلوات نہ بھیجے تو اس نے پیغمبر اسلام ؐ کی نافرمانی کی ہے . لیکن صاحب کتاب خود جہاں بھی پیغمبر اسلام ؐ کا نام لیتا ہے تو کہتا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت ؐ کی آل کا نام نہیں لیتا ۔

میں نے کہا کہ شاید یہ عادت کی وجہ سے ایسا ہو . نیز آقای نبھانی جو اس کتاب کا مصنف ہے اہل سنت مسلک سے تعلق رکھتا ہے اور یہ ان کی عادت ہے کہ جب بھی وہ حضرت کا نام لیتے ہیں تو یہی کہتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

پس میں نے کتاب کو کھولا۔ اتفاق سے میری نگاہ سب سے پہلے ان الفاظ پر پڑی۔

آل محمد کے معنی اور مراد میں اختلاف ہے۔ میرے نزدیک جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ آل محمد وہ لوگ ہیں کہ جن پر صدقہ حرام ہے۔

محمد بن ادریس شافعی نے بھی یہی مطالب بیان کیے ہیں اور اکثر علماء اہل سنت بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں۔ اور میرے نظریئے کی تائید کرتے ہیں

ابی ہریرہ کی حدیث کہ حسن بن علی علیہ السلام نے فرمایا:

(ہم آل محمد ہیں اسلیئے ہم پر صدقہ حرام ہے۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا: یہ صدقہ لوگوں کے ہاتھ کی میل ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر حرام ہے)

پس میں نے آستان قدس رضوی کی لائبریری کے انچارج سے خواہش کی کہ یہ کتاب مجھے مطالعہ کے لیے عنایت فرمائیں۔ انہوں نے بھی میری اس خواہش کو قبول فرمایا۔ چند دن میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا دیکھا کہ کتاب نسبتاً اچھی ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے یہ کتاب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات کے موضوع پر لکھی گئی ہے۔ مجھے لائبریری کے انچارج نے بتایا۔

ایک فصل میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات کے وقت آل کو شریک کرنے کے بارے مفصل اثبات کیا ہے۔ لیکن خود کسی جگہ بھی صلوات میں آل کو شامل نہیں کیا۔

عمار السیوفی العنصری کہتا ہے:

(ایک شب میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم خواب

میں دیکھا کہ ایک علمی و باعظمت جلسہ میں تشریف فرما ہیں۔ اور آپ مختلف علمی موضوعات پر گفتگو فرما رہے ہیں۔ میں نے اس فرصت کو غنیمت سمجھا۔ اور آنحضرتؐ سے سوال کیا: آپ کی آل کون لوگ ہیں ؟

میرے جواب میں ارشاد فرمایا!

میری آل علی بن ابیطالب علیہ السلام کی اولاد، جعفر و عقیل کی اولاد ہے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے لغت کی کتابوں میں اس معنی کو اسی طرح پایا۔

ایک دن میں بیروت کے شہر بعلبک میں ایک عالم دین کے گھر بیٹھا تھا۔ میرا میزبان۔ کمرے سے باہر گیا ہوا تھا۔ تاکہ میری خاطر تواضع کے وسائل مہیا کرے۔ وہاں اس کمرے میں (نہایۃ ابن اثیر) نامی کتاب رکھی تھی۔ میں نے اس کتاب کو اٹھایا اور پڑھنے کے لیے کھولا تو دیکھا کہ اس موضوع پر بحث ہے۔

ایک روایت ہے کہ جس میں فرمایا ہے محمد و آل محمد پر صدقہ حرام ہے۔ اس کے بعد کہتا ہے (آل محمدؐ) کے معنی میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء اور اہلِ لغت کہتے ہیں کہ آل محمد آپ کی اہلِ بیت ہیں۔ شافعی کہتا ہے۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آل محمدؐ سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اور اس کے بدلے میں ضروری ہے کہ انہیں خمس دیا جائے۔

۱۳۳۰ میں سرزمین مقدس قم میں ایک عالم دین کے گھر میں نے ایک کتاب دیکھی جس کا نام (مقدمہ تفسیر مرآت الانوار) تھا۔ کیونکہ بعد میں تفسیر برھان چھپی اور اس کتاب کو تفسیر برھان کا مقدمہ قرار دے دیا گیا۔ اور اُسے مقدمہ کے طور پر شائع کر دیا گیا۔ میں نے اس کتاب کے ابتدائی مسائل بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ میں نے جو کچھ اس کتاب میں آل کے موضوع پر مطالعہ کیا ہے اس کا خلاصہ پیش

کرتا ہوں۔

مرحوم ابوالحسن شریف عاملی نے آل کے معنی کے لیے روایات نقل کی ہیں۔ وہ معتقد ہے کہ "آل" کا معنی "رجع" ہے۔ کہتا ہے۔ بعض محققین کے اقوال بہت اچھے ہیں ان کا خلاصہ کچھ یوں ہے، کلمہ "آل" کا معنی "رَجَعَ" یعنی "برگشت" ہے۔

پس اس بنا پر جو بھی من حیث نسب یا حسب یا علم یا گفتار یا اخلاق یا خلقت کے لحاظ سے اس کی بازگشت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف ہو تی ہے۔ حقیقتاً وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل ہے۔

ابی بصیر سے نقل ہوا ہے وہ کہتا ہے،

میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ آل محمد کون لوگ ہیں؟

آپ نے فرمایا! پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت ہیں۔

میں عرض گزار ہوا۔ ان کی اہل بیت کون ہے؟

آپ نے فرمایا! ائمہ طاہرین علیہم السلام اور اُن کے اوصیاء ہیں۔

پھر میں نے سوال کیا! ان کی عترت کون ہیں؟

فرمایا! اصحاب عبا ہیں۔

اگر کوئی اس روایت پر دقیق توجہ کرے تو بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جب اس روایت میں آل محمدؐ کے بارے سوال ہوا ہے تو اس میں وہی آل مراد لی گئی ہے جو صلوات میں ہے، یا اس کا مطلق معنی پوچھا گیا ہے۔ لیکن جب کلمہ اہل بیت کے بارے سوال ہوگا تو اس سے مراد معصومینؑ ہونگے کہ جن کا ذکر آیت تطہیر میں ہوا ہے۔

لیکن جب عترت کے بارے سوال ہوا تو اس سے وہی عترت مراد لی گئی

جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت زندہ موجود تھی۔ جن کا ذکر حدیث ثقلین میں بھی ہوا۔

کتاب (عمدۃ الطالب) میں تحریر کرتے ہیں۔ ابوعلی عمر سید ہیں۔ اور علویین و عباسیین کے درمیان جنگ کا سبب بنا تھا۔ جب یہ سید مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو سید مرتضیٰؒ اس کا بہت زیادہ احترام و اکرام کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ جب تم (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ) کہتے ہو تو اس میں ابوعلی شامل ہوتا ہے۔ لیکن جب اللھم صلی علی محمد و آلہ الطاہرین کہا جائے تو اس وقت ابوعلی اس میں شامل نہیں ہوگا۔ نیز وہ اُن کے طاہرین و طاہرات میں سے نہیں ہے۔

ایک دن میں قم مقدس ایک بزرگ عالم و مرجع کے گھر بیٹھا تھا جن کی شخصیت کُتب کی جمع آوری اور لائبریری کے قیام کی وجہ سے مشہور و معروف ہے۔ گفتگو کے دوران آل محمد کا معنی زیر بحث آیا۔ وہ بزرگ عالم فرمانے لگے۔ میرے خیال میں کوئی اہلِ لغت ایسا نہیں ہوگا کہ جس نے آل محمد کے معنی کے لیے ایسی روایت دیکھی ہو کہ جس میں آل محمد سے بنی ہاشم مراد لیے گئے ہوں حتیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اور حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی اولاد مراد لی گئی ہو ایسا دیکھنے میں نہیں آیا۔

پس اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ممکن ہے کہ تم لائبریری میں کتابوں کا مطالعہ کرو اور اس کلمہ آل محمد کے معنی میں تحقیق کر کے مجھے مطلع کرو۔ میں نے دو دن میں ایک سو سے زیادہ کتابوں کا مطالعہ کیا۔ لغت اور احادیث میں آل کے معنی پر تحقیق کی۔ اور اس طرح اُن بزرگوار کی خدمت میں اپنے مطالعہ کا نتیجہ پیش کیا۔

بہت زیادہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل سے مراد قیامت تک آنے والے بنی ہاشم ہیں۔ اور لغت میں آل کا معنی اہل کیا گیا ہے۔ ان دونوں کلمات کے درمیان یہ فرق بیان ہوا ہے۔ کہ آل کے معنی میں شرافت کا لحاظ رکھا گیا ہے لیکن اہل کے معنی میں اس قید کو ذکر نہیں کیا گیا۔

چونکہ صلوات اور بعض دوسرے فضائل ایک خاص حیثیت رکھتے ہیں اور ممکن نہیں ہے کہ ان میں بنی عباس شامل ہوں۔ فرمایا کہ اس قسم کے فضائل میں آل کا معنی فقط پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت پر لاگو ہوتا ہے۔ لفظ عام کہا گیا ہے مگر معنی خاص لیا گیا ہے۔

یہاں جو کچھ اوپر بیان کر چکے ہیں اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد اس کے بحث کے فوائد کی فہرست بیان کریں گے۔

بطور خلاصہ یہ کہ لغت کی تمام کتابوں میں آل محمد کا معنی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روز قیامت تک تمام ذریت اور وہ تمام اولاد و اقوام ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور جنہیں خمس دیا جا سکتا ہے۔

لیکن روایات میں جو اہل علم و دانش کے لیے بیان کیا گیا ہے اس معنی میں آیا ہے۔ نیز زکوٰۃ کے باب میں مکرر احادیث میں کہا گیا ہے کہ زکوٰۃ آل محمدؐ پر حرام ہے۔ اور خمس کے باب میں روایات میں تشریح ہوئی ہے کہ خمس کا نصف حصہ ضروری ہے کہ سادات کو دیا جائے اور ان دو گروہوں کی احادیث میں قرینہ کے ساتھ تشریح کی گئی ہے اور فقہ کی کتابوں میں آل محمدؐ میں روز قیامت تک آنے والے بنی ہاشم شامل ہیں۔

آیت (ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ) کے معنی اور تفسیر کے باب میں تیس سے

زیادہ روایات اس بات کی تشریح کرتی ہیں کہ مصطفین سے مُراد آل محمد ہیں۔ جن کا ذکر اسی کتاب میں کیا جائے گا۔ اور بغیر تردید کہا جاسکتا ہے کہ اس آیت میں آل محمد کا معنیٰ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی معصوم وغیر معصوم اولاد ہے۔ انشاء اللہ ہم ایک مستقل باب میں اس موضوع پر بحث کریں گے۔

ان کے علاوہ وہ احادیث ہیں کہ جو خود حضرات ائمہ طاہرین علیہم السلام نے بیان فرمائی ہیں جب اُن سے آل محمد کے معنی کے بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب ارشاد فرمایا کہ آل محمد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی اولاد ہے۔ لہٰذا اگر ہم اس کتاب میں لکھ دیں کہ سادات دوزخ کی آگ میں نہیں جلائے جائیں گے تو یہ بات حقائق پر مبنی ہوگی۔

معانی اہلبیتؑ

کتب لغت دیکھنے والے ہر شخص کو معلوم ہوگا کہ اگر ادیشے معنی لفظ اہل۔ لفظ آل سے وسیع تر نہ ہو تو کم از کم محدود ہرگز نہیں ہے۔ بنا بریں بلاکم و کاست اہل نبی وہی ہوں گے جو آل نبی ہیں۔

• مجمع البحرین ——— اہل آل ہی ہے۔

• المنجد، حصہ ادب و علم۔ اُمت مسلمہ نے معانی اہلبیتؑ میں اختلاف کر دیا ہے۔ اہلسنت کا کہنا ہے کہ تمام بنی ہاشم بشمول ازواج اہلبیتؑ ہیں۔ جبکہ شیعوں کے نزدیک صرف حضرت علیؑ۔ جناب فاطمہؑ اور ان کی اولاد اہلبیتؑ ہے۔

ایک دن قم میں جناب زہراء کی ایک مجلس شہادت میں جانے کا اتفاق ہُوا۔ اس مجلس میں دیگر علماء کے علاوہ ایک بزرگ منش ولی مزاج سید بھی تشریف فرما تھے۔ چنانچہ میں نے بالخصوص انہیں مخاطب کر کے عرض کیا۔ السلام علیکم یا اہلبیتؑ النبوۃ۔ میرے اس انداز میں سلام کرنے پر تقریباً تمام موجود علمائے کرام نے مجھے آڑے ہاتھوں لیا۔

• ایک نے فرمایا ——— اہلبیتؑ صرف وہی ہیں جو آنحضورؐ کے گھر رہتے تھے۔

• دوسرے نے فرمایا ——— اہلبیتؑ صرف اصحاب کساء پنجتن پاک ہیں۔

• تیسرے نے فرمایا ——— آپکی یہ بھی بڑی مہربانی ہے کہ آپ نے ان صاحب کے

لیے پوری زیارت جامعہ ہی نہیں پڑھ ڈالی۔

و چوتھے نے فرمایا ——— اہلبیت کا مصداق صرف جناب زہراؑ اور آپ کے بارہ معصوم اور امام فرزند ہیں۔

و پانچویں نے فرمایا ——— جہاں تک میں سمجھتا ہوں ازواج بھی اہلبیت ہیں۔

و چھٹے نے فرمایا ——— اہل نبی سادات وغیر سادات کے تمام متقی افراد کو شامل ہے جیسا کہ السلمان منا اہلبیت ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ چھ افراد نہیں بلکہ اُمت مسلمہ کے یہ چھ نظریات ہیں جو ہر ایک نے اپنی اپنی پسند کے مطابق پیش کیے ہیں مناسب ہوگا اگر اس جگہ ان چھ نظریات سے بحث کر لی جائے چنانچہ میں نے عرض کیا۔ محترم حضرات! ——— یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ لفظ اہل از روئے معنی آل کا ہم معنی ہے بس ذرا سا فرق ہے اور وہ یہ کہ لفظ اہل لفظ آل کی نسبت قدرے عام ہے کیونکہ لفظ آل کا اطلاق اشراف اور ذوالمرتبہ افراد سے مخصوص ہے جبکہ لفظ اہل کا اطلاق شریف رذیل ہر ایک پر ہوتا ہے۔ مثلاً یہ تو کہا جا سکتا ہے۔ اہلِ محلہ۔ اہل شہر۔ اہلِ مملکت۔ لیکن آل محلہ، آل شہر اور آل مملکت نہیں کہا جا سکتا۔

بنا بریں جس طرح آل محمد کہنا جائز ہے اسی طرح اہلِ محمد کہنا بھی درست ہوگا۔ جیسا کہ حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کے متعلق عرض کیا ہے ان بنی من اھلی۔ میرا بیٹا میرے اہل سے ہے لیکن جہاں تک بیت کی اضافت کا تعلق ہے تو اس سے لفظ اہل کو اگر صرف انہی افراد میں محدود کر دیا جائے جو آنحضورؐ کی چار دیواری میں تھے تو بات بننے کی بجائے بگڑ جائے گی کیونکہ اس طرح تمام ازواج داخل اہلبیت ہو جائے گی اور حضرت علیؑ اور حسنینؑ شریفین اہلبیت کی حدود سے باہر رہ جائیں گے۔ جبکہ اُمت مسلمہ میں سے آج تک کوئی بھی دانشمند اس نظریہ کا قائل نہیں ہے۔ خصوصاً جب آیہ تطہیر میں۔ عنکم۔ یطہرکم۔ کے خطاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلبیت میں مردوں

کی تعداد زیادہ ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ آنحضورؐ کی چار دیواری میں مردوں کی نہیں عورتوں کی کثرت تھی

لہٰذا ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ بیت کا مصداق صرف وابستگان نبی کریم ہونگے۔ جب تک کسی مخصوص قرینہ سے کسی کو خارج نہ کیا جائے اس وقت تک تمام وابستگان نبوبیہ جدہ ود اہلبیتؑ میں داخل ہونگے۔ جس طرح آیۂ تطہیر میں ایک قرینہ موجود ہے کہ اہلبیتؑ سے مراد صرف حضرت علیؑ۔ جناب زہراؑ۔ اور حسنینؑ شریفین ہیں۔ اسی طرح بعض روایات کے مطابق تمام ائمہ اثنا عشر کو شامل اہلبیتؑ بنایا گیا ہے۔ یعنی ان قرائن کی بنا پر ہم اہلبیتؑ کے مصداق کو محدود یا وسیع کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد میں نے ان جناب کی طرف توجہ کی جنہوں نے فرمایا کہ کیا آپ نے اُن کے حق میں پوری زیارت جامعہ نہیں پڑھ ڈالی۔ ہے

میں نے عرض کیا۔ اگر میں نے اُن کے حق میں پوری زیارت جامعہ پڑھ بھی ڈالتا تو بھی اس میں کوئی مانع نہ تھا کیونکہ جب اہلبیت کا اطلاق تمام وابستگان رسالت پر ہوتا ہے اور یہ سید بھی ان وابستگان میں سے ایک ہیں پھر ان کے لیے زیارت جامعہ پڑھ لینے میں کونسا حرج ہے۔ مثلاً جب ہم زیارت جامعہ میں کہتے ہیں۔ بکم فتح اللّٰہ وبکم یختم۔ اللہ نے آغاز کائنات تم خاندان رسالت کے وسیلہ سے کیا ہے اور اختتام عالم بھی تمہارے ذریعہ کرے گا تو اس خطاب کا مخاطب اگر خاندان رسالت کے کسی ایک فرد سے کیا جائے اگرچہ وہ فرد آغاز و اختتام کا مصداق تمام نہیں ہوگا لیکن بحیثیت ایک جزء کے تو اس خطاب کا مخاطب ہو سکتا ہے۔

اسی دوران حاضرین مجلس میں سے ایک عالم نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو بالکل اسی قسم کی گفتگو میری کل ایک ایسے شخص سے ہوئی ہے جو بنی اسد سے ہونیکا مدعی ہے اور اس نے اپنے نام کے ساتھ بنی اسدی بھی لگا رکھا ہے؟

میں نے کہا۔ بسم اللہ ضرور فرمائیے۔

اس نے کہا۔ میں نے بنی اسدی سے کہا کہ ہم لوگ تمہارا احترام کرتے ہیں اور تمہیں اس لیے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ تمہاری وساطت سے فرزند رسُول کے بے گور جسم کو دفن نصیب ہوا تھا۔

میں نے کہا ـــــ آپ نے درست کہا ہے۔ اس قسم کے خطابات لوگوں میں معمول ہیں۔ میں نے تو یہ بھی سُنا ہے کہ ہمارے علماء میں سے بعض علماء۔ زیارت جامعہ بعض امامزادگان کے مزارات پر جاکر پڑھتے ہیں۔ سرکار شیخ مرتضیٰ انصاری کے متعلق تواتر سے منقول ہے کہ نجف اشرف سے باہر ایک سید کے گھر تشریف لے جاتے تھے اور وہاں زیارت جامعہ پڑھتے تھے بعض اوقات وہاں حضرت حجت بھی تشریف لاتے تھے اور شیخ موصوف کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرماتے تھے۔

اس کے بعد میں ان سے مخاطب ہوا جنہوں نے فرمایا تھا کہ۔ ازواج بھی مصداق اہلبیت بن سکتی ہیں۔

میں نے عرض کیا، جہاں تک تنہا لفظ اہل کا تعلق ہے تو اس میں شک نہیں کہ بلا اضافت بیت ازواج کو شامل ہوتا ہے مثلاً حضرت موسیٰؑ کے واقعہ میں ہے فقال لاهله امكثوا اني انست نارا۔ حضرت موسیٰ نے اپنی بیوی سے فرمایا۔ ٹھہرو میں نے وہاں آگ دیکھی ہے آیت میں یقیناً اہل کا مصداق زوجہ حضرت موسیٰ ہے۔

اس سے زیادہ واضح حضرت یوسف کا واقعہ ہے جب زلیخا نے بارادہ بدعملی آپ کے گرد گھیرا ڈالا۔ حضرت یوسف جان بچاکر باہر نکلے زلیخا نے پیچھے پیراہن کو پکڑ لیا۔ قمیض پھٹ گیا کہ اتفاقاً زلیخا کے شوہر نے دیکھ لیا زلیخا نے شوہر کو دیکھ کر فوراً پینترا بدلا اور شوہر کو مخاطب ہو کر کہا۔

ما جزاء من اراد باهلك سوءً ۔ اس شخص کو کیا سزا ہوگی جو آپ کی بیوی

سے برائی کا ارادہ رکھتا ہو۔

ان روایات سے واضح ثابت ہوتا ہے کہ از روئے قرآن لفظ اہل کا اطلاق زوجہ پر ہوتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جب لفظ اہل کو کسی چیز سے مضاعف کیا جائے تو پھر اس کا معنی کیا ہوگا ۔ اس سلسلہ میں ہمیں اپنی طرف سے کچھ کہنے کا حق نہیں ہوگا۔ بلکہ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ قائل اور متکلم کا مقصود کیا ہے ۔

مثلاً ایک شخص اہل مکہ کہتا ہے۔ تو ہمیں یہ دیکھنا ہوگا۔ کہ اہل مکہ سے مقصود متکلم کیا ہے۔ کیا ہر وہ شخص جو حدود مکہ میں رہتا ہے اہل مکہ کا مصداق ہوگا۔ خواہ اُسے یہاں رہتے ہوئے ایک دن ہوا ہے یا ایک ہفتہ ہوا ہے یا ایک برس ہوا یا چالیس برس سے رہتا ہے یا صرف وہ افراد اہل مکہ کا مصداق ہیں جو مکہ میں پیدا ہوئے ہیں ۔

ہر دانشمند یہی کہے گا کہ مذکورہ مثال اور اس جیسی تمام مثالوں میں اس تعیین کا حق ہمیں نہیں ہے بلکہ یا تو عرف عام کو دیکھا جائیگا کہ عرف عام میں اہل مکہ کا مصداق کون ہوتے ہیں اور یا متکلم سے وضاحت چاہنا ہوگی کہ اہل مکہ کا مصداق آپ کی نگاہ میں کون ہیں ۔

یہی صورت اس وقت ہوگی جب لفظ اہل کو بیت سے مضاعف کیا جائے۔ کیونکہ قطعی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا اہلبیت کا مصداق صرف وہی افراد ہیں جو چار دیواری میں رہتے ہیں ۔ بلکہ اہلبیت کا مصداق آنحضورؐ کی فکر و نظر سے معین کرنا ہوگا۔ کیونکہ لفظ اہلبیت اللہ نے استعمال فرمایا ہے۔ اور ترجمان وحی آنحضورؐ سے زیادہ اور کوئی نہیں ہے۔

لہٰذا ہمیں تفسیر اہل بیت کے لیے آنحضورؐ سے منقول روایات و احادیث کی تلاش کرنا ہوگی۔ اگر آنحضورؐ ازواج کو اہلبیتؑ سے بتائیں تو مصداق اہلبیتؑ ازواج

ہونگی اگر آپ ازواج اور حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور حضرت حسنینؑ کو قرار دیں تو وہی مصداق اہلبیتؑ ہونگے اور اگر آنحضورؐ صرف حضرت علیؑ، حضرت زہراؑ اور جناب حسنینؑ کو مصداق اہلبیتؑ بتائیں تو ہمیں کھلے دل سے ان کے فرمان کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ ہمیں اپنی طرف سے نہ کچھ کہنے کا حق ہے اور نہ تعیین کی اجازت ہے۔

ـــــ ازواج داخل اہلبیت نہیں ـــــ

اصحاب نبیؐ ـــ تابعین صحابہ ـ اور ائمہ اہلبیتؑ سے متواتر روایات کے مطابق ازواج داخل اہلبیت نہیں ہیں۔ ان روایات کے نفس مضمون کے علاوہ جو مثال دی گئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

ازواج کی حیثیت بالکل ایسی ہے جیسی ایک کسی شہر میں آنیوالے مسافر کی ہوتی ہے۔ جسطرح ایک مسافر کسی شہر میں آکر عارضی طور پر کئی دن قیام کرتا ہے اور اہل شہر سے شمار نہیں ہوتا۔ اس طرح ازواج صرف لفظ۔ انکحت سے چاری دیواری میں داخل ہوتی ہیں اور لفظ طلقت سے بیرون چار دیواری چلی جاتی ہیں۔ لہذا اہلبیت سے شمار نہیں ہوسکتیں یہی وجہ ہے کہ جب ام المومنین ام سلمہ نے زیر کسا آنیکی کوشش کی تو جناب نبی اکرمؐ نے فرمایا۔ یا ام سلمہ انک علی خیر۔ اے ام سلمہ تو نیک ہے لیکن مصداق اہلبیت نہیں ہے لہذا زیر کسا نہیں آسکتی۔

حضرت علیؑ، جناب زہراؑ اور جناب حسنینؑ تاقیامت اہلبیتؑ سے ہیں۔

ممکن ہے بعض افراد یہ خیال کرتے ہوں کہ اہلبیتؑ کا مصداق پنجتن پاک کے علاوہ صرف ائمہ معصومین ہی ہیں۔ لیکن جہانتک تحقیق حق کا تعلق ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلبیت کا تعلق صرف معصوم افراد سے نہیں ہے بلکہ ذریت نبیؐ کے غیر معصوم افراد پر بھی روایات واحادیث میں لفظ اہلبیت کا اطلاق کیا گیا ہے۔ مثلاً۔

سرائر میں ابن ادریس نے حذیفہ یمان سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضورؐ نے زید ابن حارثہ کو دیکھا تو رو پڑے اور فرمایا اس کا ایک ہمنام جو میرے اہلبیتؑ سے ہوگا۔ راہ خدا میں شہید ہوگا۔ اس کا لاشہ سولی پر چڑھایا جائیگا۔

میرے اہلبیت سے مظلوم تر ہوگا۔ اے زید ابن حارثہ میرے قریب آ۔ تیرے نام نے تجھے میرا محبوب بنا دیا ہے۔

تو میرے اہلبیت سے میرے محبوب ترین فرد کا ہمنام ہے۔

حذیفہ کی اس روایت میں زید ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابیطالب مراد ہیں جو قطعاً غیر معصوم تھے لیکن کہ آنحضورؐ نے اہل بیت سے شمار کیا ہے۔ غیر معصوم ذریت رسول پر

اہلبیت کے اطلاق کی دوسری قسم کی روایات وُہ ہیں جو وسائل الشیعہ وغیرہ کے باب الخمس میں ہیں جن میں تقسیم خمس کے سلسلہ میں بتایا گیا ہے کہ نصف سہم سادات جو اہلبیت کے یتامیٰ، مساکین فقراء اور مسافروں میں تقسیم کیا جائے گا۔

غیر معصوم ذریت رسُول پر تیسری قسم کی روایات۔ ثم اورثنا الکتاب کے ضمن میں تفسیری روایات میں بتائی گئی ہیں۔ اور ائمہ اہلبیت تواتر کے ساتھ فرمایا ہے کہ آیت میں ایک گروہ غیر معصوم اہلبیت محمدؐ کے افراد سے متعلق ہے۔

غیر معصوم ذریت رسول پر اہلبیت کے اطلاق کے سلسلہ میں چوتھی قسم کی روایات باب الزکوٰۃ میں ہیں جن میں بتایا جاتا ہے کہ غیر سادات کی زکوٰۃ اہلبیت نبویؐ کے یتامیٰ، مساکین فقراء اور مسافروں پر حرام ہے۔

لہٰذا ازراہِ انصاف یہ تسلیم کر لینا چاہیئے۔ اسلام اور قرآن کی رُو سے اہلبیت کا اطلاق ذریت جناب زہراؑ پر ہوتا ہے خواہ وُہ معصوم ہوں یا غیر معصوم۔ جہاں تک ازواج کا تعلق ہے وُہ اہل وعیال نبی ضرور ہیں لیکن اہلبیت میں شامل نہیں ہونگی۔

آخر میں میں نے اس عالم کو مخاطب کیا جنہوں نے فرمایا کہ اہلبیت کا اطلاق اُمّت محمدیہ کے تمام متقی افراد پر ہوتا ہے۔ گذارش یہ ہے کہ جناب سلمان کو من اہلبیت سے فرمانا یہ قطعاً یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ نے جناب سلمان کو من اہلبیت فرما کر اہلبیت فرما کر اہلبیت سے شمار کیا ہے۔ کیونکہ ظاہر کلام یہ ہے کہ۔ سلمان ہم سے ہے۔ سلمان ہمارا فرمانبردار ہے۔ اور ہمارے دشمنوں سے نہیں ہے۔

اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ آپ نے سلمان کو اہلبیت سے شمار کیا ہے تو سلمان کے من اہلبیت مجازاً کہنے کا قرینہ موجود ہے اور وُہ قرینہ یہ ہے کہ عرف عام میں ایک بزرگ آدمی کسی فرمانبردار بچے کے متعلق کہتا ہے۔ یہ تو میرا بیٹا ہے۔ ظاہر ہے اس کا

مقصد ہرگز نہیں ہوتا کہ میرا نسبی بیٹا ہے۔

لہٰذا جہاں کہیں لفظ اہلبیت بلا قرینہ استعمال ہو تو اس سے مراد صرف اور صرف ذریت جناب زہراء ہوگی۔

نبی اکرمؐ کا حسب و نسب —
تاقیامت منقطع نہیں ہوگا —

اتفاقاً ایک مرتبہ ایک آیۃ اللہ کے حضور بیٹھا تھا کہ ایک مختصر سا مباحثہ ہوا جس کا خلاصہ یوں تھا۔

ایک شخص نے حضرت آیۃ اللہ سے سوال کیا۔

کیا آپ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ عصر حاضر کے سادات بھی ذریت رسول ہیں؟

انہوں نے فرمایا، بالکل میرا یہی عقیدہ ہے جسطرح تیرہ سو برس پہلے سادات پر اہل بیت رسول کا اطلاق ہوتا تھا۔ اسی طرح آج بھی ذریت رسول پر اہلبیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ لیکن آج کچھ دانشمند ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ چونکہ آج کے سادات کا سلسلہ نسب آنحضورؐ سے بہت دور ہو چکا ہے اس لیے انہیں ذریت رسول نہ سمجھا جائے تو بہتر ہوگا۔

اس محفل میں ایک اور صاحب بھی تشریف فرما تھے انہوں نے بھی حضرت آیۃ اللہ کے اس قول کی تائید کی جو انہوں نے کسی دانشمند کی زبانی نقل کیا اور کہا کہ بات درست ہے۔ کیونکہ اگر بعد زمانی کو مد نظر نہ رکھا جائے تو آج کے تمام افراد کو یہ کہنے کا حق ہے

کہ ہم اولادِ پیغمبر ہیں۔ کیونکہ تمام انسان حضرت آدم کی اولاد ہیں اور حضرت آدم بھی نبی ہی تھے۔

اس وقت میں نے عرض کیا۔ میرا ایک سوال ہے کہ۔ کیا ہمارا اور نبی اکرمؐ کا زمانی فاصلہ زیادہ ہے یا نبی اکرم اور حضرت آدم کا زمانی فاصلہ زیادہ ہے؟

انہوں نے کہا۔ ظاہر ہے کہ نبی اکرم اور حضرت آدم کا زمانی کا فاصلہ بہت زیادہ ہے۔

میں نے عرض کیا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ نے اس زمانی فاصلہ کو مدِ نظر نہیں رکھا اور جب آنحضورؐ پر قرآن نازل کیا تو تمام انسانوں کو۔ یا بنی آدم۔ کہکر مخاطب کیا۔

علاوہ ازیں اگر زمانی فاصلہ کو مدِ نظر رکھنا ہے تو پھر خمس میں سہم سادات کو ختم کیوں نہیں کیا جاتا۔ اور زکوٰۃ میں غیر سادات کی زکوٰۃ سے سادات کو کیوں محروم کیا جاتا ہے اگر زمانی فاصلہ خمس اور زکوٰۃ میں سادات اور غیر سادات کی تفریق سے مانع نہیں ہے تو دیگر احکام میں یہ فاصلہ کیوں رکاوٹ بنے گا۔

جہاں تک حقائق کا تعلق ہے زمانی فاصلہ کسی بھی لحاظ سے حارج نہیں بن سکتا۔ پھر خصوصاً آنحضورؐ کے سلسلہ نسب میں خود آنحضورؐ سے تصریح کے ساتھ منقول ہے کہ ہر نسب منقطع ہو جائیگا لیکن میرا نسب قیامت میں بھی منقطع نہیں ہوگا۔ اس سلسلہ میں احادیث نبویہ شیعہ سُنّی کتب میں حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔

کل نسب منقطع یوم القیامۃ الا نسبی۔

قیامت کے دن ہر نسب منقطع ہو جائے گا لیکن میرا رشتہ برقرار رہے گا۔

جب قیامت کا زمانی نسب کے اتصال میں حاج نہیں ہے تو پھر دنیا میں یہ فاصلہ کیسے رکاوٹ بن سکے گا۔

ممکن ہے کہ کوئی سوال کرے کہ۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ قیامت میں ہر نسب تو منقطع

ہو جائے گا لیکن آنحضورؐ کا نسب منقطع نہیں ہوگا۔

اس جواب سے پہلے ایک بات ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اس انقطاع نبی سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ قیامت میں نسب رہے گا ہی نہیں نہ کوئی باپ ہوگا نہ کوئی بیٹا ہوگا۔ نہ بیوی ہوگی اور نہ بیٹی ہوگی۔ کیونکہ قرآن میں صراحت کے ساتھ ان رشتوں کی بقا بتائی گئی ہے۔ یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ۔ اس دن کو یاد کرو جب دن انسان اپنے بھائی۔ اپنی ماں۔ اور اپنے باپ سے بھاگے گا۔ اگر ایک شخص بھائی کو بھائی۔ ماں کو اور باپ کو باپ نہ سمجھتا ہوگا تو ان سے بھاگے گا کیوں ہے

اس انقطاع کا معنی یہ ہے کہ کوئی بلند سے بلند اور پست سے پست نسب ملحوظ نہیں ہوگا۔ جبکہ آنحضورؐ سے نسب ملحوظ ہوگا۔ اور یہ ہم اس دنیا میں دیکھ رہے ہیں کہ کتنے عالی حوصلہ اور بلند ہمت انسان اس دنیا میں گزرے ہیں لیکن ان کی اولاد دو پشتوں سے زیادہ اپنے عالی ہمت۔ بلند حوصلہ اور معروف باپ یا دادا پر فخر نہ کر سکی۔ اگر کوئی نسب زیادہ چلا تو سات پشتوں تک چل سکا اس سے آگے بس۔ تاریخ شاہد ہے کہ کتنے شہنشاہوں کی اولاد آج اپنے شہنشاہ باپ پر فخر کرتی ہے۔

جہاں تک سرور انبیاء کے سلسلہ نسب کے عدم انقطاع کا تعلق ہے تو واضح ہے کہ ختم نہیں ہوگا کیونکہ اس کا انتظام خالق کونین نے کئی لحاظ سے کر رکھا ہے۔ مثلاً
ذات احدیت نے قیامت تک دین نبی کو باقی رکھا ہے۔
ذات احدیت نے تا قیامت قرآن نبوی کو باقی رکھا ہے۔
خالق کون و مکان نے تا قیامت آنحضورؐ کے نام کو باقی رکھا ہے۔
مالک دو جہاں نے تا قیامت آپ کی شخصیت کو باقی رکھا ہے۔
جب تک آنحضورؐ کا دین۔ قرآن۔ نام۔ اور شخصیت باقی ہے اس وقت تک آپ

کا نسب باقی ہے۔ اور جس طرح پہلی صدی کی ذریت نبو یہ فخر سے کہہ سکتی تھی کہ ہم اولاد نبی ہیں اسی طرح آج بھی سادات کہہ سکتے ہیں کہ ہم ذریت رسول ہیں اور قیامت کے دن بھی تمام سادات کہہ سکیں گے کہ ہم آل نبی ہیں۔

کیونکہ جب قیامت میں سوال ہی آنحضورؐ کی رسالت۔ آنحضورؐ کے دین۔ اور آنحضورؐ کے نام کا ہوگا تو سادات وہاں بھی کہہ سکیں گے ہم اپنے نانا محمد کے دین پر تھے۔ نانا محمدؐ کے قرآن پر ایمان رکھتے تھے اور نانا محمد کے نام کا کلمہ پڑھتے تھے۔ امید ہے اب میرے قارئین کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ گئی ہوگی کہ آنحضورؐ کے سلسلہ نسب کے منقطع ہونیکی وجہ صرف روایتی نہیں ہے بلکہ منطقی اور طبعی ہے۔

بنا بریں سادات بنی فاطمہ خواہ پہلی صدی کے ہوں یا پندرھویں صدی کے۔ یا قیامت کے دن ہوں عظمت وقار احترام اور نسبی فضیلت میں یکساں ہیں اور ان میں زمانی فاصلہ وغیرہ جیسے حادثات رکاوٹ نہیں بن سکتے۔

اور جس طرح پہلی صدی کے سادات مستحق خمس تھے اسیطرح آج کے سادات مستحق خمس ہیں۔

جس طرح پہلی صدی کے سادات پر زکوٰۃ حرام تھی اسیطرح آج کے سادات پر زکوٰۃ حرام ہے۔

جس طرح پہلی صدیؔ کے سادات نسبی اعتبار سے لائق احترام تھے اسی طرح آج کے سادات قابل عزت ہیں۔

اور جس طرح پہلی صدی سیدانیوں سے غیر سادات کا عقد باعث توہین اور تقصیر حق آل محمد تھا اسیطرح پندرھویں صدی کی سادانیوں سے بھی غیر سادات کا عقد باعث توہین اور تقصیر حق آل محمد ہے۔

سادات کی محبت اور احترامِ سادات واجب ہے

جنابِ زہرا کی عظمتوں میں سے ایک یہ بھی عظمت ہے کہ جنابِ سیدہ کی اولاد کے احترام اور محبت کو ذاتِ احدیت نے تمام بنی آدم کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔

سرکار علامہ شیخ صدوق نے تو اپنے اعتقادات میں بھی احترام و محبت سادات کو شیعہ کے مسلمہ عقائد میں درج کیا ہے فرماتے ہیں:

اولادِ علیؑ و فاطمہؑ کے سلسلہ میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ افراد تا قیامت آلِ پیغمبر ہیں اور اُن سے محبت اور اُن کا احترام واجب ہے کیونکہ یہ اجرِ رسالت ہے۔

بلا تفریق مسلک تھوڑا یا زیادہ تمام اسلامی فرقوں کے مسلمہ علماء نے اولادِ جنابِ زہراؑ کے احترام و محبت کو واجب قرار دیا ہے اس متفقہ بین الامت کے نظریہ کی بنا پر بلا تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ۔ اولادِ جنابِ زہراؑ کا احترام و محبت ضروریاتِ دینیہ سے ایک ہے اور ضرورتِ دینیہ کا انکار کفر ہوتا ہے۔

ہمارا یہ دعویٰ خالی خولی دعویٰ نہیں ہے بلکہ ہمارے پاس اپنے اس دعویٰ کی تائید میں قرآن کی آیات سینکڑوں روایات اور بیسیوں فتاویٰ موجود ہیں۔ اپنے اس نظریہ کی وضاحت سے قبل بطور مقدمہ چند امور کی جانب اشارہ ضروری ہے۔

۱۰ ایک دن اصفہان میں شہنشاہ کے خلاف چند سیاسی دانشمند جمع تھے اتفاق سے میں بھی اس میں موجود تھا۔ ان میٹنگ میں علماء و سادات میں سے ایک سید عالم کی توہین کی جا رہی تھی۔ دوران گفتگو ایک دانشمند نے کہا۔

میں تو اس شخص کو پہلے دن سے بُرا اور اپنا دشمن سمجھتا ہوں۔

میں نے کہا۔ آپ کو نہ تو ایسا کہنا چاہیئے اور نہ کرنا چاہیئے۔ وہ صحیح النسب سید ہے۔ دشمن کی بجائے اسے دوست سمجھنا چاہیئے سادات سے محبت اجر رسالت ہے۔

اس نے کہا۔ نبی اکرمؐ نے یہ مطالبہ کب کیا ہے کہ ہم کسی بدکردار سید سے محبت رکھیں۔

میں نے کہا۔ اگر آپ مطالعہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آنحضورؐ نے بلاتفریق تمام سادات سے محبت کا حکم دیا ہے اور انہوں نے گناہگار اور بدکردار سادات سے محبت اور ان کے احترام کی بالخصوص سفارش فرمائی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ بدکردار سادات سے محبت اور ان کا احترام میری نسبت سے کرو۔ بنا بریں اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ آپ کی سفارش کا مقصد صرف اور صرف گناہگار سادات کا احترام و محبت ہے

اس نے کہا۔ آپ نے بڑی دلچسپ بات کی ہے کہ آنحضورؐ نے ہم سے یہی مطالبہ کیا ہے کہ ہم بدکرداروں سے محبت سے رکھیں اور اُن کا احترام کریں؟

میں نے کہا۔ واقعاً بات دلچسپ ہے۔ کیونکہ بقول آپ کے۔ ہماری جناب زہراؑ ائمہ معصومینؑ۔ اور متقی سادات سے محبت صرف اس لیے ہے کہ آنحضورؐ نے اس محبت کا حکم دیا ہے۔ اگر آپ کی تئیس سالہ رسالت کی کٹھن زندگی۔ اجر رسالت اور آنحضورؐ کے ارشادات نہ ہوتے تو ہم نہ جناب زہراؑ سے محبت کرتے۔ نہ ائمہ معصومینؑ سے محبت کرتے اور نہ متقی سادات کا احترام کرتے۔

گویا ہر دانشمند کو معلوم ہے کہ مذکورہ افراد کا احترام اور ان سے محبت ان کے

تقویٰ۔ ان کے فضائل اور ان کی عصمت کی بدولت نہیں ہے۔ اگر آنحضورؐ کا حکم نہ ہوتا تو ممکن تھا ہم ان کا احترام نہ کرتے۔

اگر آنحضورؐ کے ارشادات مدِ نظر نہ ہوتے تو ممکن تھا ہم حضرت علیؑ اور گیارہ معصوم ائمہ کو پہچاننے کے باوجود ان سے محبت نہ کرتے اور قیامت کے دن آنحضورؐ سے کہدیں گے کہ۔ قبلہ! ہم نے تو صرف آپکے ارشادات کے پیش نظر جناب زہراؑ، ائمہ معصومینؑ۔ اور متقی سادات سے محبت بھی کی ہے اور احترام بھی کیا ہے۔ اگر آپکا ارشاد نہ ہوتا تو ہم نہ کبھی ان کا احترام کرتے اور نہ ان سے محبت کرتے۔ اب انصاف آپکے ہاتھ میں ہے۔ کیا جو گذارشات کی ہیں وہ بہتر ہیں یا یہ مناسب ہے کہ ہم یہ عرض کریں کہ۔ قبلہ! جناب زہراؑ، ائمہ معصومینؑ اور متقی سادات سے محبت و احترام ان کی اہلیت اور صلاحیت کی بنا پر ہوا ہے اور غیر متقی گنا ہگار سادات سے محبت اور اُن کا احترام صرف آپ کے ارشادات کے پیش نظر کیا ہے۔ اگر آپ کے ارشادات نہ ہوتے تو ہم قطعاً ان گناہگاروں کا احترام نہ کرتے نبی کریمؐ کی اس سلسلہ میں موجود احادیث میں سے ایک حدیث ایسی بھی ہے جسے شیعہ سُنّی علماء نے بلا اختلاف روایت کیا ہے

احبوا اولادی صالحهم لله و طالحهم لی۔

میری اولاد سے محبت رکھو۔ جو نیک ہوں ان سے لِلّٰہ محبت رکھو اور جو بدکردار ہوں ان سے میری بدولت محبت رکھو۔

یعنی جو نیک ہیں ان سے تو تم محبت بہر طور رکھو گے۔ کیونکہ ہر نیک بخت ہر نیک سے محبت رکھتا ہے صالح سادات سے محبت میری وجہ سے نہیں ہوگی بلکہ ان کے اپنے کردار کی بدولت ہوگی۔ میری تئیس سالہ کٹھن زندگی اور اجر رسالت کا تقاضا ہے کہ میری اولاد کے طالح اور بدکردار افراد سے محبت رکھو۔

لہٰذا اگر ہم یہ تسلیم نہ بھی کریں کہ احترام سادات سے متعلق ارشادات نبویہ کا تعلق صرف اور صرف گناہگار سادات سے ہے تو ہمیں بہر تو بہر طور تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ گناہگار سادات کا احترام بھی کرنا چاہیئے ورنہ اجر رسالت مکمل نہیں ہوگا۔

اس نے کہا۔ گویا بقول آپ کے ہمیں فاسق و فاجر سادات سے محبت و احترام صالح اور متقی سادات کی نسبت زیادہ کرنا چاہیئے۔

میں نے کہا۔ ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔ میری ان گذارشات کا مقصد صرف یہ ہے کہ صالح اور متقی سادات کا احترام دو وجوہ کی بنا پر کیا جائے ایک اس لیے کہ وہ متقی اور صالح ہیں اور دوسرے اس لیے کہ وہ اولاد رسُول ہیں۔ اور غیر صالح سادات کا احترام صرف ایک حیثیت سے کیا جائے اور وہ ہے اولاد رسُول ہونا۔

چنانچہ میری بات سے یہ سمجھنا کہ میں صالح اور متقی سادات کی نسبت فاسق سادات کے احترام کا زیادہ قائل اور مبلغ ہوں زیادتی ہوگی۔ میری گذارشات کا مقصد صرف یہ ہے کہ اگر ارشادات نبویہ نہ ہوتے تو غیر صالح سادات سے کوئی بھی نہ محبت کرتا اور نہ کوئی ان کا احترام کرتا۔

اس محفل میں بات یہاں تک ختم ہوگئی اور حاضرین میں ہر ایک نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ واقعاً سادات سے اظہار دشمنی ہرگز نہیں کرنا چاہیئے اور محبت و احترام سادات کو ہر جگہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

۲۰۔ میرے ایک انتہائی ایسے دانشمند دوست جنہیں علمی مسائل میں بہت کم اشتباہ ہوتا ہے کہ ایک دن مجھ سے کہا۔

میں حیران ہوں کہ ایک طرف آنحضورؐ کے واضح ارشادات ہیں کہ سادات کا احترام کیا جائے اور دوسری طرف میں اپنے دل کے ہاتھوں سخت مجبور

بول کہ۔ میں فلاں سید کو کبھی دوست نہیں رکھ سکتا۔ حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ سید صحیح النسب سید بھی ہے اور صالح و متقی بھی۔

میں نے کہا۔ جہاں تک میں نے مطالعہ کیا ہے میرے مطالعہ کے مطابق انسان اس بات کا ہرگز مکلف نہیں ہے کہ کسی کو دل سے دوست رکھے یا دل سے دشمن سمجھے۔ کیونکہ حالات اور حادثات کی بنا پر یہ تکلیف ناممکن ہے۔ میرے مطالعہ کے مطابق انسان صرف اس بات کا مکلف ہے کہ جن افراد سے محبت کا حکم ہے ان سے اس کا ظاہری سلوک محبانہ ہونا چاہیئے اور جن افراد سے دشمنی کا حکم ہے ان سے ظاہری سلوک دشمنوں جیسا ہونا چاہیئے۔

اس نے کہا۔ میرے خیال میں یہ منافقت ہے کہ انسان کسی کو دل سے تو دوست نہ سمجھتا ہو لیکن ظاہری رواداری کے مطابق اس سے دوستوں جیسا سلوک کرے۔

میں نے کہا۔ یہ منافقت نہیں ہے بلکہ عین ایمان ہے۔ اور حسن معاشرہ ہے۔ اس حسن سلوک کا نتیجہ ایک دن حقیقی محبت ہوتی ہے۔ تمام دانشمندان عالم۔ علمائے کرام اور انبیائے عظام اسی مسلک کے عامل رہے ہیں۔ نفاق یہ ہے کہ انسان کسی دل سے بنگاہ نفرت دیکھتا ہو۔ اور زبان سے اسکی تعریف اور اظہار محبت کرتا ہو۔ اس کا تمام تر سلوک اسے دھوکا اور فریب دینے کی خاطر ہو۔ لیکن اگر انسان کسی کو دل سے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ظاہری اعتبار سے پیار و محبت سے پیش آتا ہے لیکن اس سے اس کا مقصد اسے دھوکا دینا نہیں ہوتا۔ بلکہ دوسرے لوگوں کو اسکے احترام پر مائل کرنا ہوتا ہے یا اسکے بعض فضائل کی وجہ سے محبت کا اظہار کرتا ہے۔ یا معاشرہ اور ماحول کو خوش و خرم رکھنے کی خاطر کرتا ہے تو یہ ہرگز منافقت نہیں ہے۔ بلکہ احکام اسلام اور سیرت انبیاء میں سے ہے۔

بنا بریں سلسلہ سادات میں ہماری سب سے پہلی اور اہم تکلیف یہ ہے کہ اگر بعض سادات سے ہم دلی طور پر محبت نہیں بھی کر سکتے۔ ظاہری۔ زبانی اور عملی لحاظ سے بہر طور ان سے اظہار محبت کریں اور اس نیت سے کریں کہ ہمارا دل رفتہ رفتہ ان کی محبت کی طرف مائل ہو۔

۳۔

ایک دن میں ایک سڑک پہ جا رہا تھا کہ ایک واقف کار جو کسی حد تک مذہبی معلومات سے بھی بہرہ ور تھا مل گیا اس نے کہا۔

میں نے سُنا ہے کہ آپ یہ فرماتے ہیں کہ اولاد زہراؑ سے محبت اسلامی واجبات سے ہے کیا یہ سچ ہے؟ اگر سچ ہے تو کیا اس فریضہ کی کوئی منطق بھی ہے؟

میں نے کہا احکام اسلام میں سے کوئی بھی حکم ایسا نہیں ہے جس کا فلسفہ موجود نہ ہو پھر یہ بات کیسے غیر منطقی ہو سکتی ہے۔

اس نے کہا۔ اگر زحمت نہ ہو تو مجھے اس سلسلہ میں کچھ مطمئن فرما دیجئے۔

میں نے کہا۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ کسی سے اظہار دوستی اور کسی کا احترام فطرۃً اتحاد و یگانگت کا موجب ہوتا ہے اور سادات کا احترام اگر سادات سے محبت اور اتحاد کا باعث بن جائے تو اس سے ہماری دُنیا اور آخرت کی نجات ہو گی۔

اس نے کہا۔ یہ تو اس وقت درست ہو گا جب ہماری محبّت کا مرکز ائمہ معصومینؑ اور صالح و متقی سادات ہوں۔ اگر غیر صالح اور فاسق افراد کو بھی ہم اپنا محترم تسلیم کرلیں تو پھر بات بگڑ جائے گی۔

میں نے کہا ایسی کوئی بات نہیں ہے ہمارے پیشِ نظر صرف نبی اکرم ص کی تئیس سالہ زندگی کے کٹھن لمحات اور جناب زہراؑ کی حرمت ہونا چاہیئے۔ بات اس وقت بگڑے گی جب ہم انہیں واجب الاطاعت سمجھ لیں اطاعت اور احترام میں فرق ہونا ہے۔ میں غیر معصوم اور فاسق سادات کو واجب الاحترام کہتا ہوں اور ان کے احترام کو اجرِ رسالت سمجھتا ہوں غیر معصومین اور غیر صالح سادات کو واجب الاطاعت نہیں سمجھتا۔

ایک بات اور بھی ہے جو قابل غور ہے کہ جب ہم غیر صالح سادات کا اس لیے احترام کریں گے کہ اللہ نے انہیں یہ شرف اور سعادت عنایت فرمائی ہے تو وہ خود بھی سوچیں گے کہ ہمارا احترام جب آنحضورؐ کی نسبت سے کیا جا رہا ہے تو ہمیں بھی کچھ فکر کرنا چاہیئے اور اعمال بد سے توبہ کر لینی چاہیئے۔ اس بات کے اسی فیصد امکانات موجود ہیں کہ غیر صالح سادات صرف ہمارے احترام کو دیکھ کر صالح ہو جائیں۔ اگر خدانخواستہ نہ بھی ہوں تو ان کے اعمال کا تعلق ان کی ذات سے ہے ہمیں تو نسبت رسول سے احترام کرنے کا اجر بہر صورت مل ہی جائے گا۔

علاوہ ازیں ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ کہ احترام سادات مشاعر الہیہ میں ایک شعار کا احترام ہے۔ جب ہم غیر مسلموں کو بتائیں گے کہ ہم اپنے نبی اکرم کا اتنا احترام کرتے ہیں کہ جو افراد نسباً ان کی طرف منسوب ہیں اگرچہ وہ فاسق ہی ہیں صرف اُن کی نسبت سے اُن کا بھی احترام کرتے ہیں۔ تو غیر مسلم اقوام میں ہمارے نبی کا وقار کتنا بلند ہوگا۔ اس کا اندازہ شاید ہم نہ کر سکیں۔

۴۔

بعض لوگ یہ بھی سوچتے ہیں کہ اگر احترام سادات واجبات سے ہے تو پھر اس کا بھی دیگر واجبات کی طرح ثواب ہونا چاہیئے تھا حالانکہ اس کا کوئی ثواب مذکور نہ

نہیں ہے۔ ایسے افراد کو یہ صرف اشتباہ ہے۔ اگلے صفحات میں ہم قدرے تفصیل سے بتائیں گے کہ احترام سادات کا ثواب تمام واجبات اور مستحبات سے فزوں تر ہے

-۵-

اگر کوئی شخص کسی سے اظہار محبت کرتا ہے تو اُسے ذیل کے نکات کو لامحالہ مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔

۱۔ محبت دل و جان سے ہونا چاہیئے اور محبوب جس خدمت کا مطالبہ کرے اسے بجالانا چاہیئے۔

۲۔ ہر محب کا حق ہوتا ہے کہ محبوب کی معنوی مدد کرے اور اگر اس کا محبوب معنوی لحاظ سے پست ہے تو اپنی مجبابانہ نصیحتوں سے اُسے مائل بکمالات کرے۔

۳۔ ہر محب کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کی مادی امداد کرتا ہے اور اُسے تکالیف سے نجات دلانے کی کوشش کرتا ہے۔

۴۔ اگر محبوب کو ضرورت ہو تو محب بلا تاخیر اُسکی ہر ضرورت پوری کرتا ہے۔

۵۔ محب اپنے محبوب کا احترام کرتا ہے اور اسے معزز سمجھتا ہے۔

۶۔ ہر محب محبوب سے اپنی محبت کا اقرار کرے اور جس طرح دل سے محبت کرتا ہے اسیطرح زبان سے بھی محبت کا اقرار کرے۔

۷۔ ہر محب اپنے محبوب کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھتا ہے اور اگر ممکن ہو تو ایسی دشمنی کا اظہار بھی کرتا ہے۔

۸۔ ہر محب اپنے محبوب کے دوستوں سے محبت رکھتا ہے اور اپنی اس محبت کا برملا اظہار بھی کرتا ہے۔

ان آٹھ مسلمات کے پیش نظر اگر کوئی شخص جناب سیدہ کا موالی ہے اور

سرور کونین سے اظہار محبت کرتا ہے تو اسے سادات خواہ صالح ہوں یا غیر صالح سب کا احترام کرنا پڑے گا۔

قرآن اور محبت اہلبیتؑ

والذین آمنو و عملو الصالحات فی روضات الجنات لھم ما یشاؤن عند ربھم ذلک ھو الفضل الکبیر ذالک الذی یبشر اللہ عبادہ الذین آمنوا و عملو الصالحات قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔

شوریٰ ۲۲۔

جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے وہ جنت کے باغات میں ہونگے۔ جو کچھ وہ چاہیں گے انہیں اللہ کے ہاں سے وہی ملے گا یہ اللہ کی بہت بڑی نوازش ہے اللہ اپنے ان بندوں کو بشارت دیتا ہے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے۔ انہیں بتا دو کہ میں تم سے مودۃ فی القربیٰ کے سوا کوئی بھی اجر رسالت نہیں مانگتا۔

مجھ سے میرے ایک دوست نے سوال کیا کہ آپ اپنے اختلافی مسائل میں اپنی کونسی تفسیر پر زیادہ سے زیادہ اعتماد کرتے ہیں میں نے جواب دیا کہ اس اعتبار سے میں کسی بھی تفسیر کا معین نام نہیں دے سکتا ہمارا ایک اصول ہے کہ ہم ہر حدیث اور روایت کو آیات قرآن سے تطبیق دیتے ہیں جو روایات اور احادیث آیات قرآن کے مطابق ہوں انہیں تسلیم کرتے ہیں اور جو قرآن سے متصادم ہوں انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔

توضیح مزید ــــــ ہر شخص کو معلوم ہے کہ آیات قرآن تمام اسلامی احکام کو بالتفصیل کفیل نہیں ہیں۔ اکثر احکام میں ہمیں آیات قرآن کی تفسیر اور تاویل کرنا پڑتی ہے۔ اسی طرح ہر شخص کو یہ بھی معلوم ہے کہ قرآن کا حق تفسیر و تاویل ذات احدیت نے اپنے نبی اکرمؐ کے سوا کسی کو نہیں دیا ہے۔

بنا بریں اگر ہر شخص تفسیر و تاویل قرآن کا مختار ہو جائے تو جہاں احکام اسلام معطل ہو کر رہ جائیں گے وہاں ذات احدیت اور سرور کونین کی بھی توہین ہو گی۔

لہٰذا ہم اس مسلمہ اصول کے پیش نظر زیر نظر آیت میں بھی آنحضورؐ ہی سے سوال کریں گے کہ فی القربیٰ کون ہیں اپنی طرف سے ہم کوئی بھی پیوند لگانے کی سعی مذموم نہیں کریں گے۔

ایک دوست نے مجھ سے پوچھا کہ ۔ لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ ہے کی تفسیر کیا ہے؟

اتفاقاً یہ سوال اس وقت ہوا کہ دانشمند نوجوانوں کی کافی جماعت موجود تھی ۔ میں نے جواب میں کہا۔

دعائے ندبہ جس کے متعلق یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ امام معصومؑ کے ناحیہ مقدسہ سے وارد ہوئی ہے۔ اس دعائے ندبہ میں اس آیت کے علاوہ قرآن کریم کی دو اور آیات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں کسی حد تک اس آیت کی تفسیر کرتی ہے۔ دعائے مجبور ہے۔

ثم جعلت اجر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ مودتہم ..... الخ

تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل سے مودت کو اجر رسالت قرار دیا ہے پھر تو نے فرمایا ہے کہ اے نبیؐ انہیں بتلا دے کہ میں محبت فی القربیٰ کے علاوہ اور کوئی

اجر رسالت نہیں مانگتا۔

پھر تو نے فرمایا ہے کہ۔ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا البتہ جو شخص اللہ کی جانب راستہ تلاش کرنا چاہتا ہے۔ وہ راستہ صرف اہلبیت نبی ہیں جو تیری طرف لاتے ہیں اور تیری جنت کی راہنمائی کرتے ہیں۔ دُعا مذبہ کے ان مذکورہ بالا ترجمہ شدہ جملوں سے حسب ذیل مطالب سامنے آتے ہیں۔

۱۔ آیت میں لفظ قربےٰ کی تفسیر اہلبیت نبی ہیں۔

۲۔ آل محمد کی محبت کو اجر رسالت قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ محبت آل محمدؐ کا فائدہ صرف محمدؐ و آل محمد کو نہیں بلکہ اس کا زیادہ مفاد کرنیوالے کو ہے۔

۴۔ محبت آل محمد راہ خُدا ہے اور اس راہ پہ چلنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا۔ البتہ رضائے الٰہی حاصل کر سکتا ہے۔

۵۔ ان آیات کے مطابق جو شخص آل محمد سے محبت کرے گا وہ ایک طرف تو اجر رسالت ادا کرے گا اور دوسری طرف اپنے فائدہ کا کام بھی کیا ہے اپنے لیے آخرت میں بہترین ثواب کا ذخیرہ کر لیا ہے۔

ایک دن امام رضا کے کتب خانہ میں بیٹھا شارح باب حادی عشر اور صاحب کنز العرفان شیخ مقداد کی کتاب لوامع الٰہیہ کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ذیل کی عبادت میں نے اس سے نوٹ کر لی۔

واجب ہے کہ ایۃ مودۃ فی القربےٰ کی رُو سے ذریت رسُول سے محبت رکھی جائے اور از روئے حدیث نبوی معہ سادات صالح اور غیر صالح ہر دو کا احترام کیا جائے۔ حدیث یہ ہے اکرموا اولادی صالحھم للہ وطالحھم لی۔

میری اولاد کی عزت کرو جو نیک ہوں ان کی عزت اللہ کرو اور جو بڑے ہوں ان کی عزت میری خاطر کرو۔ دوسرے مقام پر آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ روزِ قیامت چار قسم کے افراد ایسے ہونگے جن کی شفاعت میں خود کروں گا۔

۱. ایسے افراد جنہوں نے میری ذریت کا احترام کیا ہوگا۔

۲. ایسے افراد جنہوں نے میری ذریت کی کوئی ضرورت پوری کی ہوگی۔

۳. ایسے افراد جنہوں نے اپنے مالی وسائل سے میری ذریت پر خرچ کیا ہوگا۔

۴. ایسے افراد جنہوں نے دل وجان سے میری ذریت سے محبت کی ہوگی۔

اگر ازراہ انصاف دیکھا جائے تو شیخ مفید جیسے فقیہ عالی مرتبہ کے قلم سے نکلنے والے ان فقرات کے بعد اس سلسلہ میں کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لیکن بطور تائید استاد وقت سرکار علامہ سید فضل اللہ راوندی کی کتاب ضوء الشہاب جو انہوں نے حدیث سفینہ کی شرح میں لکھی ہے سے ایک اقتباس بھی قارئین کی خدمت میں پیش کردیں تاکہ بات ذرا اور واضح ہو جائے۔ مثل کے معنی کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

اہلبیت وہ تمام افراد ہیں جن پر زکوٰۃ حرام ہے۔ کیونکہ ہر شخص کے اہلبیت وہی ہوتے ہیں جو نسباً اس سے منسوب ہوں۔ چنانچہ جب ہم اہلبیت پیغمبر کہتے ہیں تو اس سے ہمارا مقصود ذریت نبی اور آپکے نسبی اقربا۔ ہوتے ہیں اور اہلبیت کو کشتی نوح سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح وہ تمام لوگ غرق طوفان ہو جاتے جو کشتی پر سوار نہ ہوتے اسی طرح جو لوگ ولائے آل محمد سے وابستہ نہیں ہونگے طوفان جہنم میں غرق ہو جائیں گے۔ گویا جسطرح آغاز میں کشتی نوح باعث نجات تھی اسیطرح آخرت میں محبت آل محمد موجب نجات ہونگے۔ اسی طرف

ذات احدیت نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ اجر رسالت صرف اور صرف محبت اہلبیت ہے۔ بالفاظ دیگر محبت آل محمد اسلام اور بغض آل محمد کفر ہے۔

سرور انبیاء نے بھی فرمایا ہے کہ میری اولاد کے صالح افراد سے للہ اور غیر صالح سادات سے میری خاطر محبت کرو۔ اس قسم کے ہزاروں فضائل میں جو اولاد جناب زہراء سے متعلق ہیں۔ اگر میں خود سادات سے نہ ہوتا تو ان تمام فضائل کو جمع کرتا لیکن اب صرف اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں کچھ لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ صرف اپنی مدح وثنا کر رہا ہے۔ میں ان فضائل سادات کو ترک کر رہا ہوں۔

علی ابن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں آیۂ مودت کے ذیل میں امام محمد باقرؑ سے ایک روایت کی ہے۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ اگر ایک شخص کسی کا دوست ہو۔

دوست ہو۔ لیکن اپنے دوست کے اقربا کو نگاہ محبت سے نہ دیکھتا ہو تو اس دوست کے دل میں سو فیصد محبت ہرگز نہ ہوگی۔ اسی نفسیاتی پہلو کے پیش نظر ذات احدیت نے یہ گوارا نہیں فرمایا کہ۔ آنحضورؐ کے دل میں اُمت کے کسی فرد کے لیے کوئی کدورت رہے خلاق عالم نے تمام اُمت محمد پہ ذریت محمد کی محبت کو فرض قرار دے دیا ہے۔ گویا جس نے آیہ مودت پر عمل کیا اس نے ایک فریضہ ادا کیا اور جس نے آیۂ مودت پہ عمل نہ کیا اس نے ایک اسلامی فریضہ سے انحراف کیا ہے۔

اس کے بعد علی ابن ابراہیم رقمطراز ہیں کہ:

نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے جو شخص اپنے اجیر کو اُجرت نہ دے اس پر اللہ

بلا ئکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے۔ قیامت کے دن نہ تو اس کی توبہ قبول ہوگی اور نہ ہی تمام وہ عطیات جو اس نے راہ خدا میں دیئے ہونگے قبول نہیں کئے جائیں گے اور اُجرت جو ادا نہیں کی گئی یہ نبی اکرمؐ کی وہ اُجرت ہے جو آپ نے مودت اہلبیت کے لیے طلب کی ہے۔

اصول کافی میں ـــــ دربارۂ امامت حق پرست اور باطل نواز ـــــ کے سلسلہ میں امام محمد باقر علیہ السلام نے ذریت نبی اور زید ابن علی ابن حسین کے احترام کے سلسلہ میں فرمایا ہے۔

جہاں تک اطاعت کا تعلق ہے تو اللہ نے ہر دور میں ہم میں سے صرف ایک معصوم امام کی تمام اُمت پر فرض کی ہے لیکن جہاں تک وجوب مودت کا تعلق ہے تو وہ تمام ذریت نبی کی واجب ہے۔

اصول کافی ہی میں امام محمد باقرؑ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ:

آنحضورؐ نے مجھے حکم دیا کہ جاکر لوگوں کو بتاؤں کہ۔

جو شخص کسی مزدور کو اس کے عمل کی اُجرت نہیں دے گا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی
جو شخص اپنے مولا کو چھوڑ کر کسی اور کی اطاعت کرے گا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔
جو شخص اپنے آباؤ اجداد پر لعنت کرے گا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

جب میں نے یہ اعلان کیا تو چند صحابہ آنحضورؐ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا۔ قبلہ! جو اعلان علیؑ نے کیا ہے بس یہی کچھ ہے یا اسکی مزید تفسیر بھی ہے ہے

آپ نے فرمایا۔ ہاں! علیؑ نے میرے ہی حکم سے یہ اعلان کیا ہے اور اس کی توضیح یوں ہے کہ۔

اللہ نے قرآن میں میری طرف سے میرے اجر رسالت کا جو مطالبہ کیا ہے وہ میرے اہلبیت کی محبت ہے۔ جو شخص مجھے میری رسالت کا اجر نہ دے گا اس پہ اللہ کی لعنت ہوگی۔

اللہ نے قرآن میں مجھے تمام اُمت کا مولیٰ قرار دیا ہے اور میں نے بحکم خالق تمہیں بتایا ہے۔ من کنت مولاہ ۔ لہٰذا جو مجھے مولیٰ نہ سمجھے گا اور میرے بغیر کسی اور کی اطاعت کرے گا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

میں اور علیؑ اس اُمت کے روحانی باپ ہیں جو اپنے والدین کو سب کرے گا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

اس مضمون کی اور بھی بیسیوں روایات ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر ہم اُن سے صرف نظر کرتے ہیں۔

ایک دن میں یہی بحث چھیڑے ہوئے بیٹھا تھا کہ جب میں نے مذکورہ روایت پیش کی تو موجود افراد میں سے ایک نے سوال کیا کہ جناب سجاد کی ایک دُعا میں یہ جُملہ میں نے دیکھا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ صلی علی محمد وآلہ کما اجبت لنا الحق علی الخلق بسببہ۔ محمد اور آل محمد پر درود بھیج جسطرح کہ تو نے اُس کے سبب سے تمام کائنات پر ہمارا حق فرض کیا ہے۔ میں نے کہا واضح سی بات ہے کہ جناب سجاد نے آنحضورؐ کے اسی حق کیطرف اشارہ کیا ہے جو آپ نے اجر رسالت کے ذیل میں منجانب اللہ اُمت سے طلب کیا ہے۔ اور وہ مودّت فی القربیٰ۔

ایک اور شخص نے کہا۔ کیا آنحضورؐ نے تبلیغ رسالت قربۃً الی نہیں کی تھی؟

میں نے کہا۔ بیشک آپ نے قربۃً الی اللہ تبلیغ رسالت کی تھی۔

اس نے کہا جب آپ نے قربۃً الی اللہ تبلیغ رسالت کی تھی تو پھر کیا وجہ ہے کہ

آپ اپنے کو لوگوں کا اجیر ظاہر کر کے اُمّت سے اُجر کا مطالبہ کرتے ہیں ہم میں نے کہا

قربۃً الی اللہ کام کرنے اور اُمّت سے اُجرت طلب کرنے میں کوئی منافات

نہیں ہے کیونکہ

اولاً۔ تو جس ذات نے آپ کو تبلیغ پر مامور کیا تھا اسی ذات نے آپ کو اُمت سے

اجر کے مطالبہ کا حکم دیا ہے۔ اور

ثانیاً۔ قرآن کریم میں دوسری آیات بھی موجود ہیں جن سے صراحۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ

اس اجر رسالت کا فائدہ بھی امت ہی کو ہے بنابریں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اجر رسالت بھی

تبلیغ ہی کا ایک حصہ ہے۔ کوئی علیحدہ شئی نہیں ہے۔

اسی محفل میں میرا ایک ادیب دوست بھی بیٹھا ہوا تھا اس نے کمیت کا ایک شعر پڑھا

اور اس کے ایک مصرعہ کا مطلب مجھ سے پوچھا مصرعہ یہ ہے۔

وجدنا لکم فی آل حٰم آیۃ۔ ہم نے تمہیں آل حٰم میں ایک آیت دیکھا۔

میں نے اُسے بتایا کہ۔ حٰم سے مراد حمعسق سورت ہے اور یہی وہ سُورہ ہے

جس میں آیۃ مودت ہے اور کمیت نے حضرت علیؑ کے ایک ارشاد کیطرف اشارہ کیا

ہے۔ ارشاد حضرت علیؑ یہ ہے۔

آل حٰم میں ایک ایسی آیت ہے جو ہم اہلبیتؑ کے حق میں ہے جسے صرف مخلص

اہل ایمان ہی یاد کرتے ہیں۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب آیۃ مودت نازل ہوئی تو صحابہ نے آنحضورؐ سے پوچھا

آپ کے وہ اہلبیت کون ہیں جن سے محبت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

علیؑ۔ فاطمہؑ اور اُن کی اولاد۔

محبت سادات اور ارشاد معصومینؑ

۱۔ اصول کافی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ

ایک انصاری عورت کو آلِ محمدؐ سے محبت تھی چنانچہ وہ روزانہ آل محمد کے پاس آکر سلام کے بعد تجدید عہد کرتی تھی ایک دن وہ آ رہی تھی راستہ میں اُسے حضرت عمر ملے انہوں نے پوچھا یہ تو روزانہ کہاں جاتی ہے ؟

اس نے بتایا، آل محمدؐ سے تجدید عہد کرنے اور سلام کے لیے۔

حضرت عمرؓ نے کہا واپس چلی جا۔ اب آل محمد کا کوئی حق نہیں ان کے تمام حقوق آنحضورؐ کی زندگی میں تھے۔

چند دنوں بعد وہ امّ المومنین سے ملی تو بی بی نے اس سے پوچھا کیا بات ہے تو نے آنا چھوڑ دیا ہے اس نے تمام واقعہ سنایا۔

ام المومنین ام سلمہ نے فرمایا۔ لوگوں کو غلط فہمی ہے۔ آل محمد کا حق تا قیامت پوری امت پر واجب ہے۔

۲۔ تمام سنی اور شیعہ محدثین نے ابن مسعود سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ۔

آل محمد سے ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے افضل ہے۔ جو شخص محبت آل محمد پر فوت ہوگا وہ داخل جنت ہوگا۔

٣۔ صواعق محرقہ میں آنحضورؐ سے مروی ہے ۔

آل محمدؐ کی محبت پر مرنیوالے ثابت اور کامل الایمان ہونگے ۔

آل محمدؐ کی محبت میں مرنیوالوں کو ملک الموت بشارت جنت دیتا ہے ۔

آل محمدؐ کی محبت میں مرنیوالے کا ملائکہ اسطرح استقبال کرتے ہیں ۔ جسطرح اہلِ خانہ نو عروس دلہن کا استقبال کرتے ہیں ۔ بغض آل محمدؐ پر مرنیوالے کی پیشانی پر یوم حشر لکھا ہوگا ۔ یہ شخص رحمت الٰہیہ سے مایوس ہے ۔

٤۔ کامل الزیارۃ میں ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ

ایک دن آنحضورؐ امام حسینؑ کے بوسے لے رہے تھے ۔ حسینؑ اور ان کی اولاد سے محبت کرنیوالے کو آتش جہنم نہیں جلا سکے گی اگر اس کے گناہ ایک صحرا کے برابر ہوں ۔ ہاں اگر ایسا گناہ ہو جو منافی ایمان ہو تو پھر محبت حسینؑ اور ان کی اولاد سود مند نہیں ہوگی ۔

٥۔ مناقب شہر آشوب میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ

جبرئیل نے آنحضورؐ کو سنایا کہ جس دن حضرت علیؑ، فاطمہؑ کی شادی ہوئی اللہ نے اس دن شجرہ طوبیٰ کو نثار کا حکم دیا ۔ شجرہ طوبیٰ نے اپنے پتے نثار کیے ۔ ملائکہ نے وہ نورانی پتے چنے قیامت کے دن ملائکہ یہی پتے محبان آل محمدؐ کو دیں گے ان پر لکھا ہوگا ۔ براءۃ من النار

٦۔ صواعق محرقہ میں ابن حجر نے آنحضورؐ سے نقل کیا ہے کہ

میرے اور میرے اہلبیتؑ کی دوستی کبھی نہ بھلانا ۔ جو شخص میرے اہلبیت کی دوستی لیکر اس دنیا سے گیا وہ ہماری شفاعت سے داخل جنت ہوگا ۔ جس ذات کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم! کسی شخص کو اس کا کوئی عمل محبت اہلبیت کے سوا کوئی فائدہ نہ دے گا ۔

٧۔ اصول کافی میں ہے کہ ایک شخص سیدنا علیؑ ابن حسینؑ اہل کوفہ کی طرف سے ایک خط لے کر امام باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں خط دکھایا ۔ جس میں اہل کوفہ نے لکھا تھا کہ

ہم آپ کی محبت میں تلوار بدست ہیں اور آپ کے ہمرکاب ہو کر جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ آپ جلد تشریف لائیں۔

امام محمد باقرؑ نے زید سے پوچھا۔ کہ تو نے اہل کوفہ کو دعوت دی تھی یا انہوں نے اپنی طرف سے تجھے دعوت دی ہے؟

زید نے جواب دیا۔ میں نے کبھی کسی کو دعوت نہیں دی خود انہوں نے بلایا ہے۔ شاید ان لوگوں نے قرآن میں ہمارے حقوق دیکھ کر اور ہمارے جدِّ امجد کی احادیث دیکھ کر ہمیں پہچان لیا ہے اور ہمارے حقوق ادا کرنا چاہتے ہیں۔

امام باقرؑ نے فرمایا۔ جہاں تک اطاعت کا تعلق ہے تو تمام اُمت پر ہم میں سے صرف ایک معصوم امام کی اطاعت واجب ہے لیکن جہاں تک محبت کا تعلق ہے تو اللہ نے بلا تفریق تمام اُمت پر ہم اہلبیتؑ کی محبت واجب کی ہے۔

۸۔ صواعق محرقہ میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

مجھے اور علیؑ کو دوست سمجھو۔ بخدا! جس نے میرے اہلبیت میں سے کسی ایک کو بھی اپنا دشمن سمجھا قیامت کے دن میری شفاعت سے محروم ہوگا۔

۹۔ کتاب عیون اخبار الرضا میں شیخ صدوق نے آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلا سوال میرے اہلبیت سے محبت کے متعلق کیا جائے گا۔

۱۰۔ رجال کشی میں مسھر عبدی سے مروی ہے کہ۔

میں نے حضرت علیؑ سے سنا فرما رہے تھے آل محمدؐ کے موالیوں کو دوست سمجھا کرو۔ اور ان کے دشمنوں کو دشمن سمجھا کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہیں جنت کی بشارت دیتا ہوں۔

۱۱۔ مجالس المومنین میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ۔

ذات احدیت نے محبت علیؑ و فاطمہؑ اور ان کی اولاد کو تمام مخلوق پر پیش کیا۔ جن لوگوں نے

۰سب سے پہلے اقرار محبت کیا اللہ نے انھیں عہدہ نبوت سے نوازا۔ جن لوگوں نے ذرا دیر سے اقرار محبت کیا اللہ نے انہیں شیعیان آل محمد بنایا۔ اور جن لوگوں نے ان سے بھی دیر کے ساتھ اقرار محبت کیا اللہ نے انہیں اصفیا بنایا۔ قیامت کے دن اللہ ان تمام کو جمع فرمائے گا۔

۱۲۔ شیخ صدوق نے امالی میں آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے میری اور میرے اہلبیت کی محبت سات ہولناک ترین مقامات پر فائدہ دے گی۔

۱۔ دنیا سے کوچ کرتے وقت جب سکرات موت لگے ہونگے۔

۲۔ عالم برزخ میں۔

۳۔ میدان محشر میں جب حساب کے لیے محشور کیا جائے گا۔

۴۔ جب نامہ اعمال دیا جائے گا۔

۵۔ جب حساب کتاب لینا شروع کیا جائے گا۔

۶۔ جب اعمال کو میزان عدل میں رکھا جائے گا۔

۷۔ جب پل صراط سے گزرنا ہوگا۔

۱۳۔ جامع الاخبار میں حضرت ابوبکر سے مروی ہے کہ

آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے نور سے بشکل نل ملائکہ پیدا کیے ہیں جو تسبیح و تقدیس خالق کرتے ہیں ان کی تمام تسبیح و تقدیس کا ثواب موالیان آل محمد کے نامہ اعمال میں درج کیا جاتا ہے۔

۱۴۔ صحیفۃ الرضا میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ ایک دن جبرئیلؑ آنحضورؐ کے پاس آیا اور عرض کی۔ اے محبوب خدا! اللہ درود و سلام کے بعد فرماتا ہے۔ اے محمدؐ اپنی اُمت کے ان افراد کو بشارت دے جو تیری ذریت سے محبت رکھتے ہیں۔ جنت ان کی منتظر ہے اور میری طرف سے انہیں بہترین جزا ملے گی۔

۱۵۔ علل الشرائع میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

وہی شخص کامل الایمان ہوگا جو مجھے اپنی ذات سے میرے اہلبیت کو اپنے اہلبیت سے اور میرے چاہنے والوں کو اپنے چاہنے والوں سے افضل اور برتر سمجھے۔

۱۶۔ ذخائر العقبیٰ میں جناب جابر انصاری سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ میرے اہلبیت سے ہر خوش نصیب مومن محبت رکھے گا اور ہر بدبخت منافق بغض رکھے گا۔

۱۷۔ جامع الاخبار میں آنحضورؐ سے منقول ہے کہ

تمہارا فریضہ ہے کہ میری اولاد سے مخلصانہ محبت رکھو ان کی محبت تمہیں یقیناً جنت میں لے جائے گی اور میرے اہلبیت سے بغض سے ڈرو ان کا بغض یقیناً تمہیں جہنم میں لے جائیگا۔

۱۸۔ ذخائر میں آنحضورؐ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

میرے اہلبیت اور ان کے موالی میری ان دو جڑی ہوئی انگلیوں کیطرح باہم داخل جنت ہونگے۔

۱۹۔ ذخائر اور علل الشرائع میں آنحضورؐ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

اللہ سے اس کی نعمات کے پیش نظر محبت رکھو۔ مجھ سے اللہ کے حکم کے مطابق محبت رکھو۔ اور میری اولاد سے میری خاطر محبت رکھو۔

۲۰۔ ذخائر میں آنحضور سے منقول ہے کہ۔

میری ذریت سے محبت رکھو۔ میری ذریت سے محبت اللہ سے محبت ہے۔

۲۱۔ جامع الاخبار میں نبی اکرم سے مروی ہے آپنے فرمایاہے۔

جو شخص میری اولاد سے بغض رکھے گا رحمت الہیہ سے دور اور ملعون ہوگا۔

۲۲۔ شیعہ سنی کتب میں یہ واقعہ بلا اختلاف عبارت درج ہے کہ ایک مرتبہ

آنحضورؐ کے چچا جناب عباس سے آنحضورؐ سے شکایت کی کہ جب ہم آپ کے صحابہ کے پاس جاتے ہیں تو یہ لوگ خاموش ہوجاتے ہیں اور جب تک ہم بیٹھے رہتے ہیں کوئی بات نہیں کرتے اس سے ہماری توہین ہوتی ہے آپ اسی وقت اٹھے غضب ذوالجلال آپ کے چہرہ سے ٹپک رہا تھا۔ صحابہ کے پاس مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا!

تم لوگ کیوں میرے اقرباء اور میری اولاد سے بغض رکھتے ہو۔ اور ان کی آمد پر اپنی گفتگو روک دیتے ہو۔

اس کے بعد آپ نے اپنے اقرباء کی طرف رخ کیا اور فرمایا۔ ان لوگوں کی مرضی جو چاہیں کریں لیکن آپ خاطر جمع رکھیں جبتک یہ لوگ میری ذریت اور میرے اقرباء سے محبت نہیں رکھیں گے اس وقت ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوگا۔

پھر آپ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ صرف تم لوگ میری شفاعت سے داخل جنت ہونگے اور میرے اقرباء کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔ کان کھول کر سُن لو میرے اقرباء میری شفاعت کے زیادہ مستحق ہونگے۔

۲۳۔ تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ شیعہ سنی کتب میں یہ حدیث مذکور ہے کہ۔ ابن عباس نے آنحضورؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے قیامت کے دن اس وقت تک لوگوں کو اپنی جگہ سے ہلنے کی اجازت تک نہ ملے گی جب تک ان سے چار چیزوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔

۱۔ عمر کے متعلق پوچھا جائے گا کہ کیسے اور کہاں گزاری ہے۔

۲۔ جسم کے متعلق پوچھا جائے گا کہ کس میں بوڑھا کیا تھا۔

۳۔ دولت کے متعلق پوچھا جائے گا کہ کمایا کہاں سے تھا اور خرچ کہاں کیا تھا۔

۴۔ میری ذریت سے محبت کے متعلق پوچھا جائیگا کہ ان سے محبت کی تھی یا نہیں؟

۲۴۔ کتاب عمدہ میں ابو عبداللہ جدلی سے مروی ہے کہ

ایک مرتبہ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا۔ اے ابو عبداللہ! کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے ایسی نیکی بتاؤں جس کی جزا تجھے یقیناً داخل بہشت کرے اور ایسی بدی بتاؤں جس کی پاداش میں تجھے داخل جہنم کیا جائے ہے

میں نے عرض کیا۔ قبلہ ضرور۔ آپ نے فرمایا آل محمدؐ کی محبت وہ نیکی ہے جو یقیناً داخل جنت کرتی ہے اور ذریت محمدؐ سے دشمنی وہ برائی جو داخل جہنم کرے گی۔

۲۵۔ مناقب میں ابو منصور نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ۔

آنحضورؐ نے فرمایا ہے جو شخص میری ذریت سے محبت رکھیگا قیامت کے دن پُل صراط پر اس کے قدم میں لغزش نہ رہے گی اگر اس کا ایک قدم ڈگمگا گیا تو اللہ دوسرے قدم کو مستحکم کرے گا۔ حتیٰ کہ پُل صراط سے گزر جائے گا۔

۲۶۔ علامہ طبرسی نے مناقب الطاہرین میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ کی محبت چند وجوہ کی بنا پہ واجب ہے۔

۱۔ قرآن حکیم جس نے محبت اقربائے رسولؐ کا آیۂ مودت میں حکم دیا ہے۔

۲۔ احادیث آئمہ معصومین جن میں فرمایا گیا ہے کہ ہمارے موالیوں کو رحمت خدا کا منتظر رہنا چاہیئے۔

۳۔ آنحضورؐ کا یہ ارشاد گرامی کہ مجھے میری ذریت میں تحفظ دو۔

۲۷۔ عیون الحکم والمواعظ میں نبی اکرمؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے میری ذریت سے محبت میں محب کو بیس فائدے حاصل ہونگے۔ ان میں سے دس دنیا میں اور دس آخرت میں حاصل ہونگے۔

دُنیا میں ملنے والے دس فائدے یہ ہیں

۱۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والوں کے دلوں سے محبت دنیا نکل جائے گی اور وہ زاہد ہوں گے۔

۲۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والے "تلاش علم میں کوشش کریں گے۔

۳۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والے متقی ہوں گے۔

۴۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والے عبادت کے شائق ہوں گے۔

۵۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والے قبل از مرگ توبہ سے موفق ہوں گے۔

۶۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والے نماز شب پڑھکر مسرت محسوس کریں گے۔

۷۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والے اوامر ونواہی الٰہیہ کو نہ بھلائیں گے۔

۸۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والے دنیا سے بے نیاز اور غیر اللہ سے مایوس ہوں گے۔

۹۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والے دنیا کو اس لیے مبغوض سمجھیں گے کہ ان کی آخرت کی دشمن ہے۔

۱۰۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والے سخی ہوں گے۔

آخرت میں جو دس فوائد حاصل ہونگے وہ یہ ہیں

۱۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والوں کا نامہ اعمال مختصر ہوگا۔

۲۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والوں کے اعمال میزان میں وزنی ہوں گے۔

۳۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والوں کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

۴۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والوں کو جہنم سے آزادی کی رسید ملے گی۔

۵۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والے سفید رو ہو کر میدان محشر میں آئیں گے۔

۶۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والوں کو لباس بہشت سے نوازا جائے گا۔

۷۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والوں میں سے ہر ایک کو اپنے اقرباء سے سو سو گنہگاروں کی شفاعت کی اجازت ملے گی۔

۸۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والوں کو اللہ نظر رحمت سے دیکھے گا۔

۹۔ میری اولاد سے محبت کرنیوالوں کے سروں پر جنت کے تاج ہونگے۔

۱۰۔ میری اولاد سے محبت رکھنے والے بلا حساب داخل جنت ہونگے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو میری ذریت کی محبت سے سرشار ہیں۔

۲۸۔ آنحضورؐ سے مروی ہے کہ۔ میری اولاد سے محبت انسان کے گناہوں کو اسطرح گرادے گی جسطرح باد خزاں درخت کے خشک پتوں کو گرا دیتی ہے۔

۲۹- معانی الاخبار - اول النعم - کے معانی میں لکھا ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا جو شخص میری ذرّیت سے محبت رکھتا ہے وہ۔ اللہ کی اوّل النّعَم کا شکریہ ادا کرے۔ صحابہ نے عرض کیا۔

آقا وہ پہلی نعمت کونسی ہے ؟ آپ نے فرمایا۔ حلال زادہ ہونا۔

۳۰- روایات متواترہ میں سے ہے جسے من لا یحضرہ الفقیہ میں نقل کیا گیا ہے۔

آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ میں قیامت کے دن چار افراد کی شفاعت ضرور کروں گا اگرچہ وہ دنیا و مافیہا کے گناہ بھی ساتھ لائیں گے۔

وہ شخص جس نے میری ذریت کی مدد کی ہو گی۔

وہ شخص جس نے میری ذریت کو مال دیا ہوگا۔

وہ شخص جس نے دل اور زبان سے میری ذریت کو محبوب سمجھا ہوگا۔

وہ شخص جس نے میری ذریت کی غربت میں اس کی ضروریات پوری کی ہونگی۔

یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ شیعہ سنی کتب میں موجود ہے حتیٰ کہ اہلحدیث بھی اس روایت کو صحیح سمجھتے ہیں مجھے ایک سال عمرہ کے لیے سعودی عرب جانیکا اتفاق ہوا وہاں ایک مدرس مسجد الحرام میں بیٹھا درس حدیث دے رہا تھا میں اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس سے پوچھا کہ مکہ میں علم حدیث کا بڑا عالم کون ہے؟

اس نے کہا۔ محمد ابن سبیل بڑا عالم حدیث ہے

میں محمد کے پاس گیا۔ اور اس سے چند سوالات پوچھے۔ ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ میں نے سنا ہے کہ اہلحدیث حضرات شفاعت نبویہ کے قائل نہیں ہیں کیا یہ سچ ہے؟

اس نے جواب دیا یہ ہم پر بہتان ہے اگر ہم شفاعت کا انکار کریں تو بیسیوں آیات قرآن اور سینکڑوں احادیث کو کیا کریں گے چونکہ آپ اولاد رسول سے ہیں اس لیے میں آپ کو بتاؤں کہ ہم آپ کو کیا سمجھتے ہیں اور ہمارا عقیدہ کیا ہے۔

ذخائر العقبیٰ میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ

آپ نے فرمایا ہے میں قیامت کے دن چار افراد کی شفاعت ضرور کروں گا اگرچہ ان کے سر پر دنیا و مافیہا جتنے گناہوں کا بوجھ بھی ہوگا۔

جس شخص نے میری ذریت کی عزت کی ہوگی۔

جس شخص نے میری ذریت کی ضروریات پوری کی ہونگی۔

جس شخص نے میری ذریت کی مجبوری کے وقت ان کی دادرسی کی ہوگی

جس شخص نے میری ذریت سے مخلصانہ محبت کی ہوگی ۔

میں نے کہا کچھ اہلسنت نے اپنی کتب میں بڑی شدت سے شفاعت نبی اکرم سے انکار کیا ہے کیا وہ لوگ بھی آپ سے ہیں ؟

اس نے کہا ان لوگوں کے متعلق میں آپ کو ذخائر ہی سے ایک حدیث سنا دیتا ہوں امید ہے آپ کو اس سے معلوم ہو جائیگا کہ یہ لوگ کون ہیں ؟

آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ جو لوگ میری ذریت کو حقیر سمجھیں گے۔ میری ذریت کے حقوق ادا نہیں کرینگے ۔

اللہ ان کے دل سے بصیرت اور ان کے سے عقل کی دولت چھین لے گا ۔

میرے خیال میں ، وہ لوگ ہیں جنہوں نے ذریت رسول سے بغض رکھا جسکے نتیجہ میں اللہ نے ان کی عقل سے ادراک و فہم اٹھالیا اور وہ لوگ آل محمدؐ سے بغض کی پاداش میں خود آنحضورؐ سے متعلق آیات اور متواتر احادیث سے بھی اندھے ہوگئے۔

۳۱۔ من لایحضرہ الفقیہ ۔ باب معاونۃ السادات میں آنحضورؐ سے مروی ہے ۔ کہ

جو شخص میری اولاد سے تعاون کرے گا قیامت کے دن میں اس کا کفیل ہونگا ۔

۳۲۔ من لایحضرہ الفقیہ باب مذکور میں شیخ صدوق نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ

قیامت کے دن ایک ملک اہل محشر میں ندا کرے گا ۔ اے لوگو ! خاموش رہو نبی کو نین آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں ۔ تمام اہل محشر خاموش ہو جائیں گے ۔

آنحضورؐ فرمائیں گے ۔ اے لوگو ! جس نے مجھ پر کوئی احسان کیا ہو۔ جس نے میری خدمت کی ہو۔ جس نے میرے لیے کوئی اچھا کام کیا ہو۔ سامنے آئے تاکہ میں آج اسے

کچھ دے سکوں۔

تمام لوگ عرض کریں گے۔ قبلہ ہمارا کونسا احسان یا خدمت ہے ؟

آپ فرمائیں گے۔ اگر کسی شخص نے میری اولاد میں سے کسی بے گھر کو گھر۔ کسی برہنہ کو لباس۔ یا کسی بھوکے کو کھانا کھلایا ہو تو وہ مجھ پر احسان ہے میں ان کا مقروض ہوں ایسے افراد سامنے آئیں اور اپنا قرض وصول کر لیں۔

یہ سنکر جن لوگوں نے یہ سعادت حاصل کی ہو گی سامنے آئیں گے۔

اسی اثنا میں ذات احدیت کی طرف سے ندا ہو گی۔ میرے حبیب ان افراد کا معاملہ میں نے تیرے سپرد کر دیا ہے جنت کے جس طبقہ میں انہیں جگہ دینا چاہے تجھے اختیار ہے امام صادقؑ نے فرمایا۔ کہ نبی عالمینؐ ایسے تمام لوگوں کو مقام وسیلہ میں رکھیں گے تاکہ یہ لوگ جنت میں سکونت کے علاوہ محمد و آل محمدؐ کی زیارت سے بھی مشرف ہوتے رہیں۔

۳۳۔ شیخ طوسی نے امالی میں امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ

مجھے اپنے آباؤ اجداد کے ذریعہ آنحضورؐ سے روایت کی گئی ہے کہ جو شخص اس دنیا میں اولاد رسول سے ایک ذرہ کی امداد کرے گا قیامت کے دن آنحضورؐ اس کو ایک قنطار کے برابر بدلہ دیں گے۔ یہی روایت امالی شیخ صدوق اور میر داماد کی منہاج الصفوہ میں بھی موجود ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے ایک ذرہ کی توضیح میں لکھا ہے کہ ایک ذرہ مثقال کا ۱/۲۴ اور قنطار پنجاہ ہزار مثقال کے برابر ہوتا ہے۔

۳۴۔ تفسیر فرات میں اصبغ ابن نباتہ سے مروی ہے کہ

میں نے حضرت علیؑ سے ھم من فزع یومئذ آمنون۔ وہ لوگ قیامت کے خطرات سے محفوظ ہونگے۔ کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ آج تک مجھ سے اس آیت کی تفسیر کسی نے نہیں پوچھی۔ میں نے آنحضورؐ سے اس کی تفسیر پوچھی تھی انہوں نے فرمایا تھا

قیامت کے دن۔ اللہ مجھے میری اولاد، اور میری اولاد کے موالیوں کو جب محشور فرمایا گا تو تیرے اور میری اولاد کے ساتھ میری ذریت کے موالیوں کو قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے گا۔ اس آیت میں انہی کے متعلق بتایا گیا ہے۔

۳۵۔ ذخائر اور دیگر کتب اہلسنت میں آنحضورؐ سے منقول ہے کہ۔

جو شخص دنیا میں میری ذریت سے تعاون کرے گا اور میری ذریت دنیا میں اس کا بدلہ نہ دے سکے گی تو ایسے افراد کو قیامت کے دن میں خود بدلہ دُوں گا۔

۳۶۔ عمدۃ الصحاح الاخبار فی مناقب الائمہ الاطہار میں نبی کونینؐ سے مروی ہے کہ

جس شخص نے میری ذریت پر ذرہ بھر بھی ظلم کیا ہوگا جنت اس پر حرام ہوگی۔ اور جس نے میری ذریت پر ذرہ بھی احسان کیا ہوگا قیامت کے دن میں خود اس کا بدلہ انہیں دُوں گا۔

۳۷۔ تحفۃ النجباء فی مناقب اھل العباء۔ میں سرور انبیاء سے مروی ہے کہ۔

اگر کوئی شخص قیامت کے دن مجھے اپنا مقروض دیکھنا چاہتا ہے اور میری شفاعت حتمیہ کا خواہشمند ہے تو میری ذریت سے نیکی اور احسان کرے۔ ایک سوال ممکن ہے کچھ شکوک افراد یہ سوال کر ڈالیں کہ۔ جب ہر مسلمان سے تعاون باعث نجات ہے تو پھر یہ سادات سے تعاون کی تخصیص کی کیا وجہ ہے جبکہ سادات بھی امت کا ایک حصہ ہیں جواب میں عرض کروں گا کہ جہاں تک ذات احدیت کی طرف سے کسی غمزدہ کے تعاون پر اجر کا تعلق ہے تو وہ صرف مسلمانوں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اللہ نے تو ہر ذی روح اور ہر انسان سے تعاون کو اپنی عبادات کی فہرست میں سر فہرست شمار فرمایا

ہے۔ اور اس عبادت کے مقابلہ میں کسی اور عبادت کو قرار نہیں دیا۔ لیکن جہاں تک ذریت رسول کا تعلق ہے تو ظاہر ہے جسطرح سادات کو اللہ نے عام انسان سے افضل قرار دیا ہے تو پھر ان سے تعاون بھی عام انسانوں کی نسبت اجر جزیل کا موجب ہوگا۔

علاوہ ازیں۔

• دیگر مسلمانوں یا انسانوں یا ذی ارواح سے تعاون کا بدلہ ذات احدیت کی طرف سے عنایت ہوگا جبکہ اولاد رسول سے تعاون کے معاوضہ کا ذمہ دار سرور کونین ہونگے۔

• سادات سے تعاون کو اہمیت اس لیے بھی دی گئی ہے کہ دیگر ذی ارواح۔ عام انسانوں اور مسلمانوں کے دشمن ان کی ذات کے دشمن ہونگے جبکہ ذریت رسول کے دشمن نسل رسول کے دشمن ہونگے۔ گویا جو ذریت رسول کے کسی فرد سے تعاون کرے گا وہ نسل رسول کے تحفظ کا معاون ہوگا۔

• سادات سے تعاون اور غیر سادات سے تعاون کی نسبت میں فرق بہت زیادہ اگر کوئی شخص غیر سادات سے تعاون کرے تو اسے جو کچھ سات لاکھ غیر سادات سے تعاون پر ثواب ملے گا وہی ثواب اسے ایک سید کے تعاون سے ہوگا۔ بالفاظ دیگر ایک سید بمقابلہ سات لاکھ غیر سید ہے۔

• غیر سادات کے تعاون سے تعاون کرنیوالا اپنے دل کو مطمئن کرتا ہے جبکہ سادات سے تعاون کرنیوالا اگر ایک طرف اپنے دل کو مطمئن کرتا ہے تو دوسری طرف نبی الانبیاء کے دل کو خوش کرتا ہے۔

تعاون سادات کے چند صحیح واقعات

۱۔ اہلسنت علماء سے سید احمد حسینی نے اپنی تالیف عمدۃ الطالب میں روایت کی ہے کہ۔

جب محمد ابن عبداللہ ابن حسن نفس ذکیہ نے خروج کیا اور حسن ابن افطس نے ان کا ساتھ دیا۔ تو نفس ذکیہ کی شہادت کے بعد حسن ابن افطس روپوش ہو گیا۔ جناب امام صادقؑ عراق تشریف لائے تو انہوں نے منصور دوانقی سے فرمایا۔

کیا تو روز قیامت آنحضورؐ سے وقتِ ملاقات اپنی سرخروئی چاہتا ہے؟

منصور نے کہا۔ وہ کون بدنصیب ہے جو ایسا نہیں چاہتا۔

آپ نے فرمایا۔ پھر نفس ذکیہ کے تمام ساتھیوں کو بالعموم اور حسن ابن افطس کو بالخصوص معاف کر دے۔ اس نے صرف اپنے خلوص اور ذریت رسول سے تعاون کی خاطر نفس ذکیہ کا ساتھ دیا تھا۔

۲۔ مناقب میں ابن شہر آشوب نے محمد ابن عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ

میں امکانی طور پر سادات سے ہر قسم کا تعاون کرتا تھا۔ ایک رات مقام جحفہ پر سو رہا تھا عالم خواب میں آنحضورؐ کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے فرزند عیسیٰ تو جو میری اولاد کی خدمت کرتا ہے انشاءاللہ کل یوم محشر اس کا اجر تجھے میں خود دوں گا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ۔ اگر میں سادات کی خدمت نہ کروں تو پھر کس کی کرونگا۔
اتنے میں آپ کے سامنے کھجوروں کا ایک طبق لایا گیا آپ نے اس سے مٹھی بھر کھجوریں مجھے عطا کیں جب میں انہیں گنا تو وُہ اٹھارہ تھیں۔ میں نے یہی سمجھا کہ میری عمر کی طرف اشارہ ہے جو بقیہ اٹھارہ برس بچ گئی ہے، کافی عرصہ گزر گیا مجھے یہ خواب بھول چلا تھا پھر ایک مرتبہ ایک جگہ لوگوں کو جمع دیکھا۔ اجتماع کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ امام رضا تشریف فرمایئں۔ میں ان کے پاس چلا گیا سلام کیا، شرف دست بوسی حاصل کیا۔ دیکھا تو امام رضا کے سامنے ویسی طشت رکھی تھی جیسی آنحضورؐ کے سامنے دیکھی تھی اور اس میں اتنی کھجوریں تھیں جتنی آنحضورؐ کے طشت میں تھیں۔ میں نے امام رضا سے کھجوروں کا سوال کیا۔ آپ نے مٹھی بھر کھجوریں مجھے دیں جب میں نے گنا تو اٹھارہ تھیں اب مجھے اپنا وُہ بھولا ہُوا خواب یاد آگیا۔ میں نے زیادہ کا مطالبہ کیا تو۔ آپنے فرمایا۔ اگر میرے نانا نے زیادہ دی ہوتیں تو میں ضرور دیتا۔

اس وقت مجھے۔ اولنا محمد اخرنا محمد اوسطنا محمد وکلنا محمد یاد آیا۔ کہ یہ سب ایک ہیں اور ایک سب کے قائم مقام ہے۔

۳۔ فوائد العلماء و فرائد الحکماء کے مصنف نے ایک اہلسنت عالم کا یہ نظریہ نقل کیا ہے۔

تمام اولاد زہراؑ کا احترام اسیطرح واجب ہے جسطرح تمام آیات قرآن کا احترام واجب ہے۔ صالح اور غیر صالح سادات میں وہی فرق ہے جو قرآن کی زیر عمل اور منسوخ آیات میں فرق ہے جسطرح قرآن کی تمام آیات کا احترام واجب ہے لیکن منسوخ آیات پہ عمل نہیں کیا جاتا۔ اسیطرح غیر صالح سادات کا احترام واجب ہے لیکن ان کی اطاعت نہیں کی جاتی۔ میری نظر میں قیامت کے دن ہی کونین کے روبرو خدمت احترام

سادات سے عمدہ تر وسیلہ اور کوئی نہیں ہے۔

۴۔ کتاب فضائل امیرالمومنین میں فضل ابن شاذان نے ابراہیم ابن مران سے روایت کی ہے کہ۔ ابراہیم کہتا ہے کہ کوفہ میں میرے پڑوس میں ایک تاجر رہتا تھا جو بہت رحم دل اور خوش اخلاق تھا۔ سادات سے رقم کا تعاون کرتا تھا۔ جب بھی کوئی سید اس سے کسی چیز کا مطالبہ کرتا تھا وہ بیدریغ اور بلاپس وپیش اسے دے دیتا تھا۔ اپنے منشی سے کہتا تھا کہ حضرت علیؑ کے کھاتہ میں اتنا قرض لکھ دے۔ حوادثات زمانہ سے وُہ نادار ہو گیا۔ تجارت میں مسلسل خسارہ جات نے اُسے اجاڑ دیا۔ اپنے کھاتہ میں اسے جتنے مقروض نظر آئے سب سے اس نے حتی الامکان وصول کر لی۔ جو فوت ہو چکے تھے انہیں معاف کر دیا۔ لیکن حضرت علیؑ کے نام لکھے گئے کھاتہ کو اس نے نہ تو ختم کیا اور نہ ہی سادات سے مطالبہ کیا۔ اسی پریشانی کے عالم میں ایک دن اپنے گھر کے دروازہ پر پریشان بیٹھا تھا کہ ایک ناصبی نے آکر طنز کیا۔ ہر مقروض سے تو تو نے قرضہ وصول کر لیا ہے۔ لیکن تیرا جو سب سے بڑا مقروض ہے کیا اس سے قرضہ وصول نہیں کر سکا تاجر اپنی پریشانی کی وجہ سے اس کا طنز نہ سمجھ سکا۔

تاجر نے کہا۔ اب تو میرا کوئی مقروض نہیں رہا جو زندہ تھے ان سے وصول کر لیا ہے اس ناصبی نے ہنسکر کہا۔ واہ بھائی واہ۔ اب تو تم سب کچھ بھول گئے۔ وہ تیرا علیؑ بھی تو تیرا مقروض تھا میں نے ایک دن تیرے کھاتہ میں علیؑ کا نام بھی مقروض افراد میں دیکھا تھا۔ تیرے منشی نے بتایا کہ اولاد زہراؑ کو تو جو کچھ دیتا ہے وہ بنام علیؑ لکھ دیا جاتا ہے۔ کیا وُہ زندوں سے ہے یا مرجانیوالوں سے ہے اگر زندوں سے ہے تو اس سے وصول کر۔ اور اگر مرجانیوالوں سے ہے تو اس کے نام کو اپنے کھاتہ سے نکال دے اور آئندہ کے لیے ہماری بات مان لیا کر۔ کہ مرجانیوالے کبھی کوئی فائدہ دیتے ہیں نہ نقصان

یہ سن کر تاجر کی پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ خاموشی سے اندر چلا گیا۔ رات کو جب سویا تو عالم خواب میں سرورِ کونین، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو دیکھا۔ آپ اس کے قریب آئے اور جناب حسینؑ سے پوچھا۔

علیؑ کہاں ہے؟

دونوں نے عرض کیا ابھی آتے ہیں۔

اتنے میں حضرت علیؑ بھی تشریف لے آئے، آنحضورؐ نے فرمایا۔

یا علیؑ۔ اس بیچارے کا حال نہیں دیکھتے ہو اب تو اس کا قرضہ لے چکا دو۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ میں لیٹ ذرا اس لیے ہو گیا ہوں۔ میں دنیاوی قرضہ چکانے کی خاطر قرضہ کی تمام رقم ہمراہ لایا ہوں۔ یہ حاضر ہے آپ اپنے دستِ مبارک سے اس کے حوالے کر دیں۔

آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کے ہاتھ سے تھیلی لیکر مجھے تھما دی۔ میں نے تھیلی لے لی۔ میری آنکھ کھل گئی دیکھا تو تھیلی میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے اسی وقت اپنی بیوی کو جگایا۔ اسے وہ تھیلی دکھائی۔ اس نے پوچھا یہ اس وقت تیرے پاس پیسے کہاں سے آ گئے؟ میں نے تمام واقعہ خواب سنایا اس نے کہا ذرا جا کر اپنا رجسٹر لاؤ۔ ذرا دیکھیں کہ کیا یہ رقم اتنی ہی ہے جتنی حضرت علیؑ کے نام لکھی ہوئی ہے۔ جب میں رجسٹر لے کر آیا اور حضرت علیؑ کا کھاتہ دیکھا۔ تو اس میں سے حضرت علیؑ کے نام جتنی رقم درج تھی اس پر قرض وصول ہو چکی لکھی ہوئی تھی۔ جب قرض کی رقم کو گنا اور پھر تھیلی کی رقم کو گنا تو ایک پائی نہ کم تھی نہ زیادہ۔

۵۔ ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص اور علامہ حلی نے کتاب الیقین میں احمد ابن خضیب سے روایت کی ہے۔ احمد کہتا ہے کہ میں متوکل عباسی کے دفتر میں ملازم تھا۔ ایک دن مادرِ متوکل

کے ایک نوکر نے مجھے ایک ہزار دینار لاکر دیا۔ اور ساتھ ہی یہ پیغام کہ اس رقم کو مستحقین میں میں تقسیم کرکے مجھے ان کی فہرست بنا کے دیدے تاکہ میں بھی دیکھ لوں کہ میری کتنی رقم تقسیم ہوئی ہے۔ میں نے اپنے دوسرے چند رفقاء سے مشورہ کرکے جو مستحقین ہمیں ملے تین صد دینار ان میں تقسیم کردیئے۔ رات ہوگئی میں سو رہا۔ کافی رات گزر چکی تھی کہ میرا دق الباب ہوا۔ میں دروازہ پر آیا تو ایک سید زادہ کھڑا ہوا تھا اس نے اپنی تنگدستی کا حال بتایا۔ میں نے ایک دینار دیکر اسے روانہ کردیا۔ جب سونے کے لیے واپس آیا تو میری بیوی نے مجھ سے پوچھا رات کے اس وقت کون تھا؟ میں نے اسے بتایا۔ وہ اٹھی کمرہ سے باہر نکل کر بے تحاشا رونے لگی۔ میں نے اس سے سبب پوچھا تو اس نے کہا۔ تجھے شرم نہیں آئی۔ اس سید کو تو اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ کتنا تنگدست ہے۔ اس نے رات کے کس وقت تیرے دروازہ پر آکر سوال کیا ہے اور تو نے ایک دینار دیکر اسے ٹال دیا ہے۔

یہ سنکر واقعاً مجھے بھی افسوس ہوا۔ چنانچہ میں نے بقیہ سات سو دینار جو مادر متوکل کے بچے تھے اٹھائے اس سید کے گھر گیا دق الباب کیا اور سب رقم اس کے حوالہ کردی۔ واپس آگیا۔ جب میرے جذبات ٹھنڈے ہوئے تو میں پریشان ہوگیا بیوی نے مجھے پریشان دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے۔ میں نے اسے کہا۔ تجھے معلوم ہے کہ متوکل کس قدر دشمن سادات ہے۔ اگر اسے پتہ چل گیا تو میرے بچوں کو یتیم کردے گا۔ میری بیوی نے کہا۔ اگر تیرے بچے یتیم ہوگئے تو کونسا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا۔ اولاد زہراؑ کی یتیمی دیکھی ہے جسے صدیاں گزر رہی ہیں اگر وہ یتیم رہ کر زندہ رہ سکتے ہیں تو کیا تیرے بچے زندہ نہیں رہ سکتے۔ اب فکر نہ کر زہراؑ جانے اور تیرے بچے۔ ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ میرا دق الباب ہوا۔ میں دروازہ پر آیا۔ دیکھا تو مادر متوکل کے نوکر تھیں

اٹھائے کھڑے تھے۔ مجھے دیکھتے کہنے لگے جلدی چل تجھے مادر متوکل نے بلایا ہے میں نے بیوی کو چند وصیتیں کیں اور لرزتا کانپتا ان کے ساتھ چل پڑا۔ ابھی ہم راہ میں تھے کہ دو تین غلام اور راستہ میں آ گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ انہیں بہت جلدی ہے اور وہ بلا رہی تھیں۔ میں جب اس کے سامنے پردہ سے باہر آ کر بیٹھا اور سلام دیا۔ تو مادر متوکل نے کہا۔

احمد تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ تو نے مجھ سے رسُول خُدا کو راضی کر دیا ہے۔ میں نے تجھے اس وقت اس لیے بلایا ہے کہ تجھ سے پوچھوں تو نے کیا کام کیا ہے کہ رسول خُدا مجھ سے خوش ہو کر میرے پاس آئے اور مجھے دُعا دیکر چلے گئے"۔

میں نے پوچھا بات کیا ہے ؟

اس نے کہا۔ ابھی سو رہی تھی۔ خواب میں آنحضورؐ کو دیکھا میرے پاس آئے اور فرمایا۔ اے مادر متوکل میں تیرا۔ ابن خضیب کا اور ابن خضیب کی بیوی کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں۔ اللہ تمہارا بھلا کریگا۔

میں نے سید زادے کو تمام رقم دینے کا واقعہ تفصیل سے بتا دیا۔

مادر متوکل نے اپنے غلام کو ایک لاکھ درہم اور تین لباس لانیکا حکم دیا جب وہ لے کے آیا تو مجھے کہا یہ ایک لباس اس سید زادے کو دے دینا ایک لباس تیرا ہے اور ایک تیری بیوی کا ہے اور یہ ایک لا درہم بھی سید زادے کو دے دینا۔

میں وہاں سے یہ لیکر اٹھا۔ سیدھا سید زادے کے دروازے پر آیا۔ دق الباب کیا۔ تو سید زادے نے میرا نام لے کر کہا ابھی آیا۔ وُہ رو رہا تھا۔ جب میں نے اُسے روتے دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے ؟

اس نے کہا جب تو مجھے پہلی مرتبہ رقم دے کر گیا۔ اور میں نے جا کر اپنی بیوی

کو بتایا تو اس نے مجھ سے کہا کہ جا کر وضو اور ابن خضیب کے لیے دو رکعت نماز پڑھو، لے میں نے بھی دو رکعت نماز پڑھی اور اس سیدزادی نے بھی دو رکعت نماز پڑھ کر تیرے لیے دعائے خیر کی۔ ہم سو بیٹھے عالم خواب میں آنحضورؐ تشریف لائے اور انہوں نے بتایا کہ میں نے متوکل کی ماں۔ ابن خضیب کی بیوی کا شکریہ ادا کر دیا ہے اب وہ اور رقم لائے گا۔ اسے بھی قبول کر لینا۔

۶۔ بحار میں محمد ابن احمد ابن یحییٰ سے منقول ہے کہ میں نے ایک دن معتضد عباسی سے پوچھا کہ دوسرے تمام عباسی حکمران تو دشمن سادات تھے لیکن آپ سادات نواز میں اس کی کیا وجہ ہے؟

اس نے جواب دیا ابھی تک حکومت میرے پاس نہیں آئی تھی کہ ایک رات عالم خواب میں میں نے ایک شخص کو دریا دجلہ پر بیٹھے دیکھا وہ پانی کو مٹھی میں لیتا تھا تو پانی رُک جاتا تھا جب مٹھی کھولتا تھا تو پانی بہنے لگ جاتا تھا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ کہ ایسا کمال اگر ہے تو صرف حضرت علیؑ میں ہے میں قریب گیا ان پر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیکر فرمایا۔

معتضد حکومت تیرے پاس آنیوالی ہے میری اولاد کا خیال رکھنا۔

جب حکومت میرے پاس آگئی تو میری نظروں سے نہ تو خواب کا وہ منظر اوجھل ہو سکا اور نہ میں سادات کو بھول سکا یہی وجہ ہے کہ مازندران کا تمام ٹیکس جب آتا ہے تو اس سے وگنا اپنے خزانہ سے شامل کر کے انکے اولاد زہراؑ میں تقسیم کر دیتا ہوں۔

۷۔ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں اور علامہ حلی نے منہاج الیقین میں روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ قم میں ایک دبا پھوٹ پڑی۔ اکثر ثروتمند حضرات شہر قم چھوڑ کر چلے گئے جو نادار تھے ان کے پاس کہیں جانے کو کچھ نہ تھا وہ وہیں رہ گئے۔ انہی میں ایک سیّد

تھا جس کی ایک بیوی اور چار بچیاں تھیں۔ یہ سید بھی وبا کا شکار ہو کر اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ جب اس سیدزادی کے پاس کچھ نہ رہا تو ناچار اپنی بچیوں کو لیکر قم سے روانہ ہو گئی پھرتے پھراتے یہ مخدرہ بلخ میں پہنچی۔ موسم سرد تھا برف باری ہو رہی تھی۔ ان کے پاس سردی سے بچاؤ کے لیے مناسب کپڑے بھی نہ تھے۔ لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ حاکم شہر انتہائی نرم دل اور سخی ہے جو بھی اس سے کچھ مانگتا ہے وہ دے دیتا ہے یہ مخدرہ اپنی بچیوں کو ساتھ لیکر حاکم بلخ کے پاس آئی۔ اور اپنی سرگذشت بیان کی میں سیدزادی ہوں اور سر چھپانے کی جگہ چاہتی ہوں۔

اس کم نصیب نے کہا۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ تو واقعا سیدزادی ہے۔ اگر تیرے پاس اولاد زہراؑ ہونیکا کوئی گواہ ہے تو میں تجھے جگہ دے دوں گا۔ یہ مخدرہ خاموشی سے واپس پلٹ آئی۔ حاکم بلخ کے پاس ایک مجوسی بھی بیٹھا تھا۔ جب اس نے حاکم بلخ کی ترشروئی اور مخدرہ کی پاکبازی دیکھی تو اس کی مظلومیت سے متاثر ہو کر باہر نکلا۔ حیران و پریشان کھڑی ہوئی ان سادانیوں کو دیکھ کر کہا۔ تم میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ اور میں آپ کو رہنے کی جگہ مہیا کرتا ہوں۔ یہ مخدرہ اپنی بچیوں کو ساتھ لیکر اس مجوسی کے گھر آ گئی۔ اس نے بہترین کمرہ اچھا فرش اور عمدہ گدے اور لحاف دیکر ان سادانیوں کو آرام دیا۔ اس کے بیوی بچے تمام ان کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ جب کمرہ گرم ہو گیا تو اس مخدرہ نے مجوسی کی بیوی سے کہا نماز کا وقت ہے ہم نماز پڑھنا چاہتی ہیں۔ مجوسی کی بیوی نے عرض کیا۔ بی بی ہم مجوسی ہیں مسلمان نہیں ہیں۔ میرے شوہر نے آپ کی عزت شرافت اور اولاد زہراؑ ہونے پر ترس کھا کے آپ کو اپنے گھر لایا ہے۔ اگر ہمارے گھر میں آپ کی نماز ہو سکتی ہے تو ہماری طرف سے آپ کو اجازت ہے۔ میں دوسرے مسلمانوں کو دیکھتی ہوں وہ اس طرف منہ کر کے اپنی عبادت کرتے ہیں۔ اس مخدرہ نے اپنی بچی سے بوسیدہ چادر لیکر اسے

جائے نماز بنائی اور مصروف عبادت ہو گئی۔ بی بی ساری رات اللہ سے اس مجوسی کے مسلمان ہونے کی دعا مانگتی رہی۔ جب رات کا کافی حصہ گزر گیا تو مجوسی روتے روتے نیند سے اُٹھا بیوی نے پوچھا کیا بات ہے۔

مجوسی نے بتایا سو رہا تھا۔ عالم خواب میں قیامت بپا ہو گئی۔ پیاس کے مارے میرا بھی دوسروں کیطرح برا حال تھا۔ ہر ایک مارا مارا پھر رہا تھا کسی کو پانی نہ مل رہا تھا۔ مجھے کسی نے بتایا کہ یہ قیامت کا دن ہے اور آج کے دن پانی صرف محمد مصطفٰےؐ کے ہاتھ سے مل سکتا ہے۔ لیکن وہ صرف انہی کو پانی دے رہے ہیں جو ان کا کلمہ پڑھتے ہیں۔

یہ سُن کر میں پریشان بھی ہوا اور کچھ حوصلہ بھی بڑھا دل میں خیال کیا کہ ان کے پاس جاتا ہوں۔ کلمہ پڑھنے کی وجہ سے اگر انکار کر دیں گے تو ممکن ہے کہ چونکہ میں نے ان کی بیٹیوں کو اپنے گھر میں مہمان بنا رکھا ہے اس کی وجہ سے مجھے پانی دے دیں۔ جب میں ان کے پاس آیا تو دیکھا پیاسوں کا انبوہ تھا۔ جناب حسنینؑ پانی تقسیم کر رہے تھے۔ حضرت علیؑ دشمنان محمد کو دور ہٹا رہے تھے۔ اور آنحضورؐ جام بھر کر دے رہے تھے۔ حاکم بلخ بھی ان کے سامنے کھڑا پانی مانگ رہا تھا۔ میں بھی دور جا کر کھڑا ہو گیا۔

حاکم بلخ نے جب اصرار کیا اور کہا کہ میں آپ کی اُمت سے ہوں۔ تو آنحضورؐ نے فرمایا۔ جا کوئی گواہ لے کے آ جو تیرے مسلمان ہونے کی گواہی دے۔ حاکم بلخ نے عرض کیا۔ قبلہ میرا تو یہاں کوئی واقف بھی نہیں ہے میں کیسے گواہ لاؤں۔

آپ نے فرمایا تیرا یہاں کوئی واقف نہیں ہے اور میری بیٹی کا تیرے اس شہر میں کوئی واقف تھا۔ جسطرح تو نے کل اس مسافرہ کو اپنے گھر میں ایک رات رہنے کے لیے سایہ مہیا نہیں کیا۔ اور انہیں مایوس واپس کر دیا ہے آج تو بھی اسی طرح پیاسا واپس جائے گا۔

برسن کر میری ڈھارس بندھی اور میں آگے بڑھا۔ جب آنحضورؐ نے مجھے دیکھا تو فرمایا۔ یا علیؑ اسے منع نہ کرنا۔ اسے پانی پی لینے دے اس نے کل ہی ہم پر احسان کیا ہے۔ میری اولاد کو اپنے گھر جگہ دی ہے وہ اس وقت بھی اُسکے گھر مہمان ہیں۔ حضرت علیؑ نے آگے بڑھ کر مجھے اپنے ہاتھ سے پانی دیا۔ پیاس کی شدت میں میں نے جلدی سے پانی پیا کچھ میری داڑھی اور کپڑوں پر بھی گر گیا۔ یہ دیکھ اس وقت میری داڑھی اور کپڑے بھی اس پانی سے تر ہیں۔ اور ان سے وہی خوشبو آ رہی ہے جو مجھے اس پانی سے آئی تھی۔

اُٹھ جا کے دیکھ اگر سید زادی بیدار ہے تو میں اسی وقت کلمہ پڑھنا چاہتا ہوں اب اس کے بعد مجھے صداقت اسلام کی کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں رہی۔ مجوسی کی بیوی نے جب ان سید زادیوں کے کمرہ میں آکر دیکھا تو بچیاں سو رہی تھیں اور مخدرہ مصروف عبادت پر بیٹھی مصروف گریہ تھی۔ اس نے جا کر مجوسی کو بتایا۔ مجوسی نے مخدرہ سے اجازت مانگی تمام اہل وعیال کو جگایا اس مخدرہ کے پاس آکر سلام قبول کیا۔ ادھر دق الباب ہُوا۔ غلام نے آکر اطلاع دی کہ حاکم شہر آیا ہے۔

مجوسی اُٹھ کر گیا۔ مجوسی نے سلام کر کے پوچھا کیا بات ہے؟

حاکم بلخ نے کہا۔ میرے مہمان آپکے پاس ہیں انہیں لینے آیا ہوں۔

مجوسی نے کہا۔ وہی مہمان جن سے کل گواہ مانگ رہا تھا۔ آخر تیرے مہمان کیسے ہو گئے ہیں۔ میں نے تو ان سے گواہ نہیں مانگے تھے۔ حاکم بلخ نے شرمندہ ہو کر کہا۔ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔

مجوسی نے کہا۔ میں بھی وہ سب کچھ دیکھ چکا ہوں جو تو نے دیکھا ہے۔ اب میں مجوسی نہیں مسلمان ہوں اور وہ تیرے نہیں میرے مہمان ہیں میں نے اپنا یہ مکان ان کی ملکیت میں دے دیا ہے۔ کل صبح میں یہاں سے منتقل ہو جاؤں گا۔ اب یہ اُن کا گھر ہے میرا گھر

نہیں ہے۔

حاکم بلخ نے کہا۔ اچھا اس مخدرہ سے مجھے اجازت لے کے دے تاکہ میں اس سے اپنی گستاخی کی معافی لوں۔

اس نومسلم نے بی بی کو آکر تمام قصہ سنایا۔ بی بی نے شکریہ خدا ادا کیا کہ اللہ نے اُسے راہ حق دکھا دی ہے۔ اسے آنیکی اجازت دی۔ اس نے آکر معافی مانگی۔ بی بی نے فرمایا۔ میں تجھے معاف کرتی ہوں اس نے عرض کیا۔ پھر میرے گھر تشریف لے چلیں۔ بی بی نے فرمایا اب میں اس گھر کو نہیں چھوڑ سکتی۔ جب تو نے مجھے نہیں پہچانا تھا اس گھر نے مجھے پہچان لیا تھا۔ بھلا میں کیسے اس گھر کو چھوڑ سکتی ہوں۔ حاکم بلخ مایوس ہو کر واپس گیا اس نے چند تحائف اور کچھ ملبوسات ہدیۃً بھیجے۔ اس مخدرہ نے سب کچھ واپس کر دیا۔

٨۔ تذکرۃ الخواص میں ابن جوزی نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے کہ آنحضورؐ نے ایک شخص کو خواب میں فرمایا کہ۔ جا فلاں مجوسی سے کہدے۔ دُعا قبول ہو گئی ہے وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے خواب سمجھ کر اس کی پروا نہ کی سو گیا۔ دوسری مرتبہ آپ نے فرمایا جا اس مجوسی سے کہدے دُعا قبول ہو گئی ہے۔ میں جاگا۔ خواب سمجھ کر پروا نہ کی پھر سو گیا۔ تیسری مرتبہ آپ نے مجھے جھڑک کر فرمایا۔ میں تجھے کیا کہہ رہا ہوں اور تو پروا نہیں کر رہا۔ جا اس مجوسی سے کہدے دُعا قبول ہو گئی ہے۔ میں مجبوراً اُٹھا۔ اس مجوسی کے دروازہ پر دق الباب کیا۔ وہ مجوسی دروازہ پر آیا۔ میں نے اُسے پیغام دیا۔

اس نے کہا تو مجھے جانتا ہے کہ میں مجوسی ہوں۔

میں نے کہا جانتا ہوں۔

اس نے کہا تجھے معلوم ہے کہ میں تمہارے نبی کو نہیں مانتا ہے

میں نے کہا مجھے معلوم ہے۔

اس نے کہا۔ پھر کیوں مجھے یہ کہہ رہا ہے۔

میں نے کہا میری مجبوری ہے۔

اس نے کہا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ وان علیا ولی اللہ۔

پھر اس نے کہا بھلا تجھے کیسے معلوم ہے کہ میرے نام یہ پیغام کیوں آیا ہے اور کونسی دعا قبول ہوئی ہے۔

میں نے کہا میں خود پوچھنے والا تھا۔

اس نے بتایا کہ کل میری بچی کی شادی تھی۔ میں آنیوالے مہمانوں کے لیے صحن میں نے دسترخوان بچھایا۔ میرے پڑوس میں ایک غریب سیّد کا گھر ہے۔ جب دسترخوان پر کھانے چُن دیئے گئے تو میں نے اپنے کانوں سے ایک کمسن سیّد زادی کی آواز سُنی وہ اپنی ماں سے کہہ رہی تھی۔ ماں تجھے معلوم ہے ہم نے کتنے دن سے کھانا نہیں کھایا۔ آج اس کھانیکی خوشبو سے مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ جب میں نے یہ بات سُنی تو۔ اپنے ایک غلام کو کھانیکا طبق اٹھانے کا حکم دیا۔ خود اپنی بچّی کے جہیز والے کپڑوں سے چھ سات جوڑے کپڑے اٹھائے اور کچھ نقد لیکر اس سیّد کے دروازہ پر آیا۔ انہیں وہ سب کچھ پیش کیا۔

جب اس بچّی نے یہ سب کچھ دیکھا تو اس نے تمام گھر والے خورد و کلاں سے کہا۔ خبردار اس کھانے کو کوئی اس وقت تک ہاتھ نہ لگائے جب تک اس مجوسی کے لیے دُعا نہ مانگ لے۔ میں سب کچھ لیے حیران کھڑا تھا۔

اس بچّی نے ہاتھ اٹھائے اس کے ساتھ تمام گھر والوں نے ہاتھ اٹھائے۔ اس بچّی نے کہا۔

اے اللہ اس مجوسی کو میرے جدّامجد کے ساتھ محشور فرما۔ تمام نے ایسا کہا۔

یہ تھی وُہ دُعا۔ اس کے بعد اس مجوسی نے اپنے تمام نوکروں اور گھر والوں سے کہا میں نے اسلام کی صداقت دیکھ لی ہے اب مجھے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے میں کلمہ پڑھ چکا ہو جو کلمہ پڑھنا چاہے وہ اس گھر میں رہ سکتا ہے۔ اور جن نوکروں کے پاس جو کچھ ہے اگر وہ کلمہ پڑھ لیں تو میں انہیں سب کچھ معاف کرتا ہوں وہ ان کی ملکیت ہے اور جو کلمہ نہیں پڑھیں، وُہ میرا حساب مجھے دیں اور اپنی راہ لیں۔ مجوسی کے تمام اہلِ خانہ اور تمام نوکروں نے اسی وقت کلمہ پڑھا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

ان واقعات اور احادیث سے صراحۃً یہ معلوم ہوتا ہے مودت فی القربیٰ کا حکم صرف معصومین سے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ معصوم اور غیر معصوم ہر ایک سے جو بھی اولاد زہرا سے ہو محبت واجب ہے۔ اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جن سے آنحضورؐ کے اس ارشاد گرامی کی مؤید ہیں کہ

میری اولاد میں سے صالح افراد سے اللہ کیلیے اور غیر صالح افراد سے میرے لیے محبت کرو

اولادِ زہراؑ کو اذیّت دینے والوں کی سزا

فضائل سادات میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ سادات سے عداوت سادات کی ایذا رسانی اور سادات سے بغض غضب الٰہی کا موجب ہوتا ہے۔
ممکن ہے بعض لوگ یہ سمجھیں کہ یہ برتری سادات سے مخصوص نہیں ہے بلکہ صرف انسان سے مخصوص نہیں ہے غیر انسان کسی بھی ذی روح کو اذیت دینا غضب خالق کا موجب ہوتا ہے۔
ایسی افکار کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ جہاں تک آپ کے موقف کا تعلق ہے درست ہے لیکن جس غضب الٰہی کی بات ہم کرنے چلے ہیں وہ سادات کی اذیت سے مخصوص ہے۔ اولاً۔

ز غیر انسان یا انسان یا مسلمان یا مومن سے بغض علی الاطلاق غضب الٰہی کا موجب نہیں ہوتا جبکہ سادات خواہ مومن ہوں یا غیر مومن سے تنہا بغض و عداوت بھی غضب ذوالجلال کا باعث ہوتی ہے۔ اور مومنین سادات سے بغض و عداوت نہ صرف غضب خالق کا باعث ہوتا ہے بلکہ مومنین سادات کی ایذا رسانی بغض سرکار رسالت کا باعث ہوتی ہے اور سرکار رسالت سے بغض کفر ہے۔

ذیل کے چند واقعات سے ہمارے دعوٰی کی تصدیق فرمائی جا سکتی ہے۔

۱۔ محاسن برقی میں امام صادقؑ سے منقول ہے آپ نے اپنے آباء کے ذریعے کرمین سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

میری ذریت سے بغض و عداوت رکھنے والے قیامت کے دن یہودیوں کے ساتھ محشور ہوں گے۔

کسی نے سوال کیا۔ قبلہ اگر آپ کی ذریت سے بغض و عداوت رکھنے والا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہو تو ہے

آپ نے فرمایا۔ اگرچہ ان کا قائل بھی ہو پھر بھی اس کا حشر یہ ہی ہوگا کیونکہ ان دو کلمات کا صرف اس قدر فائدہ ہے کہ ان کے قائل کا خون محفوظ ہو گیا اور جزیہ معاف ہو گیا پھر فرمایا۔ ایسے افراد جو میری ذریت سے بغض رکھیں گے قیامت کے دن یہودیوں کے ساتھ مبعوث ہونگے۔

کسی نے عرض کیا۔ کیوں یارسول اللہ!

آپ نے فرمایا۔ توحید و رسالت کی گواہی دیکر میری ذریت سے بغض رکھنے والے افراد ان افراد سے ہیں کہ اگر یہ لوگ دجال کے زمانہ میں ہوتے تو دجال کو اپنا پیشوا مان لیتے۔

۲۔ امالی شیخ صدوق میں صفوان جمالی نے امام صادق سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا ہے۔ مجھے میرے والد نے ام المومنین امّ سلمہ کے ذریعہ آنحضورؐ سے روایت کی ہے۔

آنحضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ لا یستوی اصحاب النار واصحاب الجنۃ۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ جہنم والے صحابی کون ہیں؟

آپ نے فرمایا جو علیؑ اور اولاد علیؑ کو دشمن سمجھیں گے۔ جو لوگ علیؑ اور اولاد علیؑ کی

عیب جوئی کریں گے۔

میں نے عرض کیا۔ جنتی صحابی کون ہونگے؟

آپ نے فرمایا۔ علیؑ اور اولادِ علیؑ سے محبت رکھنے والے جنتی ہونگے۔

۳۔ نبیؐ ثقلین نے ایک مرتبہ فرمایا۔

میری اور میری ذریت کی یہ خصوصیت ہے جو اللہ نے ہمیں دی ہے کہ۔

○ جس گھر میں ہماری عداوت ہوگی وہ گھر تباہ ہو جائے گا۔

○ جو کتا ہم پر حملہ آور ہوگا وہ خارش کے مرض میں مبتلا ہو کر مرے گا۔

○ جو بھیڑیا ہم پر حملہ کرے گا اس پر کتے مسلط ہو جائیں گے۔

جسے بھی میری ان باتوں میں شک ہو میری طرف سے اجازت ہے خود آزما کے دیکھ لے۔

۴۔ معانی الاخبار میں امام صادقؑ نے اول النعم کے معنی میں آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ۔

آپ نے فرمایا۔ مجھ سے اور میری ذریت سے محبت صرف وہی شخص کرے گا جو حلال زادہ ہوگا اور ہمارے ساتھ بغض صرف وہی شخص کرے گا جو حرام زادہ ہوگا۔

۵۔ متعدد علماء نے اپنی مولفات میں روایت کی ہے شہید ثانی نے شرح لمعہ کے باب اطعمہ میں بھی لکھا ہے کہ۔

امام رضاؑ نے فرمایا ہے۔ قبرہ کا گوشت مت کھاؤ۔ قبرہ کو برا نہ کہو۔ قبرہ بچوں کو کھیلنے کے لیے نہ دو کیونکہ قبرہ تسبیح خدا کرتا ہے اور اس کی تسبیح یہ ہوتی ہے۔

اے اللہ! دشمنان آلِ محمدؐ پر لعنت کر۔

۶۔ علمائے اہلِ سنت نے اپنی متعدد مؤلفات میں ابو سعید خدری سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ میری ذریت سے عداوت رکھنے والا منافق ہوگا

۷۔ جامع الاخبار میں آنحضورؐ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

جو شخص میری ذریت سے عداوت رکھے گا۔ میری ذریت کا قاتل ہوگا۔ میری ذریت کے قاتلوں کی مدد کرے گا۔ یا میری ذریت کو گالی دے گا اللہ نے ایسے افراد پر جنت کو حرام کیا ہے۔ قیامت کے دن انہیں اپنے اعمال کی جزا نہ ملے گی۔ اور نہ ہی ان کے گناہ ان کا ساتھ چھوڑیں گے۔

۸۔ ذخائر میں آنحضورؐ سے منقول ہے کہ۔

آپ نے فرمایا۔ اے میرے اہلبیت! میں نے اللہ سے دعا مانگی ہے کہ۔

تم میں سے میدان میں ہر کھڑے ہونیوالے کو ثابت قدم رکھے۔

تم میں سے ہر گمراہ کو ہدایت دے۔

تم میں سے ہر کم عقل کو دولت عقل سے مالا مال کرے۔

تم میں سے ہر شخص رحمدل۔ مہربان اور بہادر ہو۔

اگر کوئی شخص اتنی عبادت کرے کہ اس کے قدم زخمی ہو جائیں پھر تمہاری عداوت لیکر دربار خدا میں حاضر ہو اللہ اُسے جہنم میں ڈالیگا۔

۹۔ ذخائر ہی میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

اگر کوئی شخص عبادت الٰہیہ کرتے ہوئے رکن و مقام کے مابین مرجائے اور آل محمدؐ کا بغض دل میں رکھتا ہو تو اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائیگا۔

۱۰۔ ذخائر میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ آنحضور نے فرمایا۔

میری ذریت سے دشمنی رکھنے والا منافق ہوگا۔

۱۱۔ جامع الاخبار میں آنحضورؐ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

میری ذریت سے محبت وہی رکھیگا جو مومن ہوگا اور میری ذریت سے بغض

وہی رہے جو منافق ہوگا۔

۱۲- شیخ صدوق نے امالی میں زید ابن علی ابن حسینؑ سے روایت کی ہے کہ۔ زید ابن علی نے بتایا ہے کہ مجھے میرے باپ علی ابن حسین نے اپنے بال یوں پکڑ کر بتایا تھا کہ

مجھے میرے باپ حسین ابن علیؑ نے اپنے بال اپنے ہاتھ میں لیکر بتایا تھا کہ مجھے آنحضورؐ نے اپنے بال اپنے ہاتھ میں پکڑ کر بتایا تھا کہ

یا علیؑ! جو شخص تیرے ایک بال کو اذیت دے گا گویا اس نے مجھے اذیت دی ہے جس نے مجھے اذیت دی ہے اس نے خدا کو اذیت دی ہے اور جس نے اللہ کو اذیت دی اہل ارض و سما اس پر لعنت کریں گے۔

۱۳- ابن بابویہ نے عیون اخبار رضا میں آنحضور سے روایت کی ہے کہ علیؑ سے دشمنی کفر اور سادات سے دشمنی نفاق کی علامت ہے۔

۱۴- جامع الاخبار میں نبی اکرم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔ میری ذریت سے بغض رکھنے والے قیامت کے دن منافقین کے ساتھ جہنم کے آخری طبقہ میں معذب ہونگے۔

۱۵- میر باقر داماد نے منہاج الصفوہ میں امالی شیخ صدوق کے ذریعہ آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

جب روز قیامت میں اپنے مقام محمود پر جا کھڑا ہوں گا اور اپنی امت کے گناہان کبیرہ کے مرتکبین کی شفاعت کروں گا تو اللہ میری ہر شفاعت کو قبول فرمائیگا۔ مجھے اللہ کی قسم ہے! جن لوگوں نے میری ذریت کو ذرہ بھر بھی اذیت دی میں ان کی شفاعت کبھی نہ کروں گا۔

مذکورہ احادیث اور ان جیسی بچاسیوں دیگر احادیث جنہیں صرف اختصار کے پیش نظر ہم نے ذکر نہیں کیا۔ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث کا تعلق نہ تو صرف ذریت رسُول کے معصوم افراد سے ہے۔ اور نہ ہی صرف پہلی یا دوسری صدی کی ذریت پیغمبر سے ہے۔ بلکہ ان کا تعلق تا قیامت ذریت رسول کے ہر معصوم اور غیر معصوم فرد سے ہے۔ خواہ اولاد زہراؑ کے یہ افراد مسلمان ہوں یا نہ ہوں۔ متقی ہوں یا نہ ہوں۔

اولاد جناب زہراؑ کے ہر فرد کو اذیت دینا۔ ان سے بغض رکھنا۔ اور ان سے عداوت رکھنا تا قیامت حرام ہے۔

ذریت فاطمہ کی دُعا بھی بارگاہ خالق میں مستجاب ہوتی ہے۔ صحیفہ رضویہ میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ۔

دعاء اطفال ذریتی مستجاب ماالم یقاربوالذنوب

میری ذریت کے کمسن بچے جب تک ارتکاب گناہ نہیں کرینگے مستجاب الدعاء ہونگے۔

اولیائے خدا میں سے ایک نہایت مقدس اور پرہیزگار شخص جنہیں میں جانتا ہوں۔ انہوں نے اپنا نام کتاب میں لکھنے سے منع فرمایا ہے انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ جب بھی مجھ پر کوئی آفت آتی ہے۔ یا کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو کسی سید کے گھر چلا جاتا ہوں اور ان سے گزارش کرتا ہوں کہ اپنے کمسن بچوں کو صرف چند منٹ کے لیے بیٹھک میں میرے پاس بھیجدیں۔ جب۔ ذریت زہراؑ کے یہ کمسن بچے آتے ہیں تو ان سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے لیے دُعا کریں۔ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جو دُعا میں نے ذریت بنت رسولؐ کے ان کمسن بچوں سے منگوائی ہو وہ قبول نہ ہوئی ہو۔

سینکڑوں ایسے واقعات کتب تاریخ میں موجود ہیں کہ جہاں ذرّیت زہراء کے کسی فرد نے کسی خوش نصیب کے لیے دُعا کی اور اس کا بیڑا پار ہوگیا اور کسی بدنصیب کے حق میں بددُعا کی اور اس کا بیڑا غرق ہوگیا۔ ذیل میں چند ایک واقعات پیش کرتے ہیں تاکہ ممکن ہے کسی پریشاں خاطر کو اطمینان ہو جائے۔

۱۔ شیخ سلیمان ابن داؤد نے زہرۃ الریاض میں نقل کیا ہے کہ:۔

منصور دوانقی ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار ہو کر جارہا تھا کہ ایک گلی سے گزرتے ہوئے ایک مستور دروازے سے باہر آئی اس نے گھوڑے کی باگ پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

منصور! میں تجھے اس رشتہ کا واسطہ دیتی ہوں جو بنی عباس اور بنی فاطمہ میں ہے گھوڑا روک کر میری ایک بات سن لے۔

منصور نے گھوڑا روک لیا۔

اس بی بی نے کہا، منصور میں حسین ابن علی کی اولاد سے ایک مظلومہ ہوں۔ میرے شوہر اور دو بیٹوں کو تو نے اپنے ظلم سے شہید کر دیا ہے۔ اب ایک بیٹا بچا ہے جسے تو نے اپنے زندان میں ڈال رکھا ہے۔ میری درخواست ہے کہ میرا اس دنیا میں اللہ کے بعد میرے اس ایک بیگناہ بیٹے کے سوا کوئی سہارا نہیں ہے اسے آزاد کر دے ورنہ میں تیرے حق میں بددُعا کرونگی۔

منصور نے اپنے شاہانہ دبدبہ کے خلاف اس سیّدزادی کی اس درخواست کو اپنی توہین سمجھا اور کہا، چھوڑ دے گھوڑے کی باگ اور ایک طرف ہٹ جا میں تیرے بیٹے کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

اس بی بی نے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی۔ آنسو بہا کر گھر میں اندر داخل ہوگئی اور وہاں بارگاہ خالق میں عرض کیا۔

بار الہا! میرے جدِ امجد نے اپنے گلوئے نازنین پر خنجر رکھنے والے کو بھی بد دُعا نہیں کی تھی۔ میں منصور کے حق میں بد دُعا تو نہیں کرتی البتہ اتنا عرض کرتی ہوں کہ منصور کو ابھی چند منٹوں میں اتنا پتہ تو چل جانا چاہیئے کہ میں تیرے حبیب کی بیٹی کی اولاد سے ہوں اور ہم بے گناہ مارے جا رہے ہیں۔

منصور جونہی شہر سے باہر نکلا اس کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی۔ منصور سر کے بل گھوڑے سے نیچے گرا۔ فوراً غلام کو واپس بھیجا اور کہا کہ اس سیدزادے کو زندان سے نکال اور اس کے ساتھ اس کے گھر جا کر دس ہزار درہم میری طرف سے دیکر اس سیدزادی سے میری گستاخی کی معذرت کر۔

۲۔ منہج الدعوات میں ابن طاؤس نے روایت کی ہے کہ:

ولید ابن عبد الملک نے اپنے مدینہ کے گورنر صالح ابن عبد اللہ کو حکم بھیجا کہ حسن ابن حسن ابن علی ابن ابیطالب کو زندان سے نکال کر سرِعام پانچ صد کوڑے لگائے جب یہ حکم صالح کو ملا۔ لوگوں کو پتہ چل گیا۔ لوگ جوق در جوق مسجد نبوی میں جمع ہونے لگے انہی میں جناب سجاد بھی آگئے۔ اتنے میں حسن ابن حسن کو زندان سے باہر لایا جا چکا تھا۔ جناب سجاد حسن ابن حسن کے پاس گئے اور فرمایا کہ چچا زادے گھبرا مت۔ اللہ مہربان ہے دُعائے فرج پڑھنا شروع کر دو۔ جناب حسن ابن حسن نے عرض کیا۔ بھیا وہ دُعائے فرج میرے ذہن میں نہیں آ رہی آپ نے فرمایا! لا الٰہ الا اللہ العلی العظیم۔ سبحان اللہ رب السموٰت السبع ورب الارض السبع ورب العرش العظیم والحمد رب العالمین۔

اس کے بعد آپ کسی سے کوئی بات کئے بغیر واپس آگئے۔ جناب حسن ابن حسن نے اس دُعا کو پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد صالح منبر پہ آیا اس نے ولید کا

خط پڑھکر لوگوں کو سنایا۔ پھر خود کہا۔ جہاں تک میں نے حسن ابن حسن کا جائزہ لیا ہے یہ قطعی بیگناہ ہے میں اس وقت اسے کوئی کوڑا نہیں لگاؤں گا۔ ولید کو حالات سے آگاہ کروں گا۔ چنانچہ صالح نے ولید کو لکھا کہ حسن ابن حسن بیگناہ ہے میرے خیال میں اُسے محبوس رکھنے کی بجائے اگر آزاد کر دیا جائے تو ہم ایک بیگناہ کو قید رکھنے کے جرم سے بچ جائیں گے ولید نے جواب میں لکھا۔ ٹھیک ہے حسن ابن حسن کو چھوڑ دو۔

۳۔ المستجار من فعلات الاجواد میں منقول ہے کہ۔ اسحاق ابن ابراہیم طاہری نے خواب میں آنحضورؐ کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے اسحاق قاتل کو چھوڑ دے۔ اسحاق کہتا ہے کہ میں اسی وقت نیند سے بیدار ہوا۔ اٹھا اپنا رجسٹر اٹھایا اور اس میں تمام گرفتار شدگان کے نام دیکھے لیکن ان میں مجھے کوئی قاتل نظر نہ آیا۔ پھر میں نے سندی اور عباس داروغہ قیدخانہ کو بلایا۔ ان سے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی قاتل بھی گرفتار ہے۔ سندی نے جواب دیا۔ بالکل ایک شخص قتل کے جرم میں ملوث ہے میں نے اس کا نام اور جرم آپ کو لکھ کر دیئے ہیں۔ میں نے دوبارہ رجسٹر میں دیکھا تو مجھے اس کا نام نظر آگیا۔ ساتھ ہی قتل کی تفصیل قاتل کا اقرار بھی اور گواہوں کے بیانات بھی لکھے تھے۔ میں نے سندی سے کہا۔ جا۔ ابھی اس شخص کو پیش کر۔

سندی جب اُسے لایا تو میں نے دیکھا وہ شخص خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔

میں نے اس سے کہا اگر تو اپنا واقعہ سچ سچ بتا دے تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔

اس نے کہا ایسے وقت کوئی بدبخت ہی جھوٹ بولتا ہے سچی بات یہ ہے کہ دنیا میں جو ظالم میں آپ جتنے گناہوں کا تصور کر سکتے ہیں میں شاید اس سے بھی زیادہ گناہگار ہوں گا۔ میں تنہا نہیں تھا۔ ہمارا ایک پورا گروپ تھا اور ہم ایک جگہ رہ کر گناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔ ایک بڑھیا ہمارے گناہوں میں ہمارے ساتھ تعاون کرتی تھی۔

ایک دن وُہ ایک انتہائی خوبصورت اور نوجوان لڑکی کو لائی ۔ جب اس نے دروازہ کھولا اور لڑکی کو ہمارے سپرد کیا تو لڑکی کی نگاہ ہم پر پڑی تو اس نے ایک چیخ ماری اور گر کر بیہوش ہو گئی جب سے افاقہ ہوا تو اس نے پہلے تو بڑھیا کو کوسا کہ تو نے مجھے فریب دیا ہے۔ تو نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ تو نے مجھے کہا ہے کہ میرے گھر ایک تاجر کچھ نئی چیزیں لایا ہے تو تُو مجھے وُہ چیزیں دکھانے کے لیے لائی تھی۔ پھر اس نے ہاتھ جوڑے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا۔ دیکھو میں اولادِ رسول سے ہوں۔ میں اولادِ زہرا ہوں۔ میں حسین مظلوم کی بیٹیوں سے ہوں۔ مجھ پر ترس کھاؤ اور مجھ پر ظلم نہ کرو۔

اس کی یہ باتیں سن کر میں نے اُسے جانے کو کہا۔ لیکن میرے ساتھیوں نے اس پر دست درازی کرنا چاہی میں درمیان میں حائل ہو گیا۔ اسی اثنا میں ہمارا جھگڑا بڑھ گیا۔ میں نے تلوار نکال لی۔ اس نے بھی خنجر نکال لیا۔ اس نے مجھے زخمی کیا۔ میں نے اُسے قتل کر دیا پڑوسی ہماری لڑائی سُن کر جمع ہو گئے تھے۔ انہوں نے مجھے قتل کے جرم میں گرفتار کر لیا۔

وُہ سیدزادی تھر تھر کانپ رہی تھی جب اس نے مجھے قتل کے جرم میں گرفتار دیکھا تو میں دیکھ رہا تھا وہ بہتے آنسوؤں سے کہہ رہی تھی اے بندہ خدا! تو فکر نہ کرنا۔ اگر میں اولادِ زہرا سے ہوں تو میں اللہ سے دُعا کروں گی وُہ میری دُعا رد نہیں کرے گا۔ تو آزاد ہو جائے گا تو نے میری عزت بچا کر صرف مجھ پر احسان نہیں کیا ہے تو نے میرے جدِ امجد حسینؑ ابن علیؑ۔ علی ابنِ ابیطالب اور رسول کونین پر احسان کیا ہے۔ ہم نے کبھی کسی کا احسان ادھار نہیں رکھا۔

پھر مجھے آپ کے سپرد کر دیا گیا اور مجھے زندان میں ڈالنے کا حکم دے دیا گیا۔ میرا مقدمہ چلتا رہا۔ گواہیاں مکمل ہو گئیں اور آپ نے مجھے قتل کرنے کا حکم دیدیا۔ اس کے بعد اب آپکے سامنے ہوں۔

اسحاق نے کہا۔ میں تجھے جناب زہراؑ اور رسولخداؐ کے صدقہ میں آزاد کرتا ہوں۔
اس نے کہا۔ جس کے نام آپ مجھے آزاد کرتے ہیں میں بھی وعدہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد اسی کے نام پر کبھی کوئی گناہ نہیں کروں گا انشاءاللہ۔

۴۔ فضائل السادات میں مرقوم ہے کہ میں نے شہید ثانی کے اپنے قلم سے یہ واقعہ لکھا ہوا دیکھا ہے اسے بعینہٖ نقل کر رہا ہوں۔

ابوالفرج ابن جوزی نے روایت کی ہے کہ مجھے میرے ایک متقی اور صالح دوست نے بتایا ہے کہ میں ایک دن فلاں بستی میں گیا وہاں میں نے ایک لوہار کو دیکھا جو لوہے کو آگ میں سرخ کر کے ہاتھ سے پکڑ کر سندان پر رکھتا تھا اور پھر اُسے اپنی مرضی کے مطابق بناتا تھا۔

یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ میں نے دل میں کہا۔ یہ شخص برگزیدگان خُدا میں سے ہے۔

میں نے اس سے کہا۔

اے ولی خُدا میرے حق میں دُعا کر۔

لوہار کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور کہنے لگا میں کہاں ولی خدا ہوں۔

میں نے کہا۔ اللہ نے تجھے اتنی بڑی کرامت سے نوازا ہے پھر بھی آپ کہتے ہیں کہ میں ولی خدا نہیں ہوں۔

اس نے کہا یہ ولایت نہیں ہے ایک گناہ کی علامت ہے میں جب بھی لوہے کو گرم کر کے ہاتھ میں لیتا ہوں اپنے آپ پر ملامت کرتا ہوں آپ کو نہیں معلوم کہ یہ کیا ہے؟

میں نے حیرت سے کہا۔ کیا بات ہے؟

اس نے مجھے ٹالنے کی کوشش کی۔ اور کہنے لگا۔ مجھے اپنے گناہ کا اقرار کرتے ہوئے شرم آتی ہے آپ معاف فرمائیں۔ لیکن میں نے اصرار نہ چھوڑا۔

آخر اس نے کہا۔

کافی عرصہ گزر چکا ہے میں جوان تھا۔ اسی دکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ۔ ایک دن ایک انتہائی حسین وجمیل مستورہ میرے سامنے آکر کھڑی ہوئی اور کہا۔ بھیا میں ایک بے لبس عورت ہوں میرے کمسن بچے ہیں۔ اگر کچھ مہربانی فرما دو تو میرے بچوں کا پیٹ بھر جائیگا جب میں نے اس کے ہاتھ دیکھے تو مجھے شیطان نے خباثت پہ امادہ کیا اور میں نے کہا۔

اگر میرے مکان پر آجائے تو بہت کچھ دے دُوں گا۔

وُہ باحیا عورت کچھ کہے بغیر واپس چلی گئی۔

کچھ دن گزرے پھر وہی عورت آئی اور اس نے اپنا سوال دھرایا۔ میں نے پھر اسی خباثت کا مظاہرہ کیا۔

اُس نے رو کے کہا۔ شاید تو مجھے نہیں پہچانتا کہ میں کون ہوں۔ اور میں بتانا نہیں چاہتی کہ میں کون ہوں۔ ویسے اگر میری ضرورت پوری کرے تو میں تجھے دُعا کرونگی اللہ تجھے دنیا و آخرت کی آگ سے نجات دیدیگا۔

پہلے تو میں نے اس کی بات پہ توجہ نہ دی۔ پھر مجھے عقل نے کچھ سمجھایا۔ تو میں نے کہا۔ کہ اگر تو اتنی متقیہ ہے تو میں۔ تجھے ایک گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں۔ تو میرے لیے دُعا کر مجھے آگ نہ جلائے تو میں تیری ضرورت پوری کر دُوں گا۔

اس نے کہا۔ ٹھیک ہے میں ابھی آتی ہوں۔ کچھ دیر کے بعد وُہ واپس آئی اور اس نے کہا۔ اب ذرا آگ کو پکڑ کے دیکھ لے۔ میں نے ایک انگارے کو ہاتھ نہ لگایا تو مجھے گرمی محسوس نہ ہوئی۔ پھر میں نے ہاتھ اوپر رکھ دیا۔ پھر بھی حرارت کا احساس نہ ہوا۔ پھر میں نے انگارا اٹھا لیا۔ پھر بھی گرم نہ لگا۔ تو میں نے اس مستورہ کی ضرورت پوری کر دی اور اس سے وعدہ کیا کہ آئندہ جب بھی ضرورت ہو میں انشاء اللہ ضرورت پوری

کرتا رہوں گا۔

میں سوچتا رہا کہ یہ عورت کون ہے۔ میں نے کئی بار کوشش بھی کی لیکن اس نے کچھ نہ بتایا رات کو جا کر جب اپنے بستر پر سویا عالم خواب میں رسول عالمین کو دیکھا انہوں نے میرا شکریہ ادا کر کے کہا۔

اللہ تیری عزت محفوظ رکھے تو نے میری عزت رکھ لی ہے۔ میں نے عرض کیا قبلہ میں نے کیا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کل جس عورت کی ضرورت تو نے پوری کی ہے وہ میری بیٹی کی اولاد سے تھی۔ اس نے دعا کی ہے۔ میں محمد وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی تجھے آگ نہیں جلائیگی میں نے عرض کیا۔ قبلہ اس نے خود مجھے کیوں نہیں بتایا کہ وُہ اولاد زہرا سے ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تجھے معلوم ہے کہ اس وقت میری اُمت میری اولاد پہ کتنے مظالم کر رہی ہے۔ اس کا ایک کمسن بچہ ہے۔ اسے ڈر تھا کہ اگر اس نے تجھے بتا دیا تو اس کے شوہر اور بڑے بیٹے کیطرح وہ اپنے کمسن بچہ سے محروم ہو جائیگی۔

۵۔ کتب معتبرہ میں میں نے دیکھا ہے کہ۔

بصرہ میں ایک سیدزادی اپنی چار بچیوں کے ساتھ رہتی تھی۔ اکثر دن فاقوں میں گذرتے تھے۔ عید قریب آئی تو بچیوں نے عرض کیا۔ امی۔ یوں تو سارا سال یونہی گزر جاتا ہے ہم نے کبھی شکوہ نہیں کیا۔ لیکن کل عید ہے۔ اگر آج کہیں سے اتنا مل جاتا جس سے ہم کل عید کے دن پیٹ بھر کر کھا لیتے تو ہم بھی عید کی خوشی میں شریک ہو جاتے اس مخدرہ نے جب بچیوں کی بات سنی تو دل تھام کر رہ گئی۔ بچیوں کو بتائے بغیر قاضی بصرہ کے پاس آئی اور کہا۔ اے قاضی اللہ نے آپ کو ہمارے نانا کے نام کے صدقہ سے بہت کچھ دیا ہے اپنی جیب سے نہیں بیت المال سے صرف اس قدر دیدے کہ میں کل اپنی بچیوں کو پیٹ بھر کر کھلا سکوں۔ قاضی نے کل آنے کا وعدہ کیا بی بی اطمینان سے گھر آئی۔ بچیوں کو بتایا کہ

قاضی نے کل دینے کا وعدہ کیا ہے تمام بچیاں خوش ہو گئیں۔ دوسری صبح بی بی قاضی کے پاس گئی۔ قاضی نے غصہ میں آکر بی بی کو جھڑک دیا۔ بی بی حیران ہو کر واپس پلٹی اب دل نہیں چاہ رہا تھا کہ گھر واپس جائے بچیاں پوچھیں گی تو کیا جواب دوں گی پھر بی بی نے خالق ایزدی میں عرض کیا۔ اللھم لا تخیب ظنی فانی رفعت الیک قصتی سئلت حاجتی انک علی کل شیء قدیر۔ اے اللہ میرے حسن ظن کو ناکام نہ فرما۔ میں نے تیری بارگاہ میں ہاتھ بلند کیے ہیں۔ تجھ سے سوال کرتی ہوں۔ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

سیدوک مجوسی گلی سے اپنے غلاموں کے ہمراہ گزر رہا تھا اس نے جب اس غمزدہ کو روتے دیکھا تو پوچھا۔ بی بی کیا بات ہے؟

بی بی چونکہ سیدوک کو نہیں پہچانتی تھی۔ اس نے سیدوک کو مسلمان سمجھ کر اپنی ساری روئیداد سنا دی۔ سیدوک نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس مخدرہ کو میرے گھر لے چلو تاکہ قوم کے ایک محروم اور معزز فرد محمد کی بیٹی سمجھ کر ہم اس کی کچھ نہ کچھ مدد کر دیں۔ سیدوک خود بھی واپس پلٹا اور بی بی کو ایک صندوق دیا جس میں پانچ جوڑے کپڑے اور چار سو دینار نقد بی بی کو دے دیئے۔

بی بی خوشی خوشی واپس آئی جب بچیوں نے دیکھا تو فرطِ مسرت سے ہر بچی کے آنسو چھلک پڑے۔ اور بیساختہ ان محروم المسرۃ بچیوں کی زبان سے دعا کے یہ کلمات نکلے اے رحمدل انسان تو نے ہمیں ذریت محمد سے سمجھ کر ہم پر اس وقت احسان کیا ہے جب ہماری جد کا کلمہ پڑھنے والوں نے ہمیں محروم کر دیا تھا۔ اللہ تجھے ہماری جد کے طفیل جنت میں جگہ دے۔ اللہ ہر حال میں تجھ سے راضی رہے۔ اللہ حور و غلمان کو تیرا خادم بنائے۔

جب رات ہوئی۔ ہر ایک عید کی مسرتیں لیکر سو گیا۔ انہی میں قاضی بصرہ بھی تھا۔ رات

کو عالم خواب میں قاضی نے دیکھا کہ میدان محشر ہے ہر ایک سے حساب لیا جا رہا ہے جب قاضی کا نامہ اعمال سامنے آیا۔ تو اس نے دیکھا کہ میرے نامہ اعمال میں ایک نیکی بھی نہیں ہے۔ اس نے عرض کیا۔ بارالہا۔ یہ درست ہے کہ مجھ سے برائیاں بھی سرزد ہوئی ہیں لیکن ان کے ساتھ نیکیاں بھی تو تھیں لیکن میرے نامۂ اعمال میں ایک نیکی بھی موجود نہیں ہے۔

ذات احدیت کی طرف سے قاضی کو کہا گیا۔ کل تک تیرے نامہ اعمال میں نیکیاں تھیں لیکن کل جب تجھ نے میرے حبیب کی ذریت کو اپنے پاس سے خالی لوٹایا۔ اس وقت سے تیرے اعمال نامہ کی نیکیاں مٹا دی گئی ہیں۔ اب ذرا سامنے دیکھ جنت میں جو محل تیرے نام پر بنایا گیا تھا اب وہی محل سیدوک مجوسی کو دیدیا گیا ہے۔

قاضی وحشت اور خوف سے بیدار ہوا۔ اسی وقت سیدوک کے دروازے پر آیا۔ جب سیدوک باہر آیا تو قاضی نے سیدوک سے پوچھا کل تو نے کونسا نیک کام کیا ہے۔ سیدوک کو بھی یاد نہ تھا۔ اس نے اپنے غلاموں سے پوچھا۔ انہوں نے سیدزادی سے تعاون کا بتایا۔ قاضی نے کہا۔ سیدوک جو کچھ تو نے اس سیدزادی کو دیا ہے مجھ سے وُہ بھی لے لے اور اس کے علاوہ دس ہزار دینار بھی لے لے۔

سیدوک نے کہا۔ بات کیا ہے؟ مجھے کچھ پتہ بھی تو چلے؟

جب قاضی نے اُسے اپنا خواب بتایا۔ تو سیدوک نے کہا۔ قاضی جی آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عمل بارگاہ خالق میں قبول ہوتا ہے۔ اب جب کہ آپ خود میرے اس عمل کی قبولیت کی شہادت دے رہے ہیں تو پھر مجھے کیوں اتنا احمق سمجھ لیا ہے کہ اپنا عمل مقبول فروخت کر دوں۔ آپ تشریف لے جائیں اور کوشش کریں کہ کبھی آپ کا کوئی عمل مقبول ہو جائے۔

قاضی کے چلے جانیکے بعد سیدوک اس سیدزادی کے دروازہ پر آیا۔ دق الباب کیا۔ جب یہ مخدرہ دروازہ پر آئی تو سیدوک نے عرض کیا۔ بی بی اس وقت زحمت کی معافی چاہتا ہوں۔ اس وقت مجھے اپنے اسلام کا کلمہ پڑھا دیجئے میں مسلمان ہوکر صبح کو اٹھنا چاہتا ہوں۔ بی بی نے کلمہ پڑھایا۔

اشہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ و ان علیا ولی اللہ

۶۔ علامہ علی نے کشف الیقین میں اور ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں نقل کیا ہے کہ عبداللہ ابن مبارک کا معمول تھا کہ ایک سال حج پر جاتا تھا اور ایک سال نہیں جاتا تھا عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک سال میں حج کو تیار ہُوا اٹھائے اور کرایہ پر اونٹ لینے کی خاطر وہاں آیا جہاں سے اونٹ کرایہ پر ملتے تھے۔ راستہ میں میں نے ایک عورت کو دیکھا جو کوڑا کرکٹ کے ڈھیر سے ایک مردہ بطخ کو اُٹھا کر ایک طرف لائی اور بیٹھکر اسے صاف کرنے لگی۔

میں حیران ہوکر اسے دیکھنے لگا۔ بالآخر میں نے پوچھ لیا۔

بی بی کیا تو مسلمان نہیں ہے کیا تو نہیں جانتی کہ شریعت محمدیہ میں مردار کھانا حرام ہے؟

اس نے جواب دیا۔ بندہ خُدا آپ اپنا کام کریں۔ مجھے اپنا کام کرنے دیں۔

میں نے اصرار نہ چھوڑا۔ جب وہ عورت مجبور ہوگئی تو اس نے کہا۔

میں تجھے کیا بتاؤں۔ میں ذریت رسُول اور اولاد زہرا سے ہوں۔ کچھ ہی عرصہ گزرا ہے کہ میرے شوہر کو اولاد زہراء ہونیکے جرم میں اُمت رسُول نے شہید کر دیا ہے اب کمسن بچے ہیں اور میں ہوں۔ چوتھا دن ہے ہم نے کچھ نہیں کھایا۔ جس شریعت کی تو بات کر رہا ہے یہ شریعت ہماری تباہی ہوئی ہے اور اس شریعت میں اب یہ حرام بھی ہم پر

حلال ہو چکا ہے۔ میری کمسن بچیوں کی حالت اس وقت بہت نازک ہے۔ بھوک سے وُہ اٹھ تک نہیں سکتیں۔

میں نے یہ سُن کر اپنے کو ملامت کی جو کچھ حج کے لیے لایا تھا اس مخدرہ کو دے دیا اور خاموش ہو کر واپس کو آ گیا۔ حج کا ارادہ ترک کر دیا۔ وقت گزر گیا جانے والے چلے گئے جب حاجی واپس آئے تو میں ان سے ملاقات کو گیا جس کے پاس بھی جاتا تھا وہ کہتے تھے اے ابن مبارک اللہ آپ کا حج بھی قبول فرمائے۔ بڑا اچھا سفر گزرا ہے۔ آپ کو یاد ہے فلاں مقام پر کتنا لطف آیا تھا۔ فلاں مقام کتنا عبرتناک تھا ہر حاجی نے جب انہی باتوں کا تکرار کرتا تو میں شرمندگی سے پانی پانی ہو جاتا۔ اور پریشان ہو جاتا۔ کہ تردید کر سکتا تھا۔

نا امید اسی پریشانی میں ایک رات سو رہا تھا کہ عالم خواب میں سید الانبیاء کی زیارت ہوئی انہوں نے فرمایا۔

اے ابن مبارک پریشان ہونا چھوڑ دے۔ تجھے یاد ہے جب تو اونٹ کرایہ پہ لینے کی خاطر جا رہا تھا تو راستہ میری ایک بیٹی مردہ بطخ صاف کر رہی تھی اور تو نے حج کی تمام رقم اُسے دیدی تھی۔ اللہ نے اس رقم کے عوض تیری شکل کا ایک ملک پیدا فرمایا ہے جو تا قیامت ہر سال حج کو جائیگا اور اس کا ثواب تیرے نامہ اعمال میں درج ہو گا۔

۷۔ علامہ حسین کاشفی نے اپنی اربعین میں نقل کیا ہے کہ

عبد الجبار نامی ایک بزرگ نے ہزار دینار جمع کیے اور حج کے لیے روانہ ہو گیا۔ عبد الجبار کا بیان ہے کہ جب ہم کوفہ پہنچے تو میرے قافلے نے کوفہ چند دن قیام کا پروگرام بنا لیا۔ ایک دن میں ایک گلی سے گزر رہا تھا میرے آگے آگے ایک عورت برقعہ میں ملبوس جا رہی تھی۔ میں نے دیکھا گلی میں ایک مردہ مرغی پڑی تھی۔ اس برقعہ

پوش مستور نے جلدی سے اس مُرغی کو اُٹھایا اپنی عبا کے دامن میں چھپایا اور واپس پلٹی۔
میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ مجھے خیال آیا کہ دیکھوں یہ کون ہے۔ میں پھر اس عورت کے
پیچھے ہولیا۔ دو تین موڑ گزرنے کے بعد وہ عورت ایک گھر میں داخل ہوگئی جونہی وہ عورت
اندر داخل ہوئی تو میں نے اندر سے بچوں کی گریہ آمیز آوازیں سنیں۔

ایک نے کہا ماں تو کہاں گئی تھی میں بھوک سے چل بھی نہیں سکتا۔

دوسرے نے کہا۔ ماں تو نے تو کہا کہ تمہارا باپ مزدوری کرنے گیا ہے آخر وہ کب آئے گا
جب ہم بھوک سے مرجائیں گے۔

تیسرے نے کہا ماں کیا ہم اسی لیے پیدا ہوئے ہیں کہ بھوک سے مرجائیں اللہ نے
ہمیں اولاد رسُول کیوں بنایا ہے ؟

اس بی بی نے فرمایا۔ بس اب خاموش ہوجاؤ یہ دیکھو میں تمہارے لیے مُرغی لائی ہوں
ابھی صاف کر کے تمہیں پکا دیتی ہوں۔

یہ باتیں سُنکر میں مجسمہ حیرت بن گیا۔ پڑوس سے اس عورت کے متعلق پوچھا۔
انہوں نے یہ بتایا کہ یہ سادات کا گھر ہے ابھی چند دن ہوئے ہیں حجاج نے اس سید
کو اولاد زہراؑ ہونے کے جرم میں شہید کر دیا ہے۔ اب ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔
سیدزادی اپنی پاک دامنی اور حیا کی وجہ سے نہ کسی کو کچھ بتاتی ہے اور نہ کسی سے کچھ مانگتی ہے
اس محلے سے کسی دوسرے محلے میں جا کر لوگوں کے برتن صاف کرتی ہے اور جو کچھ ملتا
ہے بچوں کو کھلا دیتی ہے۔ ویسے کئی دنوں سے ہم دیکھ رہے تھے کہ بچے بھوک کرتے
تھے۔ ہم نے یہی اندازہ لگایا کہ بیچاری کو مزدوری نہ ملی ہوگی عبدالجبار کہتا ہے۔ میں
نے دل میں سوچا کہ اگر حج کرنا ہے تو بس جو کچھ ہے اس سیدزادی کو دیدوں۔ میں نے اسی
وقت دق الباب کیا۔ سیدزادی دروازہ پر آئی میں نے تمام رقم اس کے حوالے کر دی اور

واپس آگئی۔ اب چونکہ میرے پاس کچھ نہیں رہا تھا اس لیے نہ حج کو جا سکتا تھا اور نہ واپس وطن ہو سکتا تھا وہیں کوفہ میں مزدوری کرنے لگا تاکہ جب قافلہ واپس آئے گا تو ان کے ساتھ گھر واپس جاؤں گا۔ جب میرا قافلہ واپس آیا۔ لوگ ان کے استقبال کو باہر آئے میں بھی ان میں تھا۔ حاجیوں میں سے ایک شخص آگے آگے شتر سوار آ رہا تھا۔ اس نے جب مجھے دیکھا تو اونٹ سے کود کر میرے قریب آیا اور کہا عرفات میں میں نے آپ سے دس ہزار دینار قرض لیے تھے پھر آپ ایسے غائب ہوئے کہ کہیں نظر تک نہ آئے۔ اس نے رقم مجھے دی اور پھر غائب ہو گیا میں حیران ہو کر سوچ ہی رہا تھا کہ ایک آواز آئی۔

اے عبدالجبار تو نے میری بیٹی کو ایک ہزار دینار دیا تھا میں نے تجھے دس ہزار دینار بھی دیتے ہیں اور اللہ سے دعا کی ہے اللہ نے تیرا ہمشکل ایک ملک پیدا کیا جو تیری زندگی تک حج کرتا رہے گا اور اس کا ثواب تیرے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔

سادات سے ظلم روکنا واجب ہے

سرورِ انبیاء اور تمام ائمہ نے سادات سے ظلم روکنے کی تاکید کی ہے۔
"من لا یحضرہ الفقیہ" کے باب رسم الوصیت۔ میں حضرت علیؑ نے اپنی تمام اولاد کو فرمایا۔

میں تمہیں تقویٰ اور ذریت نبی کی مدد کرنے کی وصیت کرتا ہوں جب تک تمہارے بس میں ہو ذریت رسول پر ظلم ہوتا مت دیکھنا۔

میں نے ایک دن چند افراد میں بیٹھے ہوئے یہی بات کی کہ سادات سے ظلم روکنا اسلامی واجبات میں سے ایک ہے اور اپنے اس دعوے کی دلیل حضرت علیؑ کا یہی جملہ بتایا۔

ایک شخص نے کہا۔ اس میں سادات کی کونسی خصوصیت ہے ہر ذی روح سے ظلم روکنا واجب ہے۔ ہر مسلمان سے ظلم روکنا واجب ہے اور ہر مومن سے ظلم روکنا واجب ہے۔ یہ بھی تو حضرت علیؑ نے فرمایا ہے۔

ظالم کے مخالف اور مظلوم کے معاون بنو۔

میں نے عرض کیا۔ یہ درست ہے کہ بالعموم ہر ذی روح سے ظلم روکنا واجب

ہے۔ سادات ذوی الارواح میں شامل ہیں۔ ہر مسلمان سے ظلم روکنا واجب ہے سادات مسلمانوں میں بھی شامل ہیں۔ ہر مومن سے ظلم روکنا واجب ہے سادات مومنین میں بھی شامل ہیں۔ سادات کی خصوصیت یہی ہے کہ ان تمام میں شامل ہونیکے باوجود سرورِ انبیاء اور ائمۂ اطہار نے سادات کا بالخصوص تذکرہ فرمایا ہے۔ اگر سادات میں خصوصیت نہ ہوتی تو ان کے علیحدہ تذکرہ کی ضرورت نہ تھی۔ پھر حضرت علیؑ نے اپنی وصیت میں تاکید در تاکید فرمائی ہے۔

پہلے اللہ اللہ! فرمایا ہے۔ کلام ہے پھر لا یظلمن۔ فرمایا ہے۔ جسمیں نون تاکید ہے۔

سادات پر ظلم سے زندگی کم ہو جاتی ہے

بات نہ صرف احادیث نبویہ اور روایات ائمہ معصومین میں ہے بلکہ خود دشمنوں نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ سادات پر ظلم سے عمر گھٹ جاتی ہے۔ جب عبدالملک ابن مروان مسند حکومت پر بیٹھا تو اس نے انتہائی رازداری سے حجاج کو اپنے ہاتھ سے خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبدالملک ابن مروان کیطرف سے حجاج ابن یوسف ثقفی کے نام۔ اما بعد!

کوشش کرنا کہ میرے ذمہ ذرّیت رسول کا خون تیرے ہاتھ سے نہ لگے میں نے جائزہ لیا ہے کہ آل ابوسفیان نے جب اولاد زہراء پر مظالم کیے تو ان کی مدت حکومت بھی ان کی اپنی زندگی کی طرح کم سے کم تر ہو گئی۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ اس خط کے مضمون پر کوئی شخص مطلع نہ تھا۔ لیکن امام سجادؑ نے اسی وقت اپنا ایک غلام عبدالملک کے پاس بھیجا اور اُسے بتایا کہ چونکہ تو نے اولاد زہراء پر مظالم کرنے سے منع کر دیا ہے اس لیے تیری مدت حکومت طویل ہو گئی۔

اصول کافی میں ظریف ناصح سے مروی ہے کہ جب منصور دوانقی نے امام صادق

کو اپنے دربار میں بلایا تو آپ نے سوار ہونے سے پہلے یہ دُعا پڑھی۔

اے اللہ ان والدین کی نیکی کے صدقہ جن کے دو بیٹے انطاکیہ میں تھے۔ ان کی دیوار گر رہی تھی اور انُ کا مدفون خزانہ ظاہر ہونیوالا تھا تو نے اپنے دو برگزیدہ انبیاء۔ حضرت موسیٰ و خضر کا تحفظ دیا۔ مجھے بھی اپنے آباء اجداد سرورکونین امیرالمومنین علیؑ۔ جوانان جنت کے سردار حسنینؑ علیؑ ابن حسینؑ اور محمدؑ ابن علیؑ کے صدقہ دوانقی کے شر سے محفوظ فرما۔ اے اللہ میں شر منصور سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

پھر آپ نے غلام کو حکم دیا کہ سواری آگے بڑھا جب دروازہ محل پہ آئے تو ربیع سامنے آیا اور عرض کیا۔ قبلہ اس وقت منصور بہت غصے میں ہے کہہ رہا تھا۔

مجھے اللہ کی قسم ہے کہ میں صادق کا تمام مال برباد کر دوں گا۔

تمام باغات جلا ڈالوں گا۔

اور بعد صادق کے اس کی تمام اولاد کو تہ تیغ کر دونگا۔

آپ نے زیرلب کوئی دُعا پڑھی اور دربار میں داخل ہوگئے۔ سلام کیا اور بیٹھ گئے۔

منصور نے جواب سلام دیا اور کہا۔

میں نے فیصلہ کیا ہے آپ کا مال ضبط اور باغات کو تباہ کر دوں۔

آپ نے فرمایا۔ اے امیر! اللہ نے حضرت ایوب کو آزمایا انہوں نے صبر کیا۔ تو بھی انہی لوگوں کی مسند پہ بیٹھا ہے تیرا بھی حق ہے کہ انہی کے نقش قدم پر چلے

منصور نے کہا۔ آپ نے سچ کہا۔

آپ نے فرمایا۔ اے امیر! تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ جس نے بھی ذریت رسُول کے خون سے اپنے رنگے ہیں اللہ نے اس کی حکومت کی تختہ اُلٹ دیا ہے۔

منصور کا غصہ بڑھ گیا۔

آپ نے فرمایا۔ میری پوری بات سُن لے پھر جو چاہے کرنا۔

ایک وقت تھا یہ حکومت آل ابوسفیان کے پاس تھی۔ جب یزید نے فرزند رسُول کو شہید کیا حکومت ختم ہو گئی۔

پھر یہی حکومت مروان ابن محمد کے پاس آئی جب اس نے ابراہیم کو شہید کیا حکومت ختم ہو گئی۔

اب یہی حکومت تمہارے پاس ہے اگر تو نے بھی ویسا کیا تو یہ تمہارے ہاتھ سے بھی نکل جائے گی۔

اب منصور کانپنے لگا۔ اور کہا۔ آپ کیا چاہتے ہیں۔ جو ضرورت ہو بتائیں میں پوری کرنیکی کوشش کروں گا۔

آپ نے فرمایا۔ میری بس ایک خواہش ہے کہ اس وقت مجھے جانے دے اور آئندہ مجھے بلایا نہ کر۔

منصور نے کہا اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو بیشک چلے جائیں۔

اس واقعہ سے روز روشن کیطرح واضح ہے کہ جس نے اولاد زھراء پر ظلم کیا نہ صرف اس کی اپنی عمر گھٹ گئی بلکہ اس کی حکومت کا تختہ بھی الٹ گیا۔

سادات کو اپنی اولاد سے زیادہ محبوب سمجھنا چاہیئے

شیخ صدوق نے علل الشرائع میں آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے
اس وقت تک کسی مومن کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک وہ مجھے اپنی ذات سے
اور میری اولاد کو اپنی اولاد سے زیادہ محبوب نہ سمجھے؟

ایسے افراد کی خدمت میں عرض کروں گا کہ
اصل مسئلہ اپنی ذات یا کسی کی ذات کا نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ اہمیت اور ضمیر کا ہے۔
اگر ایک شخص بنظر انصاف آنحضورؐ کی زندگی کا مطالعہ کرے تو اُسے دنیائے انصاف اور ضمیر
اس بات پر مجبور کرے گا کہ جس ہستی نے صرف میری نجات، میری ہدایت اور میری
ناموس کے تحفظ کی خاطر اتنی تکالیف برداشت کی ہیں، کانٹوں پر چلے ہیں۔ پیٹ پر پتھر
باندھے ہیں کمینے سے کمینے افراد کی طعنہ زنی سُنی ہے۔ اس ذات کا یہ حق ہے کہ اسے
اپنی ذات سے زیادہ چاہا جائے اور اس کی اولاد کا حق ہے کہ خواہ وہ کیسے ہی کیوں نہ
نہ ہوں اس نسبت کی بدولت انہیں اپنی اولاد سے زیادہ چاہا جائے امام صادق
فرماتے ہیں۔

میرے ماں باپ، میری قوم اور میرا قبیلہ اس ہستی کی خاک قدم پر قربان

ہو جائے ہو جائے۔ آج عرب کیوں ہمارا احترام بھول گئے ہیں جبکہ اللہ نے عربوں کی تصویر کشی اپنی زبان قدرت سے یوں کی ہے۔

کنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا

تم لوگ تو بحر آتش کے کنارے پر کھڑے تھے اور اس رسول نے اس سے پرے ہٹایا ہے۔

اس عنوان کا اختتام میں ان چند احادیث پر کرتا ہوں جو شیعہ سنی محدثین نے بلا اختلاف روایت کی ہیں۔

قال رسول اللہ

الا ومن مات علی حب آل محمد مات شہیداً۔	جو شخص محبت آل محمد پر مرے وہ شہید ہے۔
الا ومن مات علی حب آل محمد مات مغفوراً لہ۔	جو شخص محبت آل محمد پر مرے وہ بخشا ہوا ہے۔
الا ومن مات علی حب آل محمد مات مومناً مستکمل الایمان	جو شخص محبت آل محمد پر مرے وہ کامل الایمان مومن ہو گا۔
الا ومن مات علی حب آل محمد بشرہ ملک الموت بالجنۃ	جو شخص محبت آل محمد پر مرے ملک الموت اسے جنت کی بشارت دے گا۔
الا ومن مات علی حب آل محمد یزف الی الجنۃ کما تزف العروس الی بیت زوجھا۔	جو شخص محبت آل محمد پر مرے اسے یوں سنوار کر لے جایا جائے گا جس طرح دلہن کو سسرال لے جاتا ہے۔
الا ومن مات علی حب آل محمد	جو شخص آل محمد کی محبت پر مرا اسکی

فتح فی قبرہ بابان من الجنۃ	قبر سے جنت کی طرف دو دروازے کھول دیے جائیں گے۔
الا ومن مات علی حب آل محمد جعل اللہ قبرہ مزار ملائکۃ الرحمۃ۔	جو شخص آل محمد پر مرا اللہ اس کی قبر کو ملائکہ رحمت کی زیارت گاہ بنا دے گا
الا ومن مات علی حب آل محمد مات علی سنۃ والجماعۃ۔	جو شخص محبت آل محمد پر مرا وہی اہلسنت والجماعت ہوگا۔
الا ومن مات علی بغض آل محمد جاء یوم القیامۃ مکتوبا بین عینیہ الیس من رحمۃ اللہ۔	جو شخص بغض آل محمد پر مرا۔ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کی پیشانی پر۔ رحمت خدا سے مایوس۔ لکھا ہوگا۔
الا ومن مات علی بغض آل محمد مات کافراً۔	جو شخص بغض آل محمد پہ مرے گا کافر مرے گا۔
الا ومن مات علی بغض آل لم یشم رائحۃ الجنۃ	جو شخص بغض آل محمد پہ مرا جنت کی خوشبو تک نہ سونگھ پائے گا۔

غیر سادات کے لیے احترام سادات کی خاطر کھڑے ہو جانا مستحب موکد ہے

جب میں اپنے اخلاق کے استاد مُلّا آقا جان کے حضور جاتا تھا تو میں دیکھ کر حیران رہ جاتا تھا کہ وہ سادات کے ایک کمسن بچہ کے احترام میں بھی دو پا کھڑے ہو جاتے تھے میں سوچتا تھا کہ استاد محترم افراط کی حد تک احترام سادات کرتے ہیں۔ لیکن جب میں نے خود مطالعہ احادیث و روایات کیا تو پھر پتہ چلا کہ ان کا عمل روایات و احادیث کے عین مطابق تھا۔

و کتاب سلیم جو صحیح ترین کتب سے شمار ہوتی ہے اور حضرت علیؑ کے زمانہ میں لکھی گئی ہے میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

اے لوگو! میری ذریت کا میری زندگی اور میرے بعد احترام کرتے رہنا۔

کسی کے لیے کسی کی تعظیم میں کھڑے ہونا جائز نہیں ہے سوائے میری ذریت کے احترام میں کھڑے ہونے کے۔

جب میں در بہشت پر جا کر کھڑا ہوں گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اذن شفاعت ملے گا تو سب سے پہلے اپنی ذریت کی شفاعت کروں گا۔

و روضۃ الکافی میں بھی آنحضورؐ سے یہی حدیث منقول ہے۔

و جامع الاخبار میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

جو شخص میری ذریت کو دیکھ کر اس کے احترام میں کھڑا نہ ہوگا وہ میرے حق میں ظالم ہوگا اور میرے حق میں وہی ظالم ہوگا جو منافق ہوگا۔

و فضائل السادات میں جناب سلمان فارسی سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

جو شخص میری ذریت کو دیکھے اور اس کے احترام میں کھڑا نہ ہوا اللہ اُسے ایسے مرض میں مبتلا کرے گا جو لاعلاج ہوگا۔

و مقتل خوارزمی میں ابان ابن عیاش کے ذریعہ انس ابن مالک سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔

میرے حسنینؑ اور ان کی اولاد کے سوا تعظیماً کسی کے لیے بھی کھڑے نہ ہوا کرو۔

و راغب اصفہانی نے محاضرات میں جہاں دیگر قبائل کے خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے وہاں سادات بنی فاطمہ کا تذکرہ اس حدیث سے کیا ہے کہ

آنحضورؐ نے فرمایا۔ سادات بنی فاطمہ کے سوا کوئی شخص کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا نہ ہو۔

ان روایات سے اگر سادات کے لیے وجوب قیام ثابت نہ بھی ہو تو کم از کم استحباب موکد تو ضرور ثابت ہوتا ہے۔ اکثر بزرگ علماء ان احادیث پر عمل بھی کرتے رہے ہیں مقدس اردبیلی کے متعلق معروف ہے کہ وہ سادات میں سے خواہ کوئی بچہ ہوتا یا بزرگ ہر ایک کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔

و ایک محفل میں بیٹھے تھے کہ میں نے انہی احادیث کا تذکرہ کیا۔ تو ایک شخص نے کہا اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کوئی شخص کسی غیر سید کی تعظیم کے لیے خواہ وہ کتنا عظیم کیوں نہ ہو کھڑا نہ ہو۔؟

میں نے کہا ہاں۔ درست ہے۔ جیطرح والد استاد۔ اور اس قبیل کے دیگر افراد واجب التعظیم ہیں اس طرح سادات بھی واجب التعظیم ہیں اور اس سلسلہ میں سادات کا غیر سادات پر امتیاز بہر حال مسلم ہے۔

غیر سادات کو راہ چلتے ہوئے سادات سے آگے نہیں بڑھنا چاہیئے

علمائے اعلام نے سلسلہ اخلاق میں جو مسائل لکھے ہیں ان میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ

کسی غیر سید کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ راہ چلتے ہوئے یا کسی مکان میں داخل ہوتے ہوئے یا مکان سے نکلتے ہوئے کسی سید سے آگے بڑھے۔ مقدس اردبیلی نے شرح ارشاد میں یہ حدیث نقل کی ہے قدّموا قریشاً ولا تقدّموهم۔

سادات کو آگے بڑھاؤ خود ان سے آگے نہ بڑھو۔

شرح فرائد اور مقنعہ میں اسی روایت کو سادات کے تقدم پیشنمازی کی دلیل میں پیش کیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض علماء تو اس کے قائل ہیں کہ اگر شاگرد سید ہو اور اُستاد غیر سید ہو تو بھی استاد کا حق ہے سید شاگرد کو اپنے آگے چلائے صاحب کنز خمسہ نے لکھا ہے کہ اس وقت کرۂ ارض پر جتنے فضائل و کمالات ہیں وہ سب آل محمدؐ کے طفیل

ہیں لہٰذا کوئی بھی دانشمند ان علمی کمالات کے پیشِ نظر بھی سید کی فضیلت کا منکر نہیں ہو سکتا خواہ وہ سید کسی بھی قسم کا ہو۔ اگر اور کچھ بھی نہ ہو تو کم از کم سادات تمام امت کے محسن زادے اور استاد زادے تو ہیں اور محسن زادہ اور استاد زادہ کی تعظیم نہ کرنا احسان کشی اور سبق حرامی ہوتی ہے۔

و شیخ مفید نے۔ مختلف میں لکھا ہے کہ۔ اگر جنازہ کے وقت کوئی سید موجود ہو تو کسی غیر سید کو پیشنمازی کرانے کا حق نہیں ہے۔ ولی میت پر واجب ہے کہ وہ صرف سید کو اجازت دے۔

و اکثر علماء نے نماز جماعت اور نماز جنازہ میں سید کو غیر سید پر ترجیح دی ہے۔

و شہید نے لکھا ہے کہ۔ نماز جماعت اور نماز جنازہ میں سادات کا تقدم، غیر سادات آنحضورؐ سے نسبت اور آپ کے احترام کی بدولت ہے۔

و کشاف میں لکھا ہے کہ سادات کو ہر حالت میں غیر سادات پر مقدم کیا جائے کیونکہ وہی اُمت کی پناہ گاہ ہیں۔

و کتاب نافع میں لکھا ہے کہ قرابت رسولؐ کے پیشِ نظر سادات کو حال میں مقدم سمجھا جائے۔

و کتاب شرعۃ الاسلام کے باب سفر میں لکھا ہے کہ۔

یقدم اولاد الرسول فی المشی والجلوس۔

اولاد رسولؐ کو چلنے اور بیٹھنے میں مقدم کیا جائے۔

و اسی کتاب میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ اُمت مسلمہ پر واجب ہے کہ سادات کو ہر حال میں مقدم رکھے۔

و کتاب التشریح میں فخر الدین رازیؒ نے لکھا ہے۔ کہ کسی غیر سید کا یہ حق نہیں ہے کہ ایسی جگہ بیٹھے جہاں سید اس سے نیچے بیٹھا ہو۔

و مکارم الاخلاق مفضل ابن یونس سے مروی ہے کہ۔

میں ایک دن اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ میرے غلام نے مجھے آکر آواز دی کہ کوئی آدمی آپ سے ملنا چاہتا ہے جس کی کنیت ابوالحسن اور نام موسیٰ ابن جعفر ہے۔ میں نے کہا۔ اے غلام اگر یہ وہی ہستی ہے جس کے متعلق میں اس وقت سوچ رہا تھا تو میں تجھے اس خوشخبری کے عوض آزاد کرتا ہوں۔

میں خود دروازہ پر آیا۔ دیکھا تو امام موسیٰ کاظمؑ تھے۔

میں نے عرض کیا قبلہ تشریف لائیں۔

میں آگے بڑھا تاکہ صدر مجلس خالی کر دوں۔

آپ نے فرمایا۔ اے مفضل ہر مقام پر صاحب خانہ صدر مجلس میں بیٹھنے کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ لیکن اگر سادات سے کوئی فرد وہاں موجود ہو تو پھر صاحب خانہ کا حق ہے کہ وہ سید کو صدر مجلس پہ بٹھائے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ پھر آپ ہی اس مقام کے مستحق ہیں۔

ان تمام روایات سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حق سادات حرمت سادات۔ عظمت سادات اور عزت سادات اُمت مسلمہ کے ہر شخص پر واجب ہے۔ اور کوئی شخص ان حقائق کا انکار نہیں کر سکتا خواہ وہ سنی ہو یا شیعہ کیونکہ ان احادیث کے راوی اور مؤلف شیعہ سنی تمام علماء ہیں سادات خواہ صالح ہوں یا غیر صالح قرابت پیغمبرؐ کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی اس نسبت کا احترام کیا جائے جو انہیں جناب زہراؑ سے ہے۔

البتہ ایسے افراد جن کے دل میں سادات سے حسد، ضمیر میں کینہ، احسان فراموشی، اسبق حرامی، احساس کمتری اور بغض کے جراثیم پل پل کر بڑھ چکے ہوں وہی عظمت سادات اور عزت سادات سے انکار کے حیلے بہانے تلاش کرینگے اور ایسے افراد سادات میں صالح اور غیر صالح کا امتیاز بنائیں گے۔

خداوند عالم تمام امت مسلمہ کو اولاد زہراء کے حقوق پہچاننے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔

سادات کی دست بوسی مستحب ہے

محدودے چند افراد اس بات کے قائل ہیں کہ غیر سادات کی دست بوسی جائز ہے۔ جبکہ دوسری طرف شیعہ سنی علمائے محققین کے نزدیک سادات کی دست بوسی مستحب ہے۔ اور یہ بھی عظمت و عزت سادات کی ایک دلیل ہے۔

ایک دن قم میں ایک مرجع تقلید کے حضور بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے ان کی دست بوسی کرنا چاہی انہوں نے منع فرمایا۔ جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے ہاتھ آگے کیا اور فرمایا۔ اگر تو میرا ہاتھ از روئے علم و تقویٰ چومنا چاہتا ہے تو میں اس کی اجازت نہیں دوں گا اور اگر بحیثیت اولاد رسول ہونے کے چومنا چاہتا ہے تو لے اور چوم لے۔

میں نے عرض کیا۔ کیا دست بوسی کے سلسلہ میں امام صادقؑ کی ایک روایت کے علاوہ بھی کوئی چیز آپ کی نظر سے گزری ہے۔

انہوں نے فرمایا ہے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ اس ایک روایت کے سوا ہمارے پاس اور کچھ بھی نہ ہو تو بھی اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ کسی غیر سید کی دست

بوسی سے مقصود نہیں کو نہیں ہو سکتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! جب لوگ کسی مرجع یا متقی کے ہاتھ کا بوسہ لیتے ہیں تو اس سے ان کا مقصود یہی ہوتا ہے کہ یہ حضرت حجت کے نائب ہیں۔ اور اس نسبت سے اگر ہاتھ چوم لیا جائے تو کیا حرج ہے ؟

انہوں نے فرمایا۔ ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ وقت دست بوسی ہاتھ چومنے والے کی نظر میں متعلقہ فرد کا صرف علم و تقویٰ ہوتا ہے نیابت حضرت حجت نہیں ہوتی۔ اور کسی کا صرف علم و تقویٰ امام صادقؑ سے منقول روایت میں دست بوسی کی نہی سے حاجب نہیں ہو سکتا۔ اگر اور کچھ بھی نہ تو کم از کم احتیاط کا تقاضا تو یہی ہے کہ صرف علم و تقویٰ کی بنا پر کسی کی دست بوسی سے اجتناب کیا جائے۔

چونکہ اس روایت میں یہ ہے کہ۔

لا تقبل رأس احد و لا یده احد الا من ارید به رسول اللہ

سوائے اس شخص کے جس کی دست بوسی یا سر کا بوسہ لینے سے آنحضورؐ مقصود ہوں کسی کے سر اور ہاتھ کا بوسہ نہ لیا جائے۔

اصول کافی ص ۳۰۳

اس بنا پر ایک مسکین اور ان پڑھ سید کے ہاتھ کا بوسہ بھی لے لیتا ہوں بلکہ بعض اوقات کسی غیر متقی سید زادے کا ہاتھ بھی چوم لیتا ہوں اور اس میں میرا مقصود اس کی آنحضورؐ سے نسبت ہوتی ہے۔

اس روایت کے مطابق قطعی طور پر یہ فتویٰ دیا جا سکتا ہے کہ۔ ہاتھ اور سر کا بوسہ صرف آنحضورؐ اور ائمہ اطہار یا ایسے افراد جن سے آنحضورؐ مقصود ہو سکتے ہیں کا جائز ہے۔ اور کسی عالم کو اس کے علم و تقویٰ کے پیش نظر دست بوسی جائز

نہیں ہے۔

اور سادات کی دست بوسی اس اعتبار سے کہ یہ ذریت رسولؐ ہیں جائز بلکہ مستحب ہے کیونکہ اس میں ایک تو آنحضورؐ سے نسبت ہے اور دوسرے آپ کا ارشاد ہے کہ۔

میری صالح اولاد کی عزت ﷲ کرو اور غیر صالح اولاد کی عزت میری نسبت اور میرے لیئے کرو۔

معالم العلماء میں مروی ہے کہ

ایک دن ابو حنیفہ امام صادقؑ کی خدمت میں آیا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک عصا تھا۔ ابو حنیفہ نے عرض کیا قبلہ! ابھی آپ اتے سن رسیدہ تو نہیں ہوئے پھر یہ عصا کیوں رکھ لیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ واقعاً تیری بات درست ہے۔ مجھے عصا کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن چونکہ یہ عصائے پیغمبرؐ ہے اس لیے تبرکاً اسے اپنے پاس رکھتا ہوں۔ ابو حنیفہ جلدی سے آگے بڑھا تاکہ عصا کا بوسہ لے۔ آپ نے وہ عصا پیچھے ہٹا لیا۔ اور فرمایا ابو حنیفہ یہ عصا صرف ایک وقت آنحضورؐ کے پاس رہا ہے۔ اور اس وقت کو کئی برس گزر گئے ہیں۔ تو اس کا بوسہ تو آنحضورؐ کی نسبت سے لیتا ہے۔ اور تجھے معلوم ہے کہ میرے بال۔ میرا گوشت و پوست آنحضورؐ سے ہے میرے ہاتھ یا سر کا بوسہ کیوں نہیں لیتا۔

اس روایت سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ سادات کی دست بوسی آنحضورؐ سے منسوب کسی بھی اور شئے سے افضل و برتر ہے۔ اسطرح ضریح ائمہ کا بوسہ لینا بھی باعث ثواب ہے لیکن ضریح کے بوسہ سے دست سید کا بوسہ لینا زیادہ اجر و ثواب ہے

جب میں حجۃ الاسلام سید عبدالکریم ہاشمی نژاد کے ہمراہ قم میں مصروف تحصیل تھا۔ ایک رات سادات کے آنحضورؐ سے جسمانی رشتہ کے متعلق سوچتے سوچتے میری آنکھ لگ گئی۔ اسی رات ہمارے ساتھ ہمارا مہمان آقائے عباسیؒ بھی تھا۔ عالم خواب میں میں نے آنحضورؐ کو ایک بہت بلند جگہ پر کھڑے دیکھا۔ آپ کے جسم اطہر سے نورؐ کی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر اطراف عالم میں پھیل رہی تھیں انہی شعاعوں میں سے ایک شعاع نور ہماری طرف بڑھی جہاں ہم تینوں کھڑے تھے۔ اور جناب ہاشمی نژاد کی پشت پر پیوست ہوگئی۔ میں نے دیکھا تو مجھے اس شعاع کے کئی حصے نظر آئے اور ہر حصہ میں جناب ہاشمی نژاد کے ایک ایک بزرگوار کا نام لکھا تھا اور یہ سلسلہ آنحضورؐ تک متصل تھا۔ جب جناب عباسیؒ نے اس نور کو دیکھا تو آگے بڑھکر اس نے جناب ہاشمی نژاد کا ہاتھ چوم لیا۔

جب میں سو کر اٹھا تو میں نے اپنا یہ تمام خواب جناب ہاشمی نژاد اور جناب عباسیؒ کو بتا دیا۔ البتہ صرف اس خیال سے کہ خواب میں میں نے جناب ہاشمی کا بوسہ نہیں لیا تھا اور جناب عباسیؒ نے ان کا بوسہ لیا تھا۔ اس لیے میں نے جناب عباسیؒ کے بوسہ لینے کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔ جونہی میں نے خواب بتایا اس وقت آقائے عباسیؒ اُٹھے اور انہوں نے جناب ہاشمی نژاد کے ہاتھ کا بوسہ لے لیا۔

جناب عباسیؒ کو میں نے خواب میں بھی بوسہ لیتے دیکھا اب جو عالم بیداری میں بوسہ لیتے دیکھا تو مجھے یقین ہوگیا کہ میرا خواب رؤیائے صادقہ سے تھا۔

روئے سادات کی زیارت مستحب ہے

عبادات میں سے ایک اہم عبادت ایسی بھی ہے جس کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ۔ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اولادِ رسُول کے معصوم اور غیر معصوم تمام افراد کے چہرہ کی زیارت کریں۔ متعدد اور صحیح روایات میں ملتا ہے کہ اولادِ زہراء کی زیارت کا وہی ثواب ہے جو زیارت کعبہ کا ثواب ہے۔

• من لایحضرہ الفقیہ میں معصوم سے مروی ہے کہ کعبہ۔ والدین قرآن۔ اور آل محمدؐ کی زیارت عبادت ہے۔

• امالی میں شیخ صدوق نے امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

النظر الی ذریتنا عبادۃ۔ ہماری ذریت کی زیارت عبادت ہے

کسی نے عرض کیا۔ قبلہ اس ذریت سے مراد صرف آئمہ ہیں یا غیر معصومین کی زیارت بھی عبادت ہے ؟

آپ نے فرمایا۔ بلا تخصیص معصوم وغیر معصوم ہر سید کی زیارت عبادت ہے۔

• مناقب الطاہرین میں علامہ طبری نے آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ۔

جو شخص چہرہ علیؑ کی زیارت کرے گا اور اس کے نامۂ اعمال میں کئی ہزار نیکیوں کا اضافہ اور کئی ہزار گناہوں کو محو کرے گا۔ اور جو شخص میرے حسینؑ کی اولاد کی زیارت کرے گا اور اس کے نامہ اعمال میں ایک سو نیکی کا اضافہ اور ایک سو گناہ کی تخفیف فرمائے گا۔

ان روایات و حدیث سے جو مستفاد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اولادِ زہراؑ میں سے ہر سید کے چہرہ پر نظر کرنا باعثِ ثواب ہے۔ اور قرآن و کعبہ کی زیارت کے برابر ہے۔ البتہ یہ خیال رہے کہ یہ ثواب صرف اس صورت میں ہوگا۔ جب چہرہ سادات کو محبت کی نظر سے دیکھا جائے۔ بغض اور حسد کی نگاہ سے دیکھنے پر نہ صرف ثواب نہ ہوگا بلکہ غضب ذوالجلال میں اضافہ موجب ہوگا۔

جسطرح زندگی میں زیارت سادات واجب ہے

اسی طرح

بعد از وفات مزارات سادات کی زیارت عبادت ہے

دوران تعلیم ہمارے محترم استاد ہمیں ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔ امامزادگان کے مزارات کی زیارت کو جایا کرو۔ کیونکہ ان کے مزار کی زیارت زیارت ہو یہ کے قائم مقام ہے۔ اور بحال حیات سادات کی زیارت زیارت رسول اکرم کے برابر ہے۔
تعلیم سے فراغت کے بعد جب میں نے کتب حدیث کا مطالعہ شروع کیا تو اس وقت مجھ پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جو کچھ استاد فرمایا کرتے تھے وہ صد در صد درست تھا۔

امام موسیٰ کاظم سے ایک موثق روایت منقول ہے۔

عيادة بني هاشم فريضة وزيارتهم سنة

سادات کی بیمار پرسی فریضہ اور زیارت سنت ہے۔

وکتب اہلسنت میں تواتر سے یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ امام حسینؑ بیمار

ہو گئے۔ حضرت عمر نے زبیر سے کہا چل امام حسینؑ کی عیادت کریں۔
زبیر نے پس و پیش کی تو حضرت عمر نے کہا۔ کیا تجھے معلوم نہیں سادات کی بیمار پرسی واجب اور ان کی زیارت سنت ہے
حضرت عمرؓ کے اس کلام سے امام موسیٰ کاظمؑ سے منقول روایت کی تصدیق ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات تمام صحابہ میں معروف تھی۔
• طبری نے بشارۃ المصطفیٰ میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے جسکا کچھ حصہ یہ ہے
آنحضور نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری وفات کے بعد میری زیارت کرے گویا اس نے میری زیارت کی ہے۔
جو شخص میری بیٹی جناب زہراء کی زیارت کو آئے گا گویا اس نے میری زیارت کی ہے۔
جو شخص علی ابن ابیطالب کی زیارت کرے گا گویا اس نے میری زہراء کے مزار کی زیارت کی ہے۔
جو شخص میرے حسنینؑ کی زیارت کرے گا گویا اس نے علیؑ کی زیارت کی ہے۔ اور جو شخص ذریت حسنین کی زیارت کرے گا اس نے حسنین کی زیارت کی ہے۔
اس حدیث سے جو کچھ مستفاد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ سادات کی زیارت۔ زیارت حسنینؑ۔ زیارت حضرت علیؑ۔ زیارت حضرت فاطمہؑ اور زیارت نبی اکرم کے برابر ہے۔
• ثواب الاعمال میں شیخ صدوق نے آنحضورؐ سے حدیث نقل کی ہے کہ
آپ نے فرمایا ہے جو شخص میری یا میری ذریت میں سے کسی کی زیارت کرے قیامت کے دن میں اسے اپنی زیارت سے مشرف کروں گا اور ہول قیامت سے اسے نجات دلاؤں گا۔
• جامع الاخبار میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ۔

جو شخص میری ذریت میں سے کسی کی زندگی میں یا بعد از وفات زیارت کرے گا گویا کہ اس نے میری زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی یقیناً وہ مغفور ہوگا۔

اس حدیث سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ زیارت سادات کا ثواب اُن کی زندگی سے مربوط نہیں ہے بلکہ بعد از وفات ان کے مزارات کی زیارت بھی عبادت ہے۔

● کتاب مزار اور ہدایۃ الامہ میں شیخ حر عاملی نے آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔

اے علیؑ اللہ نے تیری اور تیری ذریت کے مزارات کو جنت کے ٹکڑوں سے ایک ٹکڑا قرار دیا ہے۔

ان احادیث سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ معصوم یا غیر معصوم کے مزار کی زیارت باعث ثواب اور عبادت ہے۔ اور جنت کے ٹکڑا کی زیارت ہے۔

● فضائل السادات میں مروی ہے کہ۔

ایک شخص حج پر گیا۔ فراغت کے بعد اس نے مدینہ آکر آنحضورؐ کی زیارت کی بڑی کوشش کی لیکن موفق نہ ہوا۔ پریشان ہوکر واپس آگیا۔ اسی پریشانی میں ایک رات سو رہا تھا کہ۔ عالم خواب میں آنحضورؐ نے اُسے فرمایا کہ۔ فکر نہ کر اگر تو میری زیارت کو نہیں آسکا تو کوئی بات نہیں اب عبداللہ ابن احمد ابن ابراہیم طباطبائی کی زیارت کو چلا جا۔ یہ شہزادہ امام حسنؑ کی اولاد سے تھا۔

وہ شخص جناب عبداللہ کی زیارت کو چلا گیا۔ زیارت سے فراغت کے بعد اس نے اپنی حاجت مانگی۔

رات کو عالم خواب میں اس نے جناب عبداللہ کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا۔ اگر تجھے اپنی حاجت روائی کی ضرورت ہے تو میرے مزار کے قریب جو مسجد ہے اس

میں جاکر دو رکعت نماز حاجت پڑھ لے اللہ تیری حاجت پوری کرے گا۔

و سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب ۔فصول۔ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ

ایک شیعہ امام صادق سے مسئلہ پوچھنے جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک ناصبی ملا۔ اس نے پوچھا کہاں جا رہا ہے ؟ شیعہ نے جواب دیا جہاں آنحضورؐ جاتے ہیں۔ اس نے کہا وہ کہاں جاتے ہیں ؟ شیعہ نے کہا۔ تیرا کیا خیال ہے اگر آج سرور کونین تشریف لے آئیں تو وہ کہاں جائیں گے ؟

اس نے کہا۔ ظاہر ہے اپنی اولاد ہی میں سے کسی کے گھر جائیں گے۔

شیعہ نے کہا۔ بس میں بھی اسی رسُول کی اُسی اولاد کے پاس جا رہا ہوں۔ امام صادقؑ کی زیارت بھی کروں گا۔ اور ان سے مسئلہ بھی پوچھوں گا۔

ان روایات سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ سادات کے گھر خانہ ہائے رسُول ہیں۔ اور سادات کے مزارات جنت کے ٹکڑوں سے ٹکڑے ہیں۔

جسطرح سادات اپنی زندگی میں مستجاب الدعوات ہوتے ہیں اسیطرح بعد از وفات بھی خواہ معصوم ہوں۔ یا غیر معصوم مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔

سادات کو خوش رکھنا مستحب ہے

صواعق محرقہ میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ
جو شخص مجھ سے مربوط ہونا چاہتا ہے۔ جو شخص میری نگاہ میں محترم ہونا چاہتا ہے۔
جو شخص چاہتا ہے کہ روزِ قیامت میں اس کا شفیع بن جاؤں اُسے چاہیے کہ میری ذریت سے حسنِ سلوک کرے اور انہیں خوشحال رکھے۔

اس حدیث سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ اولادِ جناب زہراؑ کو خوش رکھنا شفاعت سرورِ انبیاء کا باعث ہے۔

ہمارے استاد محترم فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص روزانہ ایک سید زادے کو خوش کرے میں اس کے جنتی ہونے کی ضمانت دیتا ہوں۔ یہ خیال رہے کہ سادات کو خوش حال رکھنے میں سرورِ کونین نے کسی قسم کی شرط نہیں لگائی کہ کون سے سید کو خوش رکھا جائے لہٰذا یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ صرف صالح سادات کو خوش رکھنے سے شفاعت سرورِ انبیاء نصیب ہوگی بلکہ غیر صالح سادات کو خوش رکھنا بھی آنحضورؐ

کی شفاعت کا موجب ہوگا۔

سادات کے ساتھ ہم غذا ہونا بھی باعث اجر و ثواب ہے

و جامع الاخبار میں آنحضورؐ سے منقول ہے کہ۔

جو شخص میری ذریت کے ساتھ بیٹھکر کھانا کھانے اور ان کا ہم دسترخوان ہو اللہ اس کے جسم کو آتش جہنم پر حرام کر دے گا۔

ہم اپنے بڑے بوڑھوں سے سنتے تھے۔ کہ جو شخص سادات سے ہم نمک ہو جائے سادات کے کریم اجداد اسے جہنم میں نہیں جلنے دینگے۔ میرے خیال میں ان کے پیش نظر یہی فرمان رسالت تھا۔

و قم میں اس وقت بھی اولیائے خدا میں سے ایک ہستی ہے جس کا سن سو برس سے اوپر جا چکا ہے وہ بتاتا ہے کہ جب بھی میں کوئی دعا کرتا ہوں اور قبول نہیں ہوتی تو چودہ سید زادوں کو دعوت دے دیتا ہوں۔ انہیں کھانا کھلا کر ان سے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ میری حاجت پوری ہو جاتی ہے آج تک ایسا اتفاق نہیں

ہوا کہ سادات نے میرے لیے دُعا کی ہو اور وہ قبول نہ ہوئی ہو۔

کرۂ ارض پر اگر کوئی پاکیزہ ترین نسل ہے تو وہ نسلِ سادات ہے

نسل وراثت ایک مستقل موضوع ہے اگر اس پر لکھنا شروع کروں تو اپنے موجودہ موضوع سے ہٹ جاؤں گا۔ مختصراً صرف اتنا کہوں گا کہ نسل سادات سے پاکیزہ ترین کرۂ ارض پر موجود نہیں ہے۔ کیونکہ موجودہ سادات سے لیکر آنحضورؐ تک نجاست کفران کے قریب نہیں آئی اور آنحضورؐ سے لیکر حضرت آدمؑ تک تمام اباء و اجداد بھی مشرف با سلام رہے ہیں۔ آئمہ کی زیارات میں بھی ملتا ہے۔

اشھد انک کنت نوراً فی الاصلاب الشامخۃ والارحام المطھرۃ۔	میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے اعلیٰ ترین اصلاب اور پاکیزہ ارحام میں رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اگر تاریخ اسلام کا جائزہ لیا جائے تو نیکی اور اچھائی کے انفرادی یا اجتماعی کام جتنی مقدار میں سادات نے کئے ہیں اتنے اور کسی نے نہیں ہوسکے

حالانکہ ہمیشہ سادات اقتدار سے محروم بلکہ تاریخ اسلام کے بیشتر وقت میں تو سادات بنیادی ضروریات زندگی سے بھی محروم رکھے گئے ہیں حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی تھا جب سادات اس قدر مظلوم تھے کہ یہ تک نہ بتا سکتے تھے کہ ہم اولاد زہراء ہیں۔

ذی الحجہ کی ایک رات میں مدینہ منورہ میں تھا۔ نیند نہیں آرہی تھی۔ اپنے ایک دو دوستوں کے ہمراہ باہر نکلا اور چہل قدمی کرنے لگے اتفاقاً ہم اس طرف آگئے جہاں جناب عبداللہ کا مزار مقدس تھا ہم نے دیکھا سعودی مزدور مزار جناب عبداللہ کو زمین بوس کرنے میں مصروف تھے۔

میں دوسرے دن مدینہ کے گورنر جو سعودی حکمران کا بھائی تھا کے پاس گیا اور پوچھا جناب عبداللہ کے مزار کو کیوں گرا دیا گیا ہے؟

اس نے کہا۔ اس کے رہنے کا کیا فائدہ تھا؟

میں نے کہا۔ وہی فائدہ جو آپ کے بزرگوں کے مزارات کے رہنے میں ہے۔

اس نے کہا۔ وہ تو مسلمان تھے لیکن جناب عبداللہ تو مسلمان نہ تھے۔

میں نے کہا۔ آپ کے پاس جناب عبداللہ کے مسلمان نہ ہونے کی کونسی دلیل ہے؟

اس نے کہا۔ آپ اسلام جناب عبداللہ کی دلیل بتادیں۔

میں نے کہا۔ آپ کفر جناب عبداللہ کے مدعی ہیں دلیل آپکے ذمہ ہے۔

اس نے کہا۔ میرے نزدیک کفر مسلم ہے لہٰذا مجھے ثابت کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

میں نے کہا۔ قرآن سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ جناب عبداللہ مسلمان تھے۔

اس نے کہا۔ قرآن میں کہاں سے جناب عبداللہ کا اسلام ثابت ہوتا ہے۔

میں نے کہا۔ کیا جناب عبداللہ حضرت ابراہیم کی اولاد سے تھے۔؟

اس نے کہا - ہاں -

میں نے کہا - کیا حضرت ابراہیم کی دُعا قبول تھی یا مردود ہے

اس نے کہا - ممکن ہے قبول ہو -

میں نے کہا - اگر قرآن میں حضرت ابراہیم کی دُعا کا تذکرہ ہو اور اسی کا ایک محسوس حصہ قبول ہو تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ غیر محسوس حصہ قبول نہ ہو -

اس نے کہا - ایسا تو نہیں ہو سکتا - غیر محسوس حصہ بھی یقیناً مستجاب اور قبول ہوگا

میں نے کہا - قرآن میں دُعائے حضرت ابراہیم ہے -

رب اجعل هذا البلد امنا واجنبني و بني ان نعبد الاصنام -

اے اللہ اس شہر کو گہوارہ امن بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بُت پرستی سے محفوظ فرما -

کیا ان آیات میں حضرت ابراہیم نے اللہ سے کچھ مانگا ہے ؟ یقیناً تین چیزیں مانگی ہیں -

۱ - یہ کہ مکہ شہر امن ہو ۲ - یہ کہ مجھے بُت پرستی سے محفوظ رکھ -

۳ - میری اولاد کو بھی بُت پرستی سے محفوظ رکھ -

پہلی دو دعائیں تو یقیناً قبول ہو گئی ہیں - اب اگر تیسری دُعا بھی قبول ہو تو اس کا یہی مقصد ہوگا کہ جناب ابراہیم اولاد بُت پرستی سے محفوظ رہی ہے - چونکہ جناب عبداللہ بھی اولاد ابراہیم سے تھے اس لیے بُت پرستی سے محفوظ تھے جب بت پرستی سے محفوظ تھے تو یقیناً توحید پرست تھے جب توحید پرست تھے تو یقیناً مسلمان تھے -

جب میں نے یہ بات کی تو وہ کہنے لگا - یہ میرا موضوع نہیں اس کا تعلق ہمارے علماء سے ہے - میں اس موضوع پر آپ سے کوئی بات نہیں کرتا -

و تفسیر قمی میں ہے کہ -

ایک شخص نے امام صادق سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے اس کا کوئی

جواب نہ دیا۔ اس نے کہا۔ اگر آپ اپنے باپ کے بیٹے ہیں تو یقیناً بت پرست کی اولاد ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو جھوٹ کہہ رہا ہے۔ جب جناب ابراہیم و اسماعیل نے بحکم خدا تعمیر کعبہ کی تو حضرت ابراہیم نے دُعا مانگی۔ اللہ نے ان کی دُعا قبول کرلی۔ دعائے ابراہیم کے مطابق ہمارے اجداد میں سے کوئی بھی بُت پرست نہ تھا۔

اس واقعہ کے ذکر کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ نسل رسُول حضرت آدم تک تمام نسلوں سے پاکیزہ ترین نسل ہے اور اس لحاظ سے بھی واجب الاحترام اور والائے فضیلت ہے

و احتجاج طبرسی میں ابوالحسن محمد ابن جعفر اسلامی سے منقول ہے کہ

جن مسائل کے جوابات ہمیں حضرت حجت کیطرف سے محمد ابن عثمان عمری کے ذریعہ موصول ہوئے ان میں سے ایک مسئلہ یہ بھی آپ نے لکھا۔

تونے جو یہ سوال کیا ہے کہ اگر سامنے آگ یا تصویر ہو تو کیا نماز جائز ہوگی۔ اس سلسلہ میں نمازیوں کی دو اقسام ہیں ایسے نمازی جو بُت پرستوں اور آتش پرستوں کی اولاد ہیں ان کی نماز جائز نہیں ہوگی۔ اور ایسے نمازی جو بُت پرستوں یا آتش پرستوں کی اولاد نہیں ہیں ان کی نماز جائز ہوگی۔

اس روایت اور حکم معصوم سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ آگ اور تصویر کے روبرو سادات کی نماز میں کراہت نہیں ہے کیونکہ موجودہ سادات سے حضرت آدم تک ان کی نسل میں کوئی بھی نہ بت پرست رہا ہے اور نہ آتش پرست۔

سادات اللہ کا منتخب خاندان ہے

فضائل سادات میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ خاندان مخلوق خدا میں سے اللہ کا منتخب اور برگزیدہ خاندان ہے۔ قرآن میں خود خالق نے متعدد مقامات پر اس طرف اشارہ بھی فرمایا ہے۔

۱۔ ابن شہر آشوب نے مناقب میں ابن عباس سے۔ سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ نمل ع۲۷۔

اللہ کے ان بندوں پر سلام ہو جنہیں اس نے مصطفیٰ کیا ہے۔

ذات احدیت نے اس آیت میں جن افراد کو مصطفےٰ فرمایا ہے وہ حضرت علیؑ جناب زہراؑ۔ جناب حسنینؑ اور ان کی اولاد سے جو تا قیامت مخلوق خالق سے ممتاز اشرف اور مصطفےٰ ہیں۔

۲۔ تفسیر قمی میں۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فاطر ع۳۲

کے ذیل میں متعدد روایات لکھی ہیں جن میں یہی بتایا گیا ہے کہ آیت میں مصطفےٰ بندوں

کا مصداق اولاد جناب زہرا ہے۔ تفصیل آگے چل کر پیش کرینگے۔

۳۔ ابن شہر آشوب نے مناقب میں امام حسینؑ کی ایک دُعا نقل کی ہے۔

اے اللہ! ہم تیرے نبی کی ذریت۔ تیرے نبی کے اقربا اور تیرے نبی کے اہلبیت ہیں۔ ہم پر ظلم کرنیوالوں اور ہمارے حقوق غصب کرنیوالوں سے تو ہی نمٹ۔

محمد ابن اشعث (حضرت ابوبکر کا سگا بھانجا) نے جب یہ دُعا سنی تو انتہائی گستاخی سے کہنے لگا۔ تیرا رسُول سے کیا رشتہ ہے؟

امام حسینؑ نے یہ آیت پڑھی ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحاً وآل ابراھیم وآل عمران علی العالمین۔ اللہ نے آدم و نوح آل ابراہیم اور آل عمران کو مصطفیٰ کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے عرض کیا۔

بارالٰہا ابن اشعث کو اسی وقت میری صداقت اور اسکی گستاخی کی ایسی علامت بتائے جو دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو۔ محمد رفع حاجت کے لیے گیا۔ بچھو نے مقام پیشاب پر کاٹ لیا۔ اللہ نے فوج یزید کو محسّد کا انجام دکھا دیا۔ زہر کی وجہ سے اس خبیث کی لاش کے قریب ہی کوئی نہ جاتا تھا۔

اس آیت میں جس آل ابراہیم کا ذکر ہے وہی آل ابراہیم آل محمد ہے۔ علاوہ ازیں اس سلسلہ میں شیعہ اور سُنی محدثین نے آنحضورؐ سے جو کچھ نقل کیا ہے چند ایک احادیث و روایات تبرکاً ہم پیش کئے دیتے ہیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔

قریش تمام مخلوق سے منتخب ہیں بنی ہاشم سے منتخب ہیں اور بنی ہاشم سے میری ذریت اللہ کی منتخب کردہ ہے۔

و شیخ صدوق نے امالی میں ابن عباس سے روایت کی ہے۔ ابن عباس نے نبی اکرم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

جس طرح میں تمام انبیاء سے افضل اور برتر ہوں اسی طرح میری ذریت تمام انبیاء کی ذریت سے برتر اور افضل ہے اور میرے اوصیاء تمام انبیاء کے اوصیاء سے برتر ہیں۔

و اہلسنت کے محدثین نے ام المومنین عائشہ سے متعدد روایات نقل کی ہیں کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔

جبرئیل نے مجھے بتایا ہے کہ۔ اے محمد اجب میں پورے کرۂ ارض پر نظر کرتا ہوں تو مجھے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے مابین آپکی ذریت سے افضل اور برتر کوئی ذریت نظر نہیں آتی۔

و عیون اخبار الرضا میں شیخ صدوق نے امام رضا سے روایت کی ہے کہ۔

مجھے اپنے آباء اجداد کے ذریعہ حضرت علیؑ سے روایت موصول ہوئی ہے اللہ نے ہدہد کو جتنے پر و بال دیئے ہیں ہر بال پر سریانی میں لکھا ہے آل محمدؐ افضل کائنات ہیں۔

و فضائل السادات میں ایک شعر انتہائی جالب نظر اور قابل توجہ ہے

اذا ولد المولود من نسل احمد جب ذریت نبویہ میں کوئی مولود آنکھیں کھولتا لقد زید فی اهل المکارم واحد ہے تو اہل مکارم میں ایک اور فرد کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

و ابن بابویہ نے۔ من لا یحضرہ الفقیہ میں آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ۔

جب ذات احدیت حضرت موسےٰ کو مبعوث فرمایا۔ پھر دریا میں اس کے لیے شگاف ڈالا۔ بنی اسرائیل کو اس کے طفیل نجات دی۔ تو رات اور الواح عنایت فرمائیں۔ تو حضرت موسیٰ نے عرض کیا۔ بارالہا تو نے جو مقام مجھے عنایت فرمایا ہے کیا مجھ سے پہلے بھی کسی کو اس مقام سے نوازا ہے۔؟

ارشاد قدرت ہوا۔ موسےٰ۔ میرا محمدؐ اور اس کی ذریت کا مقام تمام انبیاء اور ملائکہ سے افضل اور برتر ہے۔

حضرت موسیٰ نے عرض کیا۔ بارالہا! کیا کسی نبی کی آل میری آل سے برتر ہے؟ ذات احدیت نے فرمایا۔ آل محمدؐ کو تمام انبیاء کی آل پر وہی نسبت ہے جو میرے محمدؐ کو تمام انبیاء پر ہے۔

حضرت موسیٰ نے عرض کیا۔ کیا کسی نبی کی اُمت میری اُمت سے افضل ہے؟

ذات احدیت نے فرمایا۔ جو نسبت میرے محمدؐ کو دیگر انبیاء پر ہے وہی نسبت میرے محبوب کی اُمت کو دیگر انبیاء کی امتوں پر ہے۔

- اصول کافی میں امام رضا سے منقول ہے کہ۔

اگر اولاد جناب زہراؑ اپنے امام زمانہ سے آشنا ہوں تو اپنے وقت کے تمام افراد سے برتر اور افضل ہونگے۔

- اسی سلسلہ میں سلیمان ابن جعفر سے ایک واقعہ بیان کیا ہے مناسب ہو گا اگر نذر قارئین کر دوں ممکن بہتوں کا بھلا ہو جائے۔

ایک دن علی ابن عبیداللہ ابن حسین ابن علی ابن حسین ابن علی ابن

ابیطائی نے مجھ سے کہا: میں علی ابن موسٰے رضا کی زیارت کو جانا چاہتا ہوں میں نے کہا، پھر مانع کیا ہے؟ کیوں نہیں جاتے۔
اس نے کہا۔ امام رضا کی ہیبت اور عظمت وجلال کے پیش نظر
گھبراتا ہوں۔ ایک مرتبہ امام رضا کی طبیعت کچھ خراب ہو گئی۔ میں نے
علیؑ سے کہا اب موقعہ ہے چلو دوسرے لوگ بھی عیادت کو جا رہے ہیں
ہم بھی وہاں جائیں۔ علی میرے ساتھ چلا آیا۔ جب ہم امام رضاؑ کے گھر پہنچے
تو آپ نے علیؑ کا بہت زیادہ احترام واکرام فرمایا۔ علی بہت زیادہ خوش ہو گیا۔
پھر اتفاق ایسا ہوا کہ علی بیمار ہو گیا۔ امام رضا نے مجھے فرمایا کہ علی بیمار ہے
چلو اس کی عیادت کر آئیں۔ میں آپ کے ساتھ عیادت کو آیا۔ پردہ ہونے
میں کافی دیر ہو گئی۔ لیکن امام رضاؑ نے محسوس نہ فرمایا۔ عیادت کے بعد
واپس آئے تو مجھے میری کنیز نے بتایا کہ۔ علی کی بیوی ام سلمہ پردہ کی اوٹ
سے امام رضا کو دیکھتی رہی جب وہ واپس چلے گئے تو دوڑ کر آئی اور جہاں
امام رضا تشریف فرما تھے۔ اسی جگہ کے بوسے لینے لگی۔ جب علی تندرست
ہو گیا تو میں نے علیؑ سے کنیز کی بتائی ہوئی بات پوچھی اس نے کہا۔
کہ کنیز نے سچ کہا ہے۔ میں نے وہ بات امام رضا کو بتائی آپ نے فرمایا
اے سلیمان اگر اولاد زہراؑ اپنے امام زمانہ کو پہچان لیں تو وہ تمام اہلِ
زمانہ سے افضل اور برتر ہیں۔

مختصراً پیشکردہ ان احادیث اور واقعات سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ
نسبی اور نسلی فضیلت میں آل محمدؐ بلا تفریق معصوم وغیر معصوم سب کائنات
عالم سے افضل وبرتر ہیں اور اللہ کا مصطفےٰ خاندان ہیں۔

آلِ محمدؐ نبی کونین کا دوسرا معجزہ ہیں

سرورِ انبیاء کا دوسرا معجزہ آپکی کثرتِ نسل ہے۔ ذاتِ احدیت نے پورے کرۂ ارض کو آلِ محمدؐ سے لبریز کر دیا ہے۔ آج کی اس دنیا میں اگر مختلف خاندانوں کا جائزہ لیا جائے تو کرۂ ارض کا کوئی گوشہ آلِ محمد سے خالی نظر نہیں آئے گا۔ اگرچہ دشمنانِ آلِ محمدؐ نے اپنے طور پر آلِ محمدؐ نے اپنے طور پہ آلِ محمد کو ختم کرنیکی امکانی کوشش کی۔ اور ہر اموی و عباسی حکمران نے سادات کشی میں ایک دوسرے کے ریکارڈ توڑنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن وہ خود تو ختم ہوگئے مگر ذریتِ رسُول کو ختم نہ کر سکے۔ آج کرۂ ارض پر کوئی قبیلہ ایسا نہیں ہے جو اپنے کو اموی کہلائے۔ لیکن اپنے کو فخر سے آلِ رسُول کہلانیوالے اطرافِ عالم میں ہر جگہ موجود ہیں۔ یہ سادات کشی ہی کا نتیجہ ہے۔ اگر سرکاری سطح پر حزبِ اقتدار سادات کشی کی مہم نہ چلاتا تو آج سادات صرف مدینہ میں محصور ہوتے۔ اور دنیا کے ہر حصہ میں نہ ملتے۔ لیکن جب اموی اور عباسی دورِ حکومت میں امورِ مملکت میں سے سادات کشی کو انتہائی اہمیت رہی ہے۔ تو قدرت نے تحفظِ سادات کا یوں انتظام کیا کہ سادات نے مدینہ کو خیرباد کہا۔ بے سہارا ساداتیوں نے

لیئے۔ بچوں کو رات تاریکی میں چھپا کر مدینہ چھوڑنا شروع ۔ دن جنگلوں ۔ پہاڑوں ۔ اور صحراؤں میں چھپ کر گزارے اور راتیں پیدل سفر کرتے ہوئے گزاریں۔ اور پہلے تو یہ امکانی کوشش کی کہ زیادہ سے زیادہ عراق تک کے اندر رہیں۔ جب وہاں بھی تحفظ نہ مل سکا اور بغداد کی دیواریں سادات بچوں کے خون کے گارے اور جسم کی اینٹوں سے بننا شروع ہوئیں تو ساداتیوں نے ناچار ہو کر ایران کا رُخ کیا۔ اور پھر ایران سے نکل کر ہندوستان۔ پھر پورے ایشیاء میں ذریت رسُول نے پناہ لینا شروع کیا۔ مدینہ بدری کو زیادہ فروغ پہلے واقعہ حرہ میں ملا۔ جب شہادت نواسہ رسُول کے بعد اہلِ مدینہ نے بیعت یزید توڑ کر بغاوت کر دی تھی۔ اور فوج یزید حصین ابن نمیر کی سرکردگی میں اہلِ مدینہ کی سرکوبی کی خاطر مدینہ میں آئی۔ تین دن تک قتل عام کا بازار گرم رہا۔ اموی شہزادے کی اسلامی فوج نے منبرِ رسول کے ساتھ گھوڑے باندھے مسجد نبوی کو اصطبل اور شراب خانہ میں بدل دیا۔ اس وقت کربلا کی لٹی ہوئی ساداتیوں نے مدینہ سے نکلنا شروع کیا۔ اسکے بعد حجاج ابن یوسف ثقفی کے دور میں ایک مرتبہ ساداتیوں نے ذریت رسُول کے تحفظ کے پیشِ ایران کا رُخ کیا۔

(غالباً ۶۲ء کا سال تھا جب مجھے حیدرآباد سندھ گیارہ صفر سے لیکر بیس صفر تک عشرہ ثانی پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ قدم گاہِ مولا علیؑ پر میرا قیام تھا۔ یہیں ہمیں مقامی سندھیوں نے بتایا کہ محمد ابن قاسم کے سندھ پہ حملہ اور ہونے کی اصل د۔ راجہ داہر کی زیادتی نہ تھی۔ بلکہ یہ واقعہ تو صرفِ زیبِ داستاں کے لیے بتایا گیا ہے۔ محمد ابن قاسم کے حملہ کی اصل وجہ یہ تھی کہ کچھ سادات خاندانوں نے حجاج میاں کے مظالم سے تنگ آکر راجہ داہر کے ہاں آکر پناہ لی تھی۔ حجاج انہیں قتل کرنا چاہتا تھا حجاج نے راجہ داہر سے ان خاندانوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ راجہ داہر نے انہیں واپس

کرنے سے انکار کر دیا جس کی سزا راجہ داہر کو محمد ابن قاسم کے حملہ کی صورت میں برداشت کرنا پڑی۔ بالفاظ دیگر راجہ داہر کو تحفظ سادات کی سزا دی گئی تھی ۔۔۔ اثیر جاڑوی)

مظالم اُمّت کی اس تاریکی کا روشن پہلو یہ نکلا کہ سادات جیسے جیسے کرۂ ارض پر پھیلتے گئے۔ ویسے ویسے ایک طرف تو ساداتیاں اُموی اور عباسی مظالم کی داستانیں اپنے ساتھ لے گئیں۔ اور دوسری طرف سادات مردوں نے دین آلِ محمد کی نشر و اشاعت شروع کر دی۔

جب میں قم میں مصروف تحصیل تھا ایک دن ایک امام زادہ کے مزار پر بیٹھا سوچ رہا تھا۔ آخر کیوں اولاد زہرا کو اپنے وطن میں کسی نے نہ رہنے دیا اور ساداتیوں نے ان پہاڑوں، جنگلوں، اور بے آب و گیاہ صحراؤں کو کیسے عبور کیا ہو گا۔؟

کیا سوچ رہے ہو؟

میں نے اپنے ذہنی سوال کو مختصر کر کے ان کے سامنے رکھ دیا۔

پہلے وُہ خاموش ہوئے۔ پھر آنسو بہا کر فرمانے لگے۔ ایک وقت آ جائیگا کہ تجھے اس سوال کا جواب مل جائے گا پھر جب میں نے کتب تفسیر۔ حدیث اور تاریخ کا مطالعہ شروع کیا۔ تو میرا مسئلہ آہستہ آہستہ حل ہوتا چلا گیا اور ایک دن میرا یہ مسئلہ مکمل طور پر حل ہو گیا۔ ہوا یوں کہ ایک دن میں آنحضورؐ کے معجزات دیکھ رہا تھا۔ انہی معجزات کی دو اقسام کی گئی تھیں۔ ایسے معجزات جو آپ کی حیاتِ طیبہ تک محدود تھے اور ایسے معجزات جو تا قیامت باقی رہیں گے۔ دوسری قسم کے معجزات میں دو معجزے سامنے آئے ایک قرآن کریم اور دوسری ذریت رسول۔

چونکہ معجزہ صاحب اعجاز کی دلیل صداقت ہوتی ہے۔ اور دلیل صداقت کے لیے ایک جگہ اور مقام مخصوص نہیں ہوتا اس لیے جسطرح قرآن کریم اپنے اصلی وجود کے ساتھ کرۂ ارض کے ہر تاریک اور روشن گوشہ میں موجود ہے اسیطرح ذریتِ رسولؐ

بھی آج پورے کرۂ ارض پر پھیلی ہوئی ہے۔ دشمن نے چاہا تھا کہ اولادِ زہراؑ کو مدینہ بدر کر کے کرشکو کا سانس لے سکوں گا لیکن اُسے یہ علم نہ تھا کہ جب اولادِ زہراؑ بیرونِ مدینہ جائیگی تو اپنے ساتھ اپنے نانا کا دینِ برحق اور اپنی مظلومیت بھی ساتھ لیکر جائیگی اُسے کیا معلوم تھا کہ وہ وقت بھی آئیگا جب کرۂ ارض کا کوئی گوشہ ذریتِ رسول سے خالی نہ رہے گا اور جہاں قرآن بطورِ معجزہ ہوگا وہاں اولادِ رسول کی کثرت کو دیکھ کر بھی انا اعطیناک الکوثر کی تلاوت کر کے رسولِ عربی کے ان دونوں معجزات سے صداقتِ اسلام کی دلیل لیں گے۔

ایک نصرانی پادری سے میری گفتگو ہوئی اس نے دورانِ گفتگو بڑی حسرت سے کہا۔ تم مسلمانوں کے پاس تین چیزیں ایسی ہیں اگر ہم عیسائیوں کے پاس ان میں سے ایک بھی ہوتی تو ہم پورے کرہ ارض پر عیسائیت پھیلا سکتے تھے۔

۱۔ تمہارے پاس قرآن ہے جس میں آج تک نہ تحریف ہوئی ہے نہ تصحیف۔

۲۔ تمہارے پاس نبی کونین کی احادیث ہیں جنہیں تم پورے سلسلہ سند کے ساتھ آنحضورؐ تک بیان کر سکتے ہو۔

۳۔ تمہارے پاس اولادِ رسول ہے جو پورے کرۂ ارض پر پھیلی ہوئی ہے اور نشر و اشاعتِ دینِ اسلام میں ایک اہم عنصر ہے۔

پھر ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ تمہارے نبیؐ نے اپنی ذریت کی بہت زیادہ سفارش بھی فرمائی ہے اور آنحضورؐ نے اپنی اولاد کی کچھ خصوصیات بتائی ہیں جن کی وجہ سے وہ خود بھی اپنا تحفظ کرتے ہیں۔ پھر آنحضورؐ نے تمہارے مال میں سے ایک حصہ ان کے لیے مخصوص فرمایا ہے جس کی وجہ سے انہیں مالی پریشانی بھی کم تر ہوتی ہے میں نے عیسائی پادری یہ بات سنکر ایک سرد آہ کھینچی اور خاموش ہو گیا میں نے

کیا بتا تا کہ

ذریت رسولؐ اُمت رسول کے ہاتھوں کسطرح جور و جفا ہوئی ہے۔

اُمت رسُول نے ذریت رسُول سے کیا سلوک کیا ہے۔

اُمت رسُول نے ذریت رسول کو کس طرح دیواروں میں چنا ہے۔

اُمت رسول نے کسطرح ذریت رسول کے پیاسے گلوہائے نازنین پر کندہ خنجر سے وار کئے ہیں۔

● سرکار علامہ سید محمد اشرف نے فضائل السادات میں سورہ کوثر کی تفسیر میں لکھا ہے۔

سورہ کوثر کی تفسیر میں جو احادیث منقول ہیں ان میں سے بعض کے مطابق معنی یوں ہے کہ۔ اے محمدؐ! ہم نے تجھے خیر کثیر اور بذریعہ زہرا، ذریت طاہرہ کے علاوہ کثرت نسل سے نوازا ہے۔ لہٰذا تجھے فکر مند نہیں ہونا چاہیئے کرۂ ارض کا کوئی قطعہ ایسا نہیں ہوگا جہاں تیری اولاد نہیں ہوگی۔

● علمائے تفسیریں میں نے کوثر کے معانی میں سے ایک معنی کثرت اولاد بھی کیا ہے۔ چنانچہ

● قطب لاوندی نے اپنی کتاب۔ مجالس میں لکھا ہے۔

کوثر کثرت اولاد رسول ہے۔ اور آنحضورؐ سے اللہ کا کیا گیا یہ وعدہ ہم نے اپنے زمانہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ آج اولاد زہراؑ کا شمار مشکل ہے اور یہ سلسلہ تا قیامت رہے گا۔ اسی لیے ارشاد نبوی ہے۔ قیامت کے دن ہر نسب منقطع ہو جائے گا لیکن میرا نسب منقطع نہیں ہوگا۔

● سورہ کوثر کے شان نزول میں ایک روایت اسطرح ہے۔

ایک شب عمرو ابن عاص اور حکم ابن عاص دونوں بھائی بیٹھے تھے نبی کونین مسجد میں تشریف لاتے۔ عمرو ابن عاص نے آپ کو۔ یا ابتر۔ (اے مقطوع النسل) کہکر مخاطب کیا۔ پھر اپنے بھائی سے کہا۔ مجھے یہ شخص دشمنوں سے بھی بُرا لگتا ہے۔

عمرو ابن عاص کے ان جملوں سے سرود کونین غمگین خاطر ہوئے جسکے جواب میں اللہ نے سورہ کوثر بھیجی۔ اور اس میں دو وعدے کئے۔ ایک تو یہ کہ ہم نے تجھے کثرت اولاد سے نوازا ہے اور دوسرا یہ کہ تیرا دشمن ہمیشہ مقطوع النسل رہے گا۔

و ویسے اگر اموی مظالم کا مقابلہ کوئی قرآنی سورت کر سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف سورہ کوثر ہی ہے۔ کیونکہ بنی امیہ نے جس قدر ذریت رسُول کو ختم کرنیکی کوشش کی سورہ کوثر کا وعدہ ہر قدم پر اُن کے آڑے آیا اور اولاد نہ ہرار بڑھتی چلی گئی

آل محمد بطور اعجاز

شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ۔ آج تک حضرت علیؑ جیسا کوئی فرد تاریخ پیش نہیں کر سکی جو اولاد اور ذریت کے اعتبار سے اس مقام پر پہنچا ہو جہاں حضرت علیؑ فائز ہیں۔ کیونکہ

تاریخ انبیاء ہو یا واقعات سلاطین، صالحین کی سوانح حیات ہو یا بدکرداروں کی زندگی کے حالات آج تک تاریخ عالم میں کسی کی اولاد کی ایسی خونچکاں تاریخ نہیں ملتی جتنی رنگین اور سُرخ تاریخ اولاد حضرت علیؑ و بتولؑ کی ہے۔ کسی شہنشاہ کی اولاد پر اتنے مظالم نہیں ہوئے جتنے اولاد علیؑ و بتولؑ پر ہوئے ہیں۔ تاریخ عالم میں یہ واحد وُہ نسل ہے جو مسلسل کئی صدیوں تک روپوش رہنے پر مجبور کی گئی۔ بنی اسرائیل کیطرح

ان کے مردوں ، بچوں ، جوانوں اور بوڑھوں کو قتل کیا گیا۔ دیواروں میں چنا گیا۔ شہر بدر کیا گیا۔ زندانوں میں ڈالا مگر آج تک تاریخ ایسی مثال پیش نہیں کر سکی کہ کوئی خاندان اتنا سخت جان اور اس قدر ثابت قدم ہوا ہو جسقدر ذریت علیؑ و زہراؑ ثابت ہوئی ہے۔

بنی عباس اور بنی اُمیہ کے دور حکومت میں اگر تاریخ سادات دیکھی جائے تو یہی نظر آئے گا کہ

- جنہیں مکر وحیلہ سے ذبح کیا گیا وُہ بھی اولاد علیؑ و بتولؑ تھے۔
- جنہیں زندہ دیواروں میں چنا گیا وُہ بھی اولاد علیؑ و بتولؑ تھے۔
- جنہیں شہر بدر کیا گیا وُہ بھی اولاد حیدرؑ زہراؑ تھے۔
- جنہیں اپنے گھر۔ خاندان اور احباب سے جُدا کیا گیا وہ بھی اولاد علیؑ و زہراؑ تھے۔
- جنہیں فاقوں سے مر مر کر جینے اور در بدر ٹھوکریں کھا کر نان جویں مانگنے پر مجبور کیا گیا وہ بھی اولاد علی زہراؑ تھے۔
- جن کے پناہ دینے والوں کو سولی پر لٹکایا گیا وُہ بھی اولاد علی و زہراؑ تھے۔
- جن کے دوستوں کو ان کی محبت کے جرم میں لوٹا گیا وہ بھی اولاد علیؑ و زہراؑ تھے
- جنہیں بھوکا اور پیاسا رکھ کے مارا گیا وُہ بھی اولاد علیؑ و زہراؑ تھے۔

کرہ ارض کے بے آب وگیاہ میدانوں۔ پہاڑوں۔ جنگلوں اور صحراؤں میں آج کیوں سادات کی بستیاں نہیں ہے اسی لیے کہ ان بچاروں نے اپنی جان بچانے کی خاطر اپنے بچوں کو اپنے قاتلوں سے محفوظ رکھنے کی خاطر ان دور افتادہ مقامات پر محفوظ کیا۔ یہ اولاد علی زہراؑ ہی تھی جس نے اپنے نسب کو چھپائے رکھا۔

یہ تمام ایسے حالات و اسباب تھے کہ اولاد علی زہراؑ بالکل نابود ہو جاتی۔ آج

کسی سید کا نام و نشان تک نہ رہتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مسلسل کئی صدیوں تک ظلم کی چکی میں پسنے کے باوجود آج تک اولاد علیؑ و زہراؑ تمام انبیاء۔ صلحاء۔ اولیاء اور سلاطین کی اولاد سے زیادہ ہے حالانکہ تحفظ نسل کی خاطر ایک وقت وہ بھی تھا جب سادات غیر سادات کے ساتھ رشتے بھی نہیں کرتے تھے۔ مگر ایں ہمہ کثرت سادات حیرت انگیز اور خارق العادۃ ہے۔ سادات پر ہونیوالے مظالم میں سے سید ابن طاؤس کی زبانی صرف ایک واقعہ پیش کرتے ہیں جس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سادات پر مظالم کس قدر تھے۔

منہال کہتا ہے کہ ایک دن جناب سجاد ایام قید میں خرابہ شام پر تشریف فرما تھے کہ میں قریب سے گزرا اور عرض کی۔

اے فرزند رسول! کیا حال ہے؟

آپ نے فرمایا۔ آج ہمارا وہی حال ہے جو بنی اسرائیل کا دور فرعون میں تھا۔ ان کے مردوں کو ذبح کر دیا جاتا تھا اور عورتوں کو پس دیوار زندان ڈال دیا جاتا تھا! اے منہال! عرب غیر عربوں پر فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ ہم میں سے ہے۔ قریش عربوں پر فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ ہم سے ہے۔ دوسری طرف ہم جو اولاد پیغمبر ہیں ہماری یہ حالت ہے ہمارے مرد شہید کر دیئے گئے ہیں۔

ہمارے خیام لوٹ کر جلا ڈالے گئے ہیں۔

ہمیں زندان میں ڈال دیا گیا ہے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کسے کیا معلوم کہ ہم کیسے گزار رہے ہیں۔ اے منہال اس شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

یعظمون لہ اعواد منبرۃ — یہ لوگ آنحضورؐ سے نسبت کی وجہ منبر کی لکڑیوں

کو چومتے ہیں۔ اور

وتحت ارجلهم اولاده وضعوا — اولاد پیغمبر کو اپنے قدموں تلے روندتے پھرتے ہیں

بای حکم نبوه یبغونکم — وہ کیا وجہ ہے کہ اولاد پیغمبر تمہاری اقتدار کیے حالانکہ

وفخرکم انکم صحب له تبع — تم پیغمبر کے صحابی اور تابع ہونے پر فخر کرتے ہو

ان مظالم کے بعد سادات کی یہ کثرت اگر معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔

و سیادۃ الاشراف میں سید احمد حسینی جبل عاملی رقمطراز ہیں کہ۔

جو چیز ہمیں اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ ہم۔ نسل رسول اور ذریت علیؑ و بتولؑ کو معجزہ سمجھیں وہ یہ ہے کہ

جب واقعہ کربلا ہوا۔ نواسہ رسُول کے ساتھ ذریت رسول کو شہید کر کے پامال سم اسپاں کر دیا گیا اس وقت نسل رسول سے صرف ایک فرد علی ابن حسینؑ بچا تھا۔ اور بنی امیہ کے بارہ ہزار گھروں میں بارہ ہزار سونے اور چاندی کے گہوارے اپنے دامن میں بچوں کو لیے جھولتے تھے۔ اور آج جب ہم دیکھتے ہیں تو بنی امیہ میں سے ایک فرد بھی نظر نہیں آتا جبکہ اولاد علیؑ و زہراؑ سے کوئی چھوٹی بستی بھی خالی نظر نہیں آتی۔

و فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں سورۃ کوثر کی تفسیر میں لکھا ہے۔

میں کہوں گا کوثر کے معانی سے ایک معنی کثرت اولاد بھی ہے۔ چونکہ یہ آیت ان لوگوں کی تردید میں نازل ہوتی ہے جن لوگوں نے آنحضور پر اعتراض کیا تھا کہ آپؐ اولاد نرینہ سے محروم ہیں۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ذات احدیت نے آنحضور کو اتنی اولاد کثیر سے نوازا ہے جو تا قیامت باقی رہے گی۔

اگر اس حقیقت پر غور کیا جائے کہ۔ ذریت رسول کو کس قدر قتل کیا گیا۔ اور کس قدر سادات موجود ہیں جبکہ بنی امیہ سے ایک فرد بھی نظر نہیں آتا۔ اگر ہم دوسرے پہلو پر نظر کریں تو اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ ذریت رسول نے کتنے عظیم تر علماء اُمّت کو فراہم کئے ہیں۔ مثلاً امام محمد باقرؑ امام جعفر صادقؑ۔ امام موسیٰ کاظمؑ اور امام رضاؑ وغیرہم۔

• علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں لکھا ہے۔

کوثر بمعنی کثرت اولاد ہے۔ جو ذات احدیت نے آنحضورؐ کو بذریعہ جناب زہرا عنایت فرمائی ہے اور اس سورہ کی ہم نے اپنی آنکھوں سے آج دیکھ لی ہے کہ آج جہاں دیکھا جائے کوئی جگہ سادات سے خالی نظر نہیں آتی۔

اسی تفسیر میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

"سورہ کوثر میں آنحضورؐ کی صداقت نبوت کی دلیل ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ انّا اعطیناك الكوثر۔ ذرا دیکھئے کہ آنحضورؐ کا دین کتنا پھیلا ہے اور آپ کی اولاد کتنی کثیر ہے کہ آج دنیا کا کوئی خاندان ذریت رسول کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

• جناب سجادؑ نے اپنی ایک دُعا میں فرمایا ہے۔

اے اللہ! مجھ پر احسان فرما۔ میری اولاد کو زندگی عنایت فرما۔ میری اولاد کا کردار درست فرما۔ مجھے اولاد سے فائدہ پہنچا۔ میری خاطر میری اولاد کی زندگی طویل فرما۔ اور انھیں تا دیر باقی رکھ۔

مذکورہ بالا حقائق سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ۔ قرآن کیطرح ذریت رسول بھی ایک معجزہ

سادات شرِ شیطان سے محفوظ ہیں

اگر یہ حقیقت ہے اور یقیناً حقیقت ہے کہ بارگاہ خالق میں آنحضورؐ کی دُعا یقیناً مستجاب ہوتی ہے اور مسترد نہیں ہوتی تو پھر طوعاً کرہاً سادات کی یہ فضیلت اور عظمت بھی تسلیم کرنا پڑے گی کہ ۔ سادات شرِ شیطان سے محفوظ ہیں. کامل بہائی میں مروی ہے کہ ۔

جب نبی کونینؐ نے اپنی سیدۃ النساء بیٹی کو حضرت علیؑ کے ساتھ بیاہا اور جب رخصتی کرنے لگے تو اپنے ہی دولت سرا پر گھر کے اندر حضرت علیؑ کو بلایا ۔ اپنی اکلوتی بیٹیؑ کے حق میں وصیتیں فرمانیکے بعد آپ نے ایک برتن میں پانی لیا ۔ ایک چلو پر کرکے جناب سیدہ کے رُخ انور پر چھڑک کر یہ دُعا دی ۔ اے اللہ ! میں زہراؑ اور اس ذریت کو شرِ شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتا ہوں ۔ پھر ایک چلو لیکر حضرت علیؑ کے سینہ پر چھڑک کر فرمایا ۔ اے اللہ ! میں علیؑ اور ذریت علیؑ کو شرِ شیطان سے تیری پناہ میں دیتا ہوں ۔

و صحیفہ سجادیہ میں امام سجادؑ کی ایک دُعا کا ایک فقرہ ہے ۔

خالدہ ہے۔

جہاں تک میں نے بیرون ایران دوسرے ممالک کو دیکھا ہے تو اُن میں میں نے بھی کثرت سادات دیکھی ہے۔ مثلاً ہندوستان میں نوگانواں سادات۔ اور امروہہ وغیرہ۔ لبنان میں نبی شیعت کی بستی۔ ار پاکستان میں بکثرت ایسی آبادیاں موجود ہیں جن میں صرف سادات ہی کی آبادی ہے۔ نور پور شاہاں۔ سید کسراں۔ رجوعہ سادات۔ کا ٹھگڑھ سید علیاں۔ مٹھو پور۔ وغیرہ۔ مترجم جاڑوی۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جس نسل کو بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومت نے ختم کرنے کی خاطر نو صدیاں صرف کی ہیں۔ جن میں حکومت کے تمام تر وسائل خرچ کر کے سادات کشی کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ لیکن آج سادات بکثرت موجود ہیں۔ کیا ہم اُسے آنحضورؐ کا معجزہ نہ سمجھیں!

اعاذنی و ذریتی من الشیطان الرجیم۔ اے اللہ! مجھے اور میری ذریت کو
شر شیطان سے محفوظ رکھ۔

ان دو معصوم اور حتماً مقبول دعاؤں کے پیش نظر بلا تردید کہا جا سکتا ہے کہ اولاد جناب زہراؑ شر شیطان سے محفوظ ہے۔ اور اس ذریت میں معصوم و غیر معصوم کی کوئی تفریق نہیں کیونکہ معصوم تو مسلماً شر شیطان سے محفوظ ہوتا ہی ہے۔ اس قسم کی دعا کا محتاج اور ضرورت مند معصوم نہیں غیر معصوم ہوتا ہے۔

ایک دن یہی بات میں نے چند آدمیوں کے اجتماع میں کی۔ تو ان میں سے ایک شخص نے مجھ پر ایک اعتراض کیا ممکن ہے وہی اعتراض آپ کے ذہن میں بھی آ جائے لہٰذا مناسب اگر میں اس جگہ وہ اعتراض مع جواب پیش کر دوں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریمؐ اور جناب سجادؑ یقیناً مستجاب الدعا ہیں۔ اور واللہ کبھی ان کے اُٹھے ہوئے ہاتھ خالی نہیں لوٹتا اور ہمیں اپنے اس مشاہدہ میں بھی کوئی شک نہیں کہ دونوں معصوم دعاؤں میں ذریت سے مراد بلا تفریق معصوم و غیر معصوم تمام اولاد زہراؑ داخل ہے۔ آپ صرف ہمیں اس دعا اور اعمال سادات میں کسی طرح تطبیق کر دیں۔

میں نے کہا۔ واقعاً آپ کی بات درست ہے۔ آپ نے سچ کہا ہے۔ جو کچھ آپ دیکھتے ہیں وہی کچھ میں بھی دیکھتا ہوں۔ لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں معصوم دعاؤں کا تعلق انجام اور خاتمہ سے ہے۔ یعنی عمومی حیثیت سے بھی ہم اگر دیکھیں تو ہمیں یہی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انسانی زندگی کا دارومدار خاتمہ سے اگر خاتمہ بالخیر ہے تو بیڑہ پار۔ اگر خاتمہ بالخیر نہیں تو بیڑہ غرق۔ اگر ایک شخص اپنی پوری زندگی گناہوں میں گزارتا ہے اور

دم آخر اپنے گناہوں سے توبہ کرلیتا ہے تو بلا امتیاز مسلک تمام مذاہب عالم اس حقیقت کے قائل ہیں کہ وہ شخص بخشا جائے گا اور اگر ایک شخص اپنی پوری زندگی نیکیوں میں گزارتا ہے اور دم آخر اپنی نیکیوں پر پشیمان ہوکر عقائد حقہ چھوڑ دیتا ہے تو تمام مذاہب عالم کا متفقہ فیصلہ یہی ہے کہ یہ شخص بدخاتمہ ہے اور اس کی آخرت خراب ہوگئی۔

اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد اب ہمیں ذریت زہراء کے متعلق سرور انبیاء اور جناب سجاد کی دُعا کو دیکھ کر یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ سادات خواہ کتنی گناہ آلود زندگی گزاریں اللہ یقیناً دم آخر انہیں توبہ پر موفق فرمائے گا اور وہ ثابت اور بالبصیرت ہوکر اس دنیا سے رخصت ہونگے۔

بنابریں صرف سادات ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر شخص کے متعلق ہمیں یہی اصول رکھنا ہوگا کہ کسی کے کسی عمل کو دیکھ کر ہمیں فوراً اس کے جہنمی ہونیکا سرٹیفکیٹ جاری نہیں کر دینا چاہیئے۔ اور نہ ہی کسی کے نیک اعمال کو دیکھ کر اس کے جنتی ہونیکا اعلان کر دینا چاہیئے۔ بلکہ اس کے خاتمہ بالخیر یا خاتمہ بالشر کا انتظار کرنا چاہیئے اولاد زہراءؑ اور دوسروں کے مابین یہی فرق ہوگا۔ کہ دعائے نبوی کے پیش نظر ہمیں اولاد بتولؑ کے خاتمہ کو یقیناً بالخیر ماننا پڑے گا جبکہ غیر سادات کا خاتمہ بالخیر یقینی نہیں ہوگا۔

میرے اس جواب سے میرا وہ معترض تو مطمئن ہوگیا تھا خدا معلوم آپ بھی مطمئن ہوئے ہیں یا نہیں۔

سادات کی طہارت باطنیہ

فضائل سادات میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ سادات از روئے باطن پاکیزہ ہیں۔ کیونکہ سادات کا خونی رشتہ چونکہ سرور انبیاءؐ، جناب سیدہ اور جناب علیؑ سے متصل ہے۔ اس لیے ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس اتصال رشتہ کے پیش نظر سادات طاہر الباطن ہیں۔

شیخ صدوق نے معانی الاخبار کشجرۃ طیبہ۔ کی تفسیر میں امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ۔

شجرۃ طیبہ نبی اکرمؐ۔ شاخیں علیؑ و فاطمہؑ۔ اور اس کا میوہ ذریت علیؑ و بتولؑ ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہوگا کہ تنا بھی پاک ہو۔ شاخیں بھی پاک ہوں اور میوہ ناپاک ہو۔ یہ تو ممکن ہے کہ میوہ چونکہ ٹہنی کے سرے پر ہوتا ہے گرد و غبار۔ دھوپ اور بارش اور بیرونی اثرات کی زد میں ہوتا ہے اس لیے اس پر امتداد زمانہ سے گرد و غبار کی تہیں جم جائیں لیکن یہ نہیں ہوگا کہ وہ گرد و غبار میوہ کے باطن پر بھی اثر انداز ہو جائے۔ ظاہر کی آلودگی سے باطن آلودہ نہیں ہوتا۔ اور ظاہر کو

کسی وقت بھی سوال وغیرہ سے معاف کیا جاسکتا ہے۔

• خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ

ایک مرتبہ محمد ابن زکریا رازی بلخ میں ایک سید زادے کی ملاقات کو گیا۔ سید زادے نے دوران گفتگو محمد رازی سے سوال کیا کہ۔ سادات کے سلسلہ میں اظہار خیال کرنیوالا جسکا خمیر اب وحی سے اُٹھایا گیا ہو۔ میں کون ہوتا ہوں اس شجرہ مبارکہ کے متعلق رائے دینے والا جس کی لعاب رسالت کے پانی نے آبیاری کی ہو۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ایسے درخت کے پھول سے عطر ہدایت کے علاوہ کوئی خوشبو نہیں مہک سکتی۔ اور ایسے درخت سے عنبر تقویٰ کے سوا کوئی پھل نہیں مل سکتا۔

اس سید زادہ نے محمد رازی کے منہ میں ایک بیش بہا موتی ڈالدیا۔

دوسرے یا تیسرے دن وہی سید زادہ محمد رازی کی بازدید کو گیا۔ اور فرمایا۔ اگر آپ ہماری ملاقات کو آئیں تو آپ کی نوازش ہے اور اگر ہم آپ کی ملاقات کو آئیں تو آپ کی علمی فضیلت کی بدولت آئیں گے۔

• فضائل السادات میں شیخ محی الدین اعرابی کی فتوحات سے آیۃ تطہیر کے ذیل میں ان کی لکھی گئی عبارت پیش کی ہے ہم اس کا ترجمہ نذر کرتے ہیں۔

محی الدین اعرابی آیۃ تطہیر کے ذیل میں رقمطراز ہے کہ۔ آیۃ تطہیر کے ذیل میں تاقیامت تمام اولاد زہرار شامل ہے۔ اولاد زہرار بخشی ہوئی اور پاک ہے۔ یہ وہ خصوصیت ہے جو خالق عالم نے اولاد زہرارؓ کو شرف نبوی سے اتصال کی بدولت عنایت فرمائی ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس آیت کی رو سے یہ عقیدہ رکھے کہ تاقیامت اولاد زہرار مغفور

ہے۔ کسی مسلمان کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اولاد بتولؑ کی لغزشوں پر ان کی مذمت کرے کیونکہ اللہ نے انہیں ایک عظمت دی ہے۔ یہ خیال ہے کہ سادات کو یہ عظمت نہ تو ان کے ذاتی عمل کی وجہ سے ملی ہے اور نہ ان کے حسن کردار کے پیش نظر ہے بلکہ صرف اور صرف نسبت پیغمبر اور رشتہ نبوی کی بدولت نوازش ہے و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

- محی الدین نے فتوحات کے۔ ۲۹ ویں۔ باب میں جناب سلمان کے سلسلہ میں لکھتے ہوئے لکھا ہے۔

چونکہ نبی اکرم نگاہ قدرت میں محبوب ترین خلائق تھے۔ اس لیے ذات احدیت نے ان کی عزت کے پیش نظر ان کی تمام اولاد کو ہر رجس سے مبرا رکھا ہے۔ کیونکہ بقول فرا رجس طبعی عملی۔ ذہنی۔ فکری۔ اور عقلی پستی کا نام ہے۔ لہٰذا آل محمدؐ کے سلسلہ میں کسی قسم کی بدظنی کو ذہن میں کبھی جگہ نہ دینا۔ یہ لوگ ذاتاً پاکیزہ ہیں۔ اور اس خصوصیت میں تاقیامت تمام اولاد زہراؑ شامل ہے۔

- اہلسنت کی بعض روایات جو انہوں نے آیۂ تطہیر کی تفسیر میں نقل کی ہیں سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اگرچہ نزول آیۃ کا مصداق صرف خمسہ ہی ہیں۔ لیکن آیت مخصوص صرف ان سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق تاقیامت اولاد جناب بتولؑ سے ہے۔ اور یہ شرف وعزت سادات کو صرف اس لیے ملی ہے کہ ان کا رشتہ براہ راست نبی اکرم سے ہے۔

میری ان باتوں اور مذکورہ بالا شواہد سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ میں آیۂ تطہیر کا

مصداق معصومین کو نہیں سمجھتا۔ کیونکہ آئمہ اہلبیت نے آیۃ تطہیر کی جو تفسیر بتائی ہے اس کے مطابق آیۃ تطہیر کا مصداق صرف اور صرف آئمہ معصومین ہی ہیں جو جسماً اور روحاً ہر دو اعتبار سے طیب وطاہر ہیں۔

یہ شواہد ہم نے اہلسنت علماء سے صرف اس لیے پیش کئے ہیں کہ ان کے نزدیک آیۃ تطہیر کا مصداق تاقیامت تمام ذریت فاطمہ ہے تو ہمیں اس بنا پر ان سے نزاع نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ان لوگوں نے تفسیر آیت میں صرف انہی احادیث نبویہ کو لیا ہے جن کا تعلق بالعموم تمام اولاد جناب سیدہ سے ہے۔

و شیعہ اور سنی مفسرین نے ۔ طہ۔ کی تفسیر میں جو روایات نقل کی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت امام صادق سے اسطرح بھی ہے کہ طہ۔ کے ط سے مراد تاقیامت ذریت رسول ہے۔ اور طہ۔ کے ہ سے مراد ذریت زہراء کی دم آخر ہدایت ہے۔

اولادِ زہراؑ کا گوشت درندوں پر حرام ہے

یہ بات نہ صرف روایات میں موجود ہے بلکہ شہرت عامہ کی حامل بھی ہے کہ۔ درندوں پر سادات کا گوشت حرام ہے۔ کشف الغمہ میں علی ابن عیسیٰ اربلی نے مناقب محمد ابن طلحہ سے روایت کی ہے کہ۔

جس دور میں امام رضاؑ خراسان میں تھے اس زمانہ میں۔ زینب۔ نامی ایک عورت نے سیدہ ہونے کا دعویٰ کیا اور تمام اہل خراسان کو اپنی سیادت اور عظمت کا قائل کر لیا۔ چونکہ اس کا دعویٰ غلط اور جھوٹا تھا۔ جب امام رضاؑ کو اس غلط نسب کا علم ہوا تو آپ نے اس عورت کو بلوا بھیجا۔ جب وہ آئی تو آپ نے اس سے۔ سادات میں سے تو کس سید کی اولاد ہے۔ عورت کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکی۔ آپ نے اسے غلط نسب گوئی پر سرزنش کی۔ اور لوگوں کو بتایا کہ یہ جھوٹی ہے سید زادی نہیں ہے اس بدقماش عورت نے امام رضاؑ سے کہا اگر میں سیدزادی نہیں تو آپ بھی سید نہیں ہیں امام رضا بحالت غضب اٹھے اور لوگوں سے فرمایا کہ اس عورت کو ماموں کے پالتو شیروں کے باغ میں لے آؤ۔ اور اسے ان شیروں کے سامنے ڈالو۔ اگر یہ واقعاً اولاد

علیؑ و زہراؑ ہے تو شیر اُسے کچھ بھی نہیں کہیں گے کیونکہ اولاد علیؑ و زہراؑ کا گوشت اللہ نے درندوں پہ حرام کیا ہے۔

عورت چونکہ گستاخی پہ اُتری ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ اگر اولاد زہراؑ ہونیکی یہی دلیل ہے تو پھر پہلے آپ ان کے پاس جائیں اگر انہوں نے آپ کو کچھ نہ کہا تو پھر میں بھی جاؤں گی۔

امام رضاؑ بسم اللہ پڑھکر ان شیروں کے درمیان میں چلے گئے۔ جب انہوں نے امام رضا کو دیکھا تو تمام شیر دوڑ کر آپ کے قریب آگئے۔ اور آپکے پاؤں چاٹنے لگے کافی دیر تک اس کے درمیان رہنے کے بعد آپ واپس آئے اور آپ نے اس عورت سے کہا۔ اب جا اور اپنے سیدزادی ہونیکا ثبوت دے۔

عورت کا رنگ اڑ گیا۔ چہرہ زرد ہو گیا۔ تھر تھر کانپنے لگی اور انکار کیا کہ میں نہیں جاتی امام رضاؑ نے لوگوں سے فرمایا کہ اُسے پکڑ کر اس باغ میں لے جاؤ تاکہ تمام لوگ دیکھ لیں جو غلط اولاد زہرا بننے کی کوشش کرے اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ مامون کے غلاموں نے اُسے پکڑا اور شیروں کے احاطہ میں ڈالدیا۔ ایک منٹ بھی نہ گزرا کہ شیروں نے اُسے آپس میں تقسیم کر کے ہضم کر لیا۔

شیخ طوسی نے۔ مناقب الطاہرین میں امام موسیٰ کاظمؑ کے متعلق ابوحمزہ طائی سے روایت کی ہے۔ کہ ایک سفر میں میں امام موسیٰ کاظمؑ کے ساتھ تھا۔ کہ راستہ میں ایک شیر مل گیا۔ اس نے اپنی دونوں اگلی ٹانگیں اٹھا کر گھوڑے کی گردن پہ رکھیں۔ ہم حیران رہ گئے کہ نہ گھوڑا بدکا اور نہ امام گھبرائے حالانکہ ہم اپنے مقام پہ ڈر رہے تھے کہ کہیں گھوڑے کو یا امامؑ کو نقصان نہ پہنچائے۔ لیکن گھوڑا اطمینان سے رُک گیا۔

امامؑ نے سر جھکایا کچھ دیر کے بعد شیر واپس چلا گیا۔ ہم نے امامؑ کی خدمت میں عرض کی۔ کیا بات تھی ہے آپ نے فرمایا۔ مادہ شیرنی کا عالم زچگی تھا۔ اور شیر مجھ سے دُعا کرنے کو کہنے آیا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی درخواست پر اس کے حق میں دُعا کر دی ہے۔

ظہور حضرت حجت سے قبل جو سید بھی قیام کرے گا شہید ہو گا

صحیفہ سجادیہ کے مقدمہ میں صحیفہ کا سلسلہ سند میں لکھا کہ

متوکل ابن ہارون سے مروی کہ زید ابن علیؑ ابن حسینؑ ابن علیؑ ابن ابو طالب کے فرزند جناب یحییٰ ابن زید سے شہادت جناب زید کے بعد ملاقات ہوئی۔ اس وقت یحییٰ عازم خراساں تھا۔ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب سلام کے بعد پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟

میں نے بتایا۔ کہ حج سے واپس آ رہا ہوں۔

یحییٰ نے مجھ سے مدینہ میں مقیم اپنے ایک ایک رشتہ دار کا حال تفصیل سے پوچھا۔ بالخصوص امام صادقؑ کے حالات پر بہت زیادہ توجہ دی میں نے بھی جو حالات معلوم تھے اسے بتائے اور یہ بھی بتایا کہ امام صادقؑ آپ کے والد کی شہادت سے بہت زیادہ متاثر اور دل گرفتہ ہیں۔ یحییٰ نے کہا۔ امام محمد باقرؑ چچا نے بھی انہیں

خروج سے منع فرمایا تھا بلکہ انہیں لتنے تک بتا دیا تھا اگر آپ نے مدینہ سے باہر قدم رکھا تو آپ کا سر باب الکوفہ پر آویزاں ہو گا۔

یحیٰ نے ایک مرتبہ پوچھا۔ کیا آپ بھائی امام جعفرؑ سے بھی ملے ہیں؟

میں نے کہا۔ ہاں وہ فرماتے تھے۔

یحیٰ نے پوچھا۔ کیا فرماتے تھے؟

میں نے کہا۔ جو کچھ انہوں نے آپ کے سلسلہ میں فرمایا ہے آپ کا اسے سننا ضروری نہیں ہے۔

یحیٰ نے کہا۔ کیا تو مجھے موت سے ڈرا رہا ہے۔ تو نے جو کچھ سنا ہے بتا تو سہی تاکہ مجھے بھی انجام کا پتہ چل جائے۔

میں نے کہا۔ اگر آپ اصرار ہی کرتے ہیں تو آپ کے متعلق وہ فرماتے تھے کہ آپ میں بھی وہی جذبات ہیں جو آپ باپ میں تھے آپ کا انجام بھی شہادت ہو گا اور بعد از شہادت آپ کو سولی پر بھی چڑھایا جائے گا۔

میں نے دیکھا یہ سن کر جناب یحیٰ کا رنگ زرد ہو گیا اور کہنے لگا۔

یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب۔ لوح محفوظ اللہ کے پاس ہے جو چاہے برقرار رکھے اور جو چاہے مٹا دے۔

اے متوکل آپ کو علم ہونا چاہیے کہ ذات احدیت نے ہمیں تلوار سے نوازا ہے اور بھائی امام جعفر کو علم سے نوازا ہے۔

میں نے کہا۔ اگر محسوس نہ کریں تو میں عرض کروں کہ لوگ آپکے چچا زاد امام صادقؑ کی جانب آپ کی نسبت زیادہ مائل ہیں۔

یحیٰ نے کہا۔ اسمیں کونسے تعجب کی بات ہے۔ وہ بھی لوگوں کو تبلیغ دین کرتے ہیں

اور ہم بھی تبلیغ دین کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ تبلیغ دین کے ساتھ درسِ زندگی دیتے ہیں۔ اور ہماری تبلیغِ دین میں موت کا سبق ہوتا ہے۔ ظاہر ہے درسِ زندگی دینے والے کے گرد جتنے لوگ جمع ہو سکتے ہیں۔ موت کا سبق پڑھانے والے کے گرد اتنے افراد کب جمع ہونگے۔

میں نے پوچھا۔ کیا آپ زیادہ عالم ہیں یا امام صادقؑ ؟

یحیٰؑ نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ جہاں تک علم کا تعلق ہے تو ہمیں بھی علم ہے لیکن ہمارے اور ان کے علم میں فرق یہ ہے کہ جو کچھ ہمیں معلوم ہے وہ انہیں بھی معلوم ہے۔ لیکن جو کچھ انہیں معلوم ہے وہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔

یحیٰؑ نے پوچھا۔ کیا آپ نے بھائی امام صادقؑ سے کچھ نقل کیا ہے ؟

میں نے کہا۔ ہاں کچھ تو لکھ کے لایا ہوں۔

یحیٰؑ نے کہا۔ اگر مناسب سمجھے تو مجھے بھی دکھائیے۔

میں نے جو کچھ امام صادقؑ سے لکھا تھا وہ سب جناب یحیٰؑ کے سامنے رکھ دیا۔ بالخصوص ایک دُعا کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ امام صادقؑ فرماتے تھے کہ یہ دُعا بالخصوص مجھے میرے والد نے اپنے والد امام سجادؑ سے نقل کی تھی۔ جناب یحیٰؑ نے اس دُعا کو اول سے لیکر آخر تک پڑھا۔ پھر پوچھا۔ کیا آپ مجھے اجازت دے سکتے ہیں کہ میں بھی یہ دُعا لکھ لوں۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ مجھے شرمندہ کیوں کرتے ہیں یہ آپ اہلبیت ہی کا تو مال ہے۔ اپنے مال کے لیے بھی کسی اجازت کی ضرورت ہے ؟

جناب یحیٰؑ نے فرمایا۔ یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ میری شدید خواہش کے باوجود امام صادقؑ نے مجھے یہ دُعا عنایت نہیں فرمائی تھی ممکن ہے اس وقت

مصلحت کا تقاضا یہی ہو۔ میں اس دُعا کو حفظ کر کے اپنا وردِ بنانا چاہتا ہوں۔

یہ بات سنکر میں دل میں ذرا سا نادم تو ہوا کہ میں نے غلط کیا ہے لیکن پھر یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ امام صادقؑ نے وُہ دُعا مجھے دیتے وقت یہ نہیں فرمایا تھا کسی اور کو نہ دُوں۔

چنانچہ یحییٰ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ۔ یہ دُعا خوشخط کر کے لکھوں میں اُسے حفظ کر لوں گا۔ اور میرا وہ صندوقچہ مجھے لاکر دے۔ غلام ایک صندوقچہ اٹھا کر لایا جو مقفل تھا اور اس پر مہر بھی لگی ہوئی تھی۔ جناب یحییٰ نے اس مہر کو دیکھا اور ان کی آنکھوں سے بیساختہ آنسو ٹپک پڑے پھر اسے ہاتھوں میں بلند کر کے مہر کو بوسہ دیا۔ قفل کھولا۔ اس سے ایک تحریر نکالی۔ اسے آنکھوں پر لگایا۔ پھر بوسہ دیا اور کہا۔

> متوکل مجھے اللہ کی قسم ہے کہ اگر تو نے مجھے میرے برادر بزرگ امام صادقؑ کی زبانی میری شہادت کی اطلاع نہ دی ہوتی تو یہ صحیفہ کبھی نہ تجھے دیتا۔ اپنی جان سے بھی مجھے یہ زیادہ عزیز ہے۔ لیکن اس اطلاع کے بعد اب مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں یہ دُعا بنی امیہ کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ یہ دُعا مجھ سے لے لیں۔ اس کا تحفظ کریں۔ میری شہادت کا انتظار کریں۔ میری شہادت کے بعد مدینہ جائیں۔ وہاں میرے دو چچا زاد بھائی محمد ابراہیم ہیں میں ان کے جذبات سے واقف ہوں میری خبر شہادت سُننے کے وُہ آرام سے نہیں بیٹھیں گے اور تلوار بدست ہو کر میدان جہاد میں آجائیں گے۔ یہ دُعا ان کے حوالے کر دیں۔

چنانچہ میں نے وہ امانت لیکر اپنے پاس رکھ لی جب یحییٰ شہید ہو گئے تو میں مدینہ

گیا۔ امام صادق کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور انہیں جناب یحییٰ سے ملاقات کا واقعہ تفصیل سے سنایا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ انتہائی دلچسپی سے میری ایک ایک بات غور سے سنتے رہے اور روتے رہے جب میں نے یہ بتایا کہ جناب یحییٰ نے یہ صحیفہ مجھے خود بطور امانت دیا ہے تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔

متوکل جس خطرے کا اظہار خود یحییٰ نے کیا ہے۔ مجھے بھی یہی خطرہ تھا اور اسی لیے میں نے وہ دُعا جناب یحییٰ کو نہ دی تھی علاوہ ازیں کوئی بات نہ تھی۔ پھر فرمایا۔ وہ صحیفہ کہاں ہے ؟ میں نے وہ صحیفہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اُسے دیکھا اور فرمایا۔ واقعتاً یہ خط میرے چچا زید ابن علی کا ہے پھر اپنے بیٹے اسمٰعیل سے فرمایا۔ جو دُعا میں نے تجھے لکھ کر دی تھی اور تجھے یاد کرنے کو کہا تھا۔ وہ لے کے آ۔ جناب اسماعیل اُٹھے اور ایک دُعا لے کے آئے۔ امام صادقؑ نے اس صحیفہ کو آنکھوں سے لگایا اور فرمایا کہ۔ یہ میرے والد جد امجد امام باقرؑ کا خط ہے اور جناب سجاد کی املا ہے۔ جو میری موجودگی میں میرے دادا نے میرے والد سے لکھوایا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! اگر اجازت ہو تو میں بھی اس کی زیارت کر لوں اور اپنے پاس لکھی ہوئی دُعا سے اس کا مقابلہ کر دوں۔ آپ نے وہ صحیفہ میرے حوالے کیا۔ میں نے بھی اس صحیفہ کا بوسہ لیا۔ آنکھوں سے لگایا پھر اپنے پاس موجود صحیفہ سے مقابلہ کیا۔ مجھے ایک حرف کا بھی اختلاف نظر نہیں آیا۔

پھر میں نے پوچھا۔ قبلہ! کیا اجازت ہے کہ میں یہ صحیفہ جناب یحییٰ کی وصیت کے مطابق ان کے چچا زادوں کے سپرد کر دوں ؟

انہوں نے فرمایا۔ ہاں ضرور! اللہ کا حکم ہے کہ امانت ان کے اہل تک پہنچاؤ۔

میں اُٹھنے لگا۔ تو امام صادق نے فرمایا۔ یہیں بیٹھو۔ پھر آپ نے ایک غلام کو بھیجا تاکہ محمد اور ابراہیم کو بلا کے لے آ۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں آ گئے۔ امام صادقؑ نے ان کا استقبال کیا اور فرمایا۔

یہ تمہارے چچا زاد جناب یحیٰی کی میراث ہے جو اس نے اپنے والد سے حاصل کی تھی۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کرلو کہ اس نے اپنے بھائیوں کے سپرد نہیں کی۔ تمہیں اس کا اہل سمجھ کر تمہارے حوالہ کر نیکی وصیت کی تھی۔ اور جس بات کا مجھے خطرہ ہے وہی خطرہ اُسے بھی تھا۔ میں ایک شرط پر اُسے تمہارے حوالہ کرتا ہوں۔

دونوں نے عرض کیا۔ آپ فرمائیں ہم انشاءاللہ آپ کی ہر شرط پر پورا اُترنے کی کوشش کرینگے۔ آپ نے فرمایا۔ جو خطرہ مجھے یحیٰی کے لیے تھا وہی خطرہ تمہارے لیے بھی ہے۔ اور مجھے تمہاری سلامتی بھی نظر نہیں آرہی۔ تم بھی یحیٰی کیطرح خروج کرو گے اور شہید کر دیئے جاؤ گے۔ اس صحیفہ کا اتنا خیال رکھنا کہ۔ بنی امیہ کے ہاتھ نہ لگے وہ دونوں صحیفہ لیکر واپس چلے گئے۔

پھر امام صادقؑ نے میری جناب یحیٰی سے گفتگو کی وہ باتیں دھرائیں جو میں نے انہیں نہیں بتائی تھیں۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کیا یحیٰی نے تجھے یہ بھی کہا تھا۔

ہمارے چچا زاد امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ لوگوں کو زندگی کی دعوت دیتے ہیں اور ہم موت کا درس دیتے ہیں؟

میں نے عرض کیا۔ بالکل اسی طرح کہا تھا۔ اسی وقت امام جعفرؑ نے بنی امیہ کی حکومت پر بڑے کھُلے دل سے تبصرہ کیا۔ کچھ پیشگوئیاں

فرمائیں آخر میں فرمایا۔

ظہور حضرت حجت سے قبل سادات بنی فاطمہ سے جو بھی خروج کرے گا وہ شہید کر دیا جائیگا۔ اور شیعیان آل محمد مبتلائے مصائب ہونگے۔

یہ خیال رہے کہ امام صادقؑ کے مذکورہ ارشاد سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ سادات کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی باعثِ شہادت یا شیعیان آل محمدؐ کے مصائب میں باعث اضافہ ہوگا۔ بلکہ اس خروج سے مراد حصول حکومت ہے۔ اور اس کے کچھ مشاہدات اس وقت بھی ہمارے سامنے ہیں کہ امام صادقؑ نے جو کچھ فرمایا ہے صد در صد درست ہے۔

• قطب راوندی نے الخرائج والجرائح میں امام صادقؑ کا جناب زید سے یہ خطاب نقل کیا ہے کہ جب زید نے امام صادقؑ کے سامنے اپنے ارادہ کا اظہار کیا تو امام صادقؑ نے فرمایا۔

اما علمت یا زید انہ لا یخرج احد من ولد فاطمۃؑ علی احد من السلاطین قبل خروج السفیانی الا قتل۔ ہے	اے زید! کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ سفیانی کے خروج سے قبل اولاد زہراؑ میں سے جو کچھ خروج کرے گا اس کا انجام شہادت ہوگا۔

• روضۃ الکافی میں امام سجادؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

واللہ لا یخرج واحد منا قبل خروج القائم الا کان مثلہ مثل فرخ طار من وکرہ قبل ان	بخدا! ظہور قائمؑ سے پہلے ہم میں سے جو بھی خروج کرے گا اس کی مثال اس پرندے کے بچے کی سی ہوگی جو اپنے پَر وں

یستوی جناحاہ فاخذہ الصبیان کی مضبوطی سے پہلے گھونسلے سے

فعبثوا بہ ۔ اڑ جائے بچے اسے پکڑ لیں اور پھر اس

سے کھیلتے رہیں ۔

یہ روایات جو ایک دوسرے کی مفسر ہیں ان سے جو کچھ استفاد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ

ا۔ کسی حکمران کے خلاف خروج حضرت حجت کے خروج جیسا ہونا چاہیئے ۔

۲۔ خروج کسی جابر حکمران کے خلاف ہونا چاہیئے

۳۔ خروج کنندہ اگر اولاد زہرا سے ہے تو وہ یقیناً قتل ہوگا ۔

بہر صورت روایات سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ۔ اگر

کوئی سید زادہ اپنے قیام سے یہ چاہتا ہو کہ جسطرح حضرت حجت ظلم و جور سے

پر کرۂ ارض کو گہوارہ عدل بنائیں گے میں بھی اسیطرح کر دوں ۔

جس طرح حضرت حجت پورہ کرۂ ارض پر اسلام اور احکام اسلام نافذ کر دینگے اسی

طرح میں بھی اسلام کا بول بالا کر دوں ۔

جس طرح حضرت حجت دشمنان خدا کو نابود کر دینگے اسیطرح میں بھی کسی دشمن خدا

کو نہ چھوڑوں ۔

جسطرح حضرت حجت تلوار بدست آمادۂ پیکار ہونگے میں اسی طرح تیغ بدست

ہو کر ہر مخالف اسلام سے ٹکرا جاؤں ۔ تو اس کا انجام وہی ہوگا جو امام سجادؑ اور

امام صادقؑ نے بتایا ہے ۔ اور تاریخ نے ہمیں جو کچھ بتایا ہے وہ بھی اس کی تائید و

تصدیق کرتا ہے کیونکہ حضرت حجت کے سوا اور کسی میں یہ طاقت نہیں ہے ۔ ہم نے

اس کی تفصیل اور تمام تر شرائط اپنی کتاب ۔ پاسخ ما ۔ اور ۔ مصلح غیبی میں ذکر

کر دی ہیں ۔ یہاں ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے شائقین وہاں ملاحظہ فرمالیں گے ۔

حتیٰ کہ خود ائمہ نے بھی اس سے گریز کیا ہے۔ وسائل الشیعہ میں معلی ابن خنیس سے منقول ہے کہ

میں عبدالسلام ابن نعیم۔ سدیر اور شیعیان آل محمد کی طرف سے ایک خط لیکر امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وہ وقت تھا جب اموی حکومت اپنا بوریا بستر باندھ رہی تھی اور عباسی حکومت نے قدم نہیں جمائے تھے۔

ان خطوط کا خلاصہ یہ تھا ہم شیعیان آل محمد کی خواہش ہے کہ زمام حکومت آل محمدؐ کے ہاتھ میں آجائے اس سلسلہ میں ہم کوشش بھی کر سکتے ہیں۔ اور حالات بھی سازگار نظر آرہے ہیں لیکن ہم نے آپ سے منظوری لینا بہتر سمجھا ہے آپ جب منظور فرمالیں گے تو پھر ہم اپنے نصب العین کے کام شروع کر دیں گے۔

امام صادقؑ نے فرمایا: نہیں ہرگز نہیں! یہ کام میرے حصہ کا نہیں ہے اس کام کا مالک وہ شخص ہوگا جو حکومت کرنے سے پہلے سفیانی کو قتل کرے گا۔ اور تا حال وہ وقت نہیں آیا۔

و وسائل الشیعہ ہی میں عمر ابن خنظلہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام صادقؑ نے فرمایا۔

قیام قائم سے قبل پانچ علامات کی تکمیل ضروری ہے۔

۱۔ سفیانی کا خروج

۲۔ زمین کا خسف

۳۔ نفس ذکیہ کی شہادت

۵ - یمانی کا خروج

میں نے عرض کیا قبلہ! اگر ان علامات کی تکمیل سے قبل آپ اہلبیت میں سے کسی نے خروج کیا تو میرا تو خیال ہے کہ میں اس کا ساتھ ضرور دوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ ہرگز ایسا نہ کرنا۔

ان تمام روایات کا مستفاد یہ ہے کہ سادات میں جو بھی بغرض نجات مخلوق خدا از ظلم سلاطین خروج کرے گا اس کا انجام ناکامی اور شہادت ہوگا۔

شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ۔ چونکہ قیام عدل و انصاف معصوم کے بغیر ناممکن ہے۔ اور غیر معصوم جو بھی اس میدان میں آئے گا اس سے مظالم کا امکان ہے اس لیے ذات احدیت تحفظ انجام سادات کی خاطر یہ انتظام کر دیا ہے کہ جو سید زادہ بھی حق کی خاطر قیام کرے گا اسے کامیابی سے پہلے شہادت پر سرفراز کرے گا۔

اور یہی وجہ کہ ائمہ معصومین نے کسی بھی سید زادے کے قیام پر اگرچہ انہیں منع فرمایا ہے لیکن بعد از شہادت ان کی مذمت نہیں کی۔ بلکہ ان کی مذمت کرنیوالوں کی حوصلہ شکنی کی ہے۔

خمس سادات کی بہت بڑی فضیلت ہے

ایک مرتبہ ترکی جانے کا اتفاق ہوا۔ ترکی کے تبلس نامی شہر میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے محسوس کیا کہ دو افراد انتہائی تعجب اور دلچسپی سے میری عبا، قبا، اور عمامہ کو دیکھ رہے ہیں۔ میں بھی ان کی نظروں کو تاڑ تو گیا لیکن اپنی طرف سے بات میں کوئی پیشرفت نہ کی۔ اتنے میں انہی میں سے ایک نے از خود مجھے پیش کر دی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اہل علم ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ موسم کافی سرد ہے اگر کچھ دیر کے لیے آپ ہمارے کمرہ میں آجاتے تو دو چار علمی باتیں ہو جاتیں۔ موسم کی سردی کو ہماری گفتگو کی گرمی ذرا کم کر دے گی۔ میں اگرچہ تھکا ہوا بہت تھا لیکن ان کی اس پیشکش کو مسترد نہ کر سکا۔

ان کے پاس جانے پر معلوم ہوا کہ وہ دونوں اسی شہر کے امام جمعہ والجماعت تھے۔ یوں تو ہماری گفتگو بہت طویل ہوئی اور کافی موضوعات زیر بحث آئے۔ ہر موضوع کو میں اس سے متعلقہ کتاب میں درج کر چکا ہوں۔ چونکہ ان موضوعات

ہیں سے ایک موضوع خمس بھی تھا زیرِ نظر کتاب مناسبت سے مسئلہ خمس کو منا۔
ہوگا اگر اب خدمت قارئین میں پیش کر دوں۔ آغاز بحث اس طرح ہوا۔

عالم اہلسنت ـــــ شیعو نکے ہاں خمس کیوں واجب ہے جبکہ ہم اہلسنت اسے واجب نہیں سمجھتے۔

میں ابھی تک کوئی جواب نہ دے پایا تھا کہ دوسرے عالم اہلسنت نے جلدی سے کہا۔ یہ بھی شیعوں کی بدعات میں سے ایک بدعت ہے جو انہوں نے ایجاد بندہ کے بطور کی ہے اور خمس کو اُمت مسلمہ کے لیے واجب کر دیا ہے۔ میں نے عرض کیا ـــ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ آپ کو یا تو اشتباہ ہوا ہے۔ یا آپ کو اشتباہ ڈالا گیا ہے۔ ایسی بات نہیں ہے۔ شاید بدعت کی تعریف میں علمائے شیعہ و اہلسنت متفق ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ ـــ اسلام میں اسلام کے نام پر کوئی ایسا حکم داخل کیا جائے تو پہلے داخل اسلام نہ ہو۔

اہلسنت عالم نے کہا۔ ہاں درست ہے ہمارے اہلسنت علماء بھی بدعت کی یہی تعریف کرتے ہیں۔

میں نے کہا ـــ آپ جس خمس کو بدعت کہہ رہے ہیں اتفاقاً قرآن کے دسویں پارہ کی ابتداء اسی خمس ہی کے حکم سے ہو رہی ہے۔

اہلسنت عالم نے کہا۔ قرآن میں کہاں حکم خمس ہے۔ ہم بھی تو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔

میں نے کہا۔ اعلمو انما غنمتم من شیئ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل۔

جو مال بھی تمہیں بچ جائے اس سے اللہ۔ رسول۔ اقربائے رسولؐ۔ یتامائے آلِ رسول۔ مساکین آلِ رسولؐ۔ اور مسافرین آلِ رسول کا خمس ادا کرو۔

اہلسنت عالم نے مسکرا کر کہا۔ ارے بابا۔ یہ آپ کیا لے بیٹھے میں تو سمجھا تھا کہ آپ ہمیں کوئی نئی آیت سنائیں گے اس آیت کو بھلا کون نہیں جانتا۔ اس آیت کا تعلق تو صرف جنگ میں حاصل ہونیوالی غنیمت سے ہے۔ اور دوسرے اس کا تعلق صرف آنحضورؐ کے زمانہ سے تھا۔ اب اس آیت کا حکم کہاں ہے ؟

میں نے کہا۔ ممکن ہے آپ درست فرماتے ہوں۔ لیکن اگر آپ اپنی بات پر غور فرمائیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ آپ نے ایک ہی سانس میں دو دعوے فرمائے ہیں اور اتفاقاً دونوں ایسے دعوے ہیں جن کی آپنے کوئی دلیل نہیں دی۔ آخر آپ کا بے دلیل دعویٰ آپکے مقتدی تو مان سکتے ہیں۔ لیکن ایسا شخص جو آپ کا مقتدی نہیں ہے وہ کیسے آپ کا بلا دلیل دعویٰ تسلیم کرے گا

اہلسنت عالم نے کہا۔ دو کیسے ہو گئے ہیں میں نے تو ایک بات کی ہے ؟

میں نے کہا ۔ آپ نے ایک دعویٰ یہ کیا ہے کہ خمس کا تعلق صرف اس حاصل شدہ مال سے ہے جو جنگ سے لوٹا جائے۔

آپنے دوسرا دعویٰ یہ کیا ہے کہ۔ آیت میں مذکورہ خمس کا تعلق صرف زمانہ رسالت سے تھا اب نہیں ہے ۔

مناسب ہو گا اگر آپ اپنے ہر دعویٰ کی ایک ایک دلیل بھی پیش کر دیں تاکہ مجھے بھی سمجھ آ جائے کہ آپ کی دونوں باتیں درست ہیں۔

اہلسنت عالم نے کہا۔ بھئی کمال ہے۔ اس میں دلیل دینے کی کونسی ضرورت ہے سیدھی سی بات ہے کہ۔ غنیمت کا لفظ بولا ہی اسی مال پر جاتا ہے جو جنگ کے بعد کفار سے لوٹا جائے۔ اور جنگ حکم رسول سے لڑی جاتی ہے ۔

میں نے کہا ۔ ایسی بات نہیں ہے۔ نہ تو آیت میں۔ غنمتم سے مراد صرف

جنگ میں حاصل شدہ مال ہے۔ اور نہ ہی آیت کا تعلق فقط زمانہ رسولؐ سے ہے۔ اگرچہ لفظ غنیمت عربی زبان کا لفظ ہے لیکن عربی میں اس کا معنی صرف جنگ میں لوٹا ہوا مال نہیں ہوتا۔ بلکہ غنیمت کے مصداقات میں سے ایک مصداق ہے۔ غنیمت کا عربی زبان میں معنی ہر وہ مال ہوتا ہے جو آپ کو بطور نفع حاصل ہو۔ خواہ یہ نفع زراعت سے حاصل ہو۔ تجارت سے حاصل ہو۔ سمندر میں غواصی سے حاصل ہو۔ یا جنگ میں فتح سے حاصل ہو۔

اگر آیت میں صرف جنگ سے حاصل کردہ مال مصداق حکم ہوتا تو بطور قرینہ کے لفظ حرب وغیرہ جیسے کسی لفظ کا اضافہ ہوتا تاکہ پڑھنے والوں کو پتہ چل جائے کہ آیت میں خمس کا تعلق صرف مال سے ہے جو جنگ میں حاصل ہو۔ جب اس قسم کا کوئی اضافہ ساتھ نہیں ہے تو از روئے اصول ہمیں یہ ماننا ہوگا کہ لفظ اپنے معنائے عمومی پہ محمول ہو۔ اور اس کا معنائے عمومی یہی ہے کہ۔ تمہیں جو کچھ بھی بچ رہے اس سے خمس ادا کرو۔

اگر ذات احدیت نے اختصار کے پیش نظر یہ نہیں فرمایا تھا تو پھر اولاً تو آنحضورؐ کو اس بات کی وضاحت کر دینا چاہیئے تھی کہ اس آیت میں غنیمت سے مراد صرف وہی مال ہے جو جنگ سے حاصل ہو۔ اگر کسی وجہ سے آنحضورؐ نے از خود وضاحت نہیں کی تھی تو پھر صحابہ کو پوچھنا چاہیئے تھا۔ جب اللہ نے جنگ وغیرہ جیسے لفظ کا اضافہ کیا ہے۔ نہ آنحضورؐ نے اپنی طرف سے وضاحت کی ہے اور نہ صحابہ نے اس قسم کی کوئی حدیث یا فتویٰ موجود ہے تو پھر میں یا آپ اپنی طرف سے اپنی مرضی کے مطابق ایک الٰہی حکم کو کیسے مقید اور محدود کر سکتے ہیں؟ جبکہ آپ کو بھی معلوم ہے اور مجھے بھی علم ہے کہ ہمیں اس قسم کا کوئی اختیار نہیں دیا گیا۔

اب آپ ذرا اپنے دوسرے دعویٰ کا جائزہ لیں کہ اس آیت کا تعلق صرف زمانہ رسالت

سے ثابت نہیں ہے۔ اگر اس سلسلہ میں آپ کے پاس آنحضورؐ یا کسی صحابی سے کوئی حدیث یا ارشاد موجود ہے تو مجھے بتائیں میں اپنے علمی اضافہ پہ نہ صرف خوشی محسوس کروں گا بلکہ اُسے آپ کی نوازش سمجھ کر آپ کا شکریہ بھی ادا کروں گا۔

اہلسنت عالم نے کہا۔ واقعاً بات تو آپ کی دل کو لگتی ہے کہ۔ نہ تو ہمارے پاس کوئی ایسی حدیث یا قول صحابہ ہے جس سے ہم غنیمت کا معنی صرف وہی مال کریں جو جنگ سے حاصل ہو۔ اور نہ ہی ہمارے پاس حکم آیت کو منسوخ کرنیوالی کوئی حدیث ہے اور نہ ہی قول صحابہ ہے۔ آپ کی بات سُنکر تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ۔ ہمیں اپنی طرف سے احکام اسلام میں نہ کمی کا حق ہے اور بیشی کا۔ تو گویا یہ بدعت نہیں ہے؟

میں نے کہا۔ اگر آپ بدعت ثابت کر سکیں تو میں بخوشی قبول کر لُوں گا۔ لیکن جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ بدعت وہ ہوتی ہے جو از سرِ نو اسلام میں داخل کی جائے۔ جبکہ یہ تو مُسلم ہے کہ خمس کو شیعوں نے داخل اسلام نہیں کیا بلکہ یہ وہ حکم ہے جو زمانہ رسالت میں تھا۔ شیعوں نے اُسے برقرار رکھا ہے۔ اور اہلسنت نے اُسے منسوخ کر دیا ہے۔ اب شیعوں کے ذمہ اثبات خمس نہیں ہوگا۔ بلکہ اہلِ سنت کے ذمہ ہے کہ وہ خمس کا منسوخ ہونا قرآن یا حدیث سے ثابت کریں۔ اگر قرآن یا حدیث سے منسوخ ہونا ثابت نہ ہو سکے تو پھر یہ حکم ویسے ہی ماننا ہوگا جیسے زمانہ پیغمبر میں تھا۔

اہلسنت عالم نے کہا۔ یہ تو درست ہے کہ۔ خمس کا ایک وقت تھا۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس وقت اہلسنت میں خمس نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آخر اہلسنت نے اُسے کیوں ختم کیا ہے۔

میں نے کہا۔ یہ موضوع بہت نازک ہے میں اس پہ کوئی گفتگو نہیں کروں گا۔

اہلسنت نے کہا۔ آپ کسی بات کی کوئی فکر نہ کریں آپ کھل کر بات کریں۔

میں نے کہا — میں آپ کی اس اجازت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا اور نہ اس موضوع پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ ویسے ہمیں معلوم ہے کہ خمس کو کب اسلام بدر کیا گیا ہے؟ کس نے کیا ہے؟ کیسے کیا ہے؟ اور کیوں کیا ہے؟ آپ اطراف زیادہ کریں یا کم اس موضوع پر کبھی کوئی بات نہیں کروں گا۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ نے کسی تنگ نظری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اور اتنا ہی تسلیم کر لیا ہے۔ کہ قرآن و حدیث سے نہ تو غنیمت کا معنی صرف جنگ سے حاصل کردہ مال ہے اور نہ ہی اس آیت کا تعلق صرف زمانہ پیغمبر سے تھا۔

اہلسنت عالم نے کہا — چلو جس موضوع پر آپ گفتگو نہیں کرنا چاہتے ہم آپ کو مجبور نہیں کرتے۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا شیعہ کتب میں اس سلسلہ میں کوئی توضیح موجود ہے؟

میں نے کہا — شیعہ کی کتب اربعہ اور دیگر کتب حدیث میں وافر مقدار میں ایسے ارشادات معصومین موجود ہیں۔ جن میں صراحت سے بتایا گیا ہے کہ آیت میں غنیمت سے مراد ہر جائز ذریعہ سے حاصل کردہ مال کی بچت اور آیت کا تعلق زمانہ رسالت سے نہیں بلکہ تا قیامت ہے۔ اس مقام پر میں نے کتب اربعہ سے متعدد ارشادات معصومین سنائے۔ جن کا نقل کرنا باعث تطویل ہو جائیگا۔

اہلسنت عالم نے کہا۔ ہم جب جامعہ ازہر میں پڑھتے تھے تو ہمارے اساتذہ ہمیں شیعہ تفاسیر اور روایات دکھاتے تو تھے۔ لیکن ان کا ایک جواب تو یہ دیتے تھے کہ۔ شیعہ روایات نبی اکرمؐ سے مروی نہیں ہے۔

اور دوسرا یہ کہتے تھے کہ اگر ان روایات کو آنحضورؐ سے منقول مان بھی لیں تو بھی ہم ان روایات کو مفسر قرآن نہیں مان سکتے۔

میں نے پوچھا — کیا آپ شیعہ آئمہ کے متعلق کسی قسم کے عیوب بیان کر سکتے ہیں۔

اہلسنت عالم نے کہا — نہیں تو۔ جہاں تک علم رجال کی کتب کا تعلق ہے تو ہر اہلسنت عالم نے شیعہ آئمہ کو قابل اعتماد۔ موثق۔ امین اور صادق سمجھتے ہیں۔

میں نے کہا۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر آپکا فرض ہے کہ آپ شیعہ آئمہ سے منقول روایات کو حدیث رسول سمجھیں۔

اہلسنت عالم نے کہا۔ بھلا یہ کیوں ضروری ہے اگر شیعہ آئمہ با اعتماد اور سچے ہوں تو ان کی بات کو قول رسول سمجھا جائے۔

میں نے کہا — کیونکہ شیعہ ائمہ نے صراحت سے کہا ہے کہ جو کچھ بھی روایت کرتے ہیں وہ آنحضورؐ سے روایت کرتے ہیں۔ اب دو باتیں ہیں یا تو انہیں غلط گو ثابت کیا جائے اور یا ان کی بات کو حدیث سمجھا جائے۔

اہلسنت عالم نے کہا — اگر ایسا ہو بھی تو ہمیں اساتذہ نے جو کچھ بتایا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ آنحضورؐ کی ہر بات درست ہو۔

میں نے کہا۔ اگر یہ بات ہے تو پھر اس کا مقصد تو یہ ہوگا کہ آپ کے اساتذہ، قرآن کے منکر تھے۔ کیونکہ ارشاد قدرت ہے کہ۔ میرا رسول اپنی طرف سے وحی کے بغیر کوئی بات نہیں کرتا۔

اہلسنت عالم نے کہا — اس سے تو خود قرآن مقصود خالق ہے۔

میں نے کہا۔ اتفاقاً آپ عالم ہیں اور مجھے یہ سنکر تعجب ہو رہا ہے۔ کہ آپ نے یہ بات کیسے کر دی۔

اہلسنت عالم نے کہا — کیوں میں نے کونسی غلط بات کہی ہے۔

میں نے کہا۔ بقول آپکے۔ اگر اس آیت سے مراد قرآن ہے تو پھر گویا حجیت قرآن اس آیت کی حجیت پر موقوف ہوگی اور اس آیت کی حجیت۔ حجیت قرآن پر

موقوف ہوگی۔ کیا اسی کو اصطلاحاً دور نہیں کیا جاتا۔ اور کیا یہ درست ہوگا۔

اہلسنت عالم نے کہا۔ واقعاً آپ نے ایک بڑے نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے میں نے تو کبھی اس پہلو پر سوچا بھی نہ تھا۔

میں نے کہا۔ اگر ہم آنحضورؐ کی زندگی میں کی جانیوالی ہر بات کو وحی نہ بھی سمجھیں تو کم از کم ہمیں ان تمام احادیث نبویہ کو جنکا تعلق احکام و معارف سے ہے انہیں تو ہر حال میں حکم خدا ہی سمجھنا ہوگا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ آنحضورؐ کا ہر ارشاد درست نہ ہونا ممکن ہے۔ قطعی غلط ہوگا۔ بلکہ آپ کا ہر حکم حکم خدا ہوگا اور مسلمان ہونیکی حیثیت ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا۔

اہلسنت عالم نے کہا۔ اب آپ ذرا تفصیل سے دلائل خمس کے سلسلہ میں اپنے آئمہ سے منقول روایات پیش کریں۔ میں نے آیۃ اللہ بروجردی کے درس سے سُنی ہوئی تمام روایات کا خلاصہ اُسے سنا دیا۔

اہلسنت عالم نے کہا۔ آخر اسکی کیا وجہ ہے کہ آنحضورؐ جو خود طبقاتی اختلافات کو مٹانے آئے تھے۔ انہوں نے خود ہی اپنی اولاد کو دوسروں سے اتنا ممتاز کر دیا۔

میں نے کہا۔ یہ آنحضورؐ نے کب کیا ہے۔ آیۂ خمس میں جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ اللہ ہی نے بیان کیا ہے۔ اور اگر اللہ ایسا کرتا ہے تو ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ آل محمد سے قبل بھی تو اللہ نے آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کے مصطفیٰ کرنے کا اعلان فرمایا ہے۔ اگر آپ روح قرآن کا جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ طبقاتی اختلاف ایک فطرت ہے اللہ نے اُسے ختم نہیں کیا بلکہ اسکی اصلاح کی ہے۔ اور طبقاتی اختلافات کی حدود معین کی ہیں۔ یہ کہاں ہے کہ اللہ نے طبقاتی اختلاف کو ختم کر دینے کا حکم دیا ہے وہ خود ہی تو فرماتا ہے کہ۔ ہم نے رزق میں بعض کو بعض

پر فضیلت دی ہے۔ جب اللہ کی عنایت رزق میں اختلاف ہے تو پھر طبقاتی تقسیم کیسے ختم ہو سکتی ہے۔

جہاں تک آل محمدؐ کے ممتاز کرنے کا تعلق ہے تو وہ ذات احدیت نے آنحضورؐ کی عظمت کو دوبالا کرنے کی خاطر ایسا کیا ہے کہ جو بھی رشتہ میں میرے اس محبوب سے منسوب ہوا ہے بھی عظیم سمجھنا چاہیئے کیونکہ وہ میرے محبوب سے منسوب ہے۔

اہلسنت عالم نے کہا ـــ خمس کی تقسیم کا طریق کار کیا ہے؟

میں نے کہا ـــ میں نے خمس کی تقسیم کا پورا طریق کار اسے بتایا۔ کتب فقہ میں موجود ہے بات زیادہ طویل ہو جائے گی۔

اہلسنت عالم نے کہا ـــ میں نے کہیں دیکھا ہے کہ گنہگار سادات کو خمس نہ دیا جائے۔

میں نے کہا ـــ ایسی بات نہیں ہے۔ ہمارے کسی بھی مجتہد نے احکام خمس میں سید کے لیے ایسی کوئی شرط عائد نہیں کی بلکہ ہمارے بعض علماء کو آئمہ نے سرزنش بھی ہے کی۔

قم میں ایک سید حسین نامی سید زادہ رہتا تھا۔ جو امام صادقؑ کی اولاد میں سے پانچویں پشت سے تھا۔ اچھے اعمال کا عامل نہیں تھا۔ محمد ابن اسحاق قمی امام عسکریؑ کی طرف سے قم میں وکیل تھا۔ ایک مرتبہ سید حسین محمد کے پاس بغرض خمس گیا، تو محمد نے اُسکے اعمال کے پیش نظر اسے ملنے سے انکار کر دیا۔ اور دروازہ کھولے بغیر اُسے واپس کر دیا۔ سید زادہ بہت زیادہ رنجیدہ خاطر ہوا۔ بعد میں محمد ابن اسحاق امام عسکریؑ کے پاس آیا۔ تو آپ نے اس سے ملنے سے انکار کر دیا۔ کافی عجز و نیاز کے بعد جب محمد کو آپ نے اجازت دی تو محمد

نے عرض کیا قبلہ! مجھ سے کونسی غلطی ہوئی ہے؟

امام عسکریؑ نے فرمایا۔ تو نے سید حسین کو کیوں اجازت نہیں دی تھی۔

محمد نے عرض کیا۔ صرف اس لیے کہ اس کے اعمال اچھے نہیں تھے۔

امام عسکریؑ نے فرمایا۔ تو نے اس کے اعمال کو دیکھا ہے لیکن ہمارے رشتہ کو نہیں دیکھا۔ آئندہ مت ایسا کرنا۔ ان کے اعمال بد کا محاسبہ تو اللہ کرے گا تمہیں جب اور کسی کے اعمال بد کے محاسبہ کا اختیار نہیں ہے تو پھر سادات کا محاسبہ تم کیوں کرتے ہو۔ نہیں تو ہمارے رشتہ اور نسبت کا احترام کرنا ہے آئندہ کسی بھی ایسے شخص سے جس کا تعلق اولاد زہراؑ سے ہو بدسلوکی۔ توہین اور تحقیر کرکے دختر رسول کو کبیدہ خاطر نہ کیا کرو ورنہ تمام اعمال سے ہاتھ دھو بیٹھے گا

محمد ابن اسحاق توبہ کرکے واپس ہوا جب دیگر اہالیان قم محمد سے ملنے کو آئے تو انہی میں سید حسین بھی آیا۔ محمد نے اُٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ اسے اپنی جگہ پر بٹھایا۔ تمام لوگوں کی موجودگی میں محمد نے اس سے معافی مانگی۔ اور تمام اہالیان قم کو امام عسکریؑ کا وہ حکم بھی سنایا۔

جب اس سید زادے نے یہ بات سُنی تو اُسی وقت اُسی محفل میں تمام لوگوں کے سامنے اپنے تمام اعمال بد سے توبہ کی اور پھر اس سید زادے کا شمار قم کے نیک ترین افراد سے ہوتا تھا۔

میری ان باتوں سے اہلسنت عالم کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔ اور اس نے تسلیم کر لیا کہ واقعاً اجر رسالت کا تقاضا یہ ہے کہ اُمت میں آل محمد کو ایک امتیازی حیثیت ہونا چاہیئے۔ خواہ سادات صالح ہوں یا غیر صالح اُمت کے ہر فرد پہ ان کا احترام واجب ولازم ہے۔ سادات کا آنحضورؐ سے رشتہ غیر منقطع ہے۔

سادات کا ایک اور امتیازی نشان

بلا امتیاز فرقہ واریت امت مسلمہ کے تمام مذاہب احادیث نبویہ کے پیش اس بات پر متفق ہیں اور اجماع اُمّت ہے کہ چونکہ زکوٰۃ اور صدقہ انسانی ہاتھ کی میل کچیل ہے اس لیے اللہ نے جناب زہراء کی اولاد طیبہ پر تا قیامت حرام قرار دی ہے۔ یعنی اللہ کو یہ بات ہرگز پسند نہیں کہ اولاد زہراء لوگوں کے لیے بوجھ اور ان کے ہاتھوں کی میل کھاتی پھرے۔

اہلبیت عصمت سے سینکڑوں روایات میں بھی حرمت صدقہ کی وجہ یہی بتائی گئی ہے کہ

ان الصدقة علينا محرمة لانها اوساخ ايدى الناس۔

صدقہ ہمارے پر صرف اس لیے حرام ہے کہ یہ لوگوں کے ہاتھ کی میل ہے۔

ہم اس جگہ نہ تو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ زکوٰۃ غیر سیّد کے مستحق کون کونسے افراد ہیں نہ ہی ہمارا مقصود یہ بتانا ہے کہ زکوٰۃ کس کس چیز پر واجب ہے۔ یہ تمام مسائل فقہی کتب اور عملیات مراجع میں مذکور ہیں۔

، ہمارا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ یہ بتادیں حرمت صدقہ وزکاۃ کی وجہ جو نبی اکرمؐ اور ائمہ اہلبیت نے بتائی ہے وہ یہ ہے کہ صدقہ وزکاۃ ہاتھ کی میل ہے جو اولاد جناب زہرا کے لیے حرام ہے۔

اس بات سے ہم ان لوگوں کو عظمت سادات کے ایک آسان ترین اور قریب ترین پہلو سے روشناس کرانا چاہتے ہیں۔ تاکہ جو لوگ عظمت سادات کے کسی اور پہلو کو نہیں سمجھ سکتے۔ کم از کم اگر اس جانب ہی توجہ کرلیں تو انہیں یقین ہو جائے کہ خالق کونین نے سادات کو ایسا مقام دیا ہے جو غیر سادات کو حاصل نہیں ہے۔ اور اس سلسلہ میں سادات سے نہ تو کسی قسم کا حسد کرنا چاہیئے اور نہ ہی سادات کی توہین و تحقیر کرنا چاہیئے۔

جو لوگ سادات کی اور کسی بھی فضیلت کے قائل نہیں ہیں۔ وہ بھی کم از کم اس امتیاز کے تو قائل ہیں۔ اور یہی امتیاز ہی فضیلت و عظمت سادات کے روشن کرنے کی خاطر کافی ہونا چاہیئے۔ کہ سب کچھ من جانب اللہ صرف اس لیے ہے کہ رشتہ سادات کبریا سے ہے۔ اور سادات آنحضورؐ سے نسبا مربوط ہیں۔

سادات کے اعمال کا اجر غیر سادات سے دُگنا ہوگا

عظمت سادات کا ایک پہلو اور بھی ہے اور وہ ثواب و سزائے اعمال۔ یعنی جو صالح سادات ہیں انہیں اُن کے اعمال کا اجر غیر سادات سے دگنا ملے گا۔ اور جو غیر صالح سادات ہیں انہیں ان کے گناہوں کی سزا دُگنی ملے گی۔

امام رضاؑ نے اپنے آباء کے ذریعہ امام سجادؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

لمُحسننا کفلان من الاجر	ہم میں سے صالح کو ثواب دگنا اور
و لمسیئنا ضعفان من العذاب۔	غیر صالح کو عذاب دگنا ملے گا۔

ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال تڑپ اُٹھے کہ ثواب کا دگنا ہونا تو واقعاً مقام فضیلت ہے لیکن عذاب کے دگنا ہونے میں کونسی فضیلت ہے ؟ اس سلسلہ میں ہم عرض کریں گے کہ سادات کی عظمت اور اُن کے جو فضائل ہم بعد میں بیان کرنے والے

ہیں ان سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ قیامت میں سادات بہر صورت مغفور ہم ہونگے۔ لیکن جب انہیں بتایا جائے گا کہ تمہارے اعمال بد کی سزا دُگنی ہے تو اس کا مقصد یہ نہیں ہوگا کہ سادات سے کسی قسم کی دشمنی تھی۔ بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ سادات سے ایسے اعمالِ بد کی توقع نہ تھی جسطرح صدقہ نہ کھلا کر سادات کو غیر سادات سے ایک عظیم مقام دیا گیا تھا۔ ان کا حق تھا کہ وہ اپنے مقام سے نہ گرتے بلکہ اپنے آبائے طاہرینؑ کی طرح رسید ایک نمونہ عمل ہوتا۔ سادات کا حق تو یہ تھا کہ وہ مکروہات کا ارتکاب بھی نہ کرتے۔ اور ہمیشہ اس بات کو ذہن میں رکھتے کہ ہم غیر سادات کی طرح نہیں ہیں۔ ہم آنحضورؐ سے براہ راست نسباً مربوط ہیں۔ آنحضورؐ کسی بھی غیر سید سے رشتہ کر سکتے ہیں۔ لیکن کسی بھی سید سے رشتہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جسطرح صدر اول کی اولاد زھراؑ ان کی بیٹیاں تھیں اسی طرح تا قیامت ہر زہرا زادی آنحضورؐ کی بیٹی ہے۔ لہٰذا کسی بھی سید کو اعمال بد نہیں کرنا چاہئیں۔

تمام سادات آلِ یٰسین ہیں

بلا تفریق صالح و غیر صالح ذات احدیت نے تمام اولاد زہراؑ کو تا قیامت سلام سے نوازا ہے۔ سورہ صافات ع:۱۳۰ میں جہاں اولوالعزم انبیاء کو اللہ نے سلام کیا ہے وہاں ذریت بتولؑ پر بھی بالخصوص سلام کیا ہے اور سلام علی آل یٰسین فرمایا ہے۔

سورہ یٰسین میں تمام مفسرین نے بلا تفریق مذہب لکھا ہے کہ یٰسین آنحضورؐ کے اسمائے گرامی میں سے ایک نام ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب یٰسین آنحضورؐ کا اسم گرامی ہے تو آل یٰسین آپ کی آل ہو گی۔ اور آپ کی آل اولاد زہراؑ کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ لہٰذا ناچار یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ سلام علی آل الیٰسین میں آل یٰسین کا مصداق تا قیامت تمام ذریت زہراؑ ہی ہے۔

ایک دن مسجد الحرام مکہ میں بیٹھا تلاوت کر رہا تھا۔ اتفاقاً سورۃ صافات کی تلاوت تھی اور ایک مصری بڑے غور سے میری تلاوت سن کر حیران ہو رہا تھا کہ ایرانی بھی عربوں کی طرح تلفظ درست کر لیتے ہیں جب میں اس آیت پر پہنچا سلام علیٰ آلِ یاسین

تو میں نے اسے سلام علی آل یاسین پڑھا۔

مصری نے کہا ——— آپ غلط پڑھ رہے ہیں۔

میں نے کہا ——— یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ کو اشتباہ ہو۔

مصری نے کہا ——— تو اس میں الیاسین ہے۔

میں نے کہا ——— آپ کو معلوم ہے کہ قرآن کی سات قرائتیں ہیں۔

مصری نے کہا ——— ہاں مجھے معلوم ہے۔

میں نے کہا ——— کیا آپ کو معلوم ہے کہ تمام قرائے سبعہ الیاسین پڑھتے ہیں۔

مصری نے کہا ——— نہیں یہ تو مجھے معلوم نہیں ویسے قرآن میں الیاسین لکھا ہے۔

میں نے کہا ——— مجھے معلوم ہے کہ سات میں سے تین قاری الیاسین پڑھتے ہیں اور چار قاری آل یاسین پڑھتے ہیں۔ اگر آپ تین افراد کے مطابق تلاوت کر سکتے ہیں تو کیا میں چار افراد کی قرأت کے مطابق تلاوت نہیں کر سکتا۔ اگر آپ اسے از روئے قرأت نہ سمجھیں تو اگر اجازت دیں تو میں معنوی اعتبار سے آپ کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔

مصری نے کہا ——— بڑی اچھی بات ہوگی۔

میں نے کہا ——— اگر الیاسین قرأت ہو تو کیا معنی بنے گا ؟

مصری نے کہا ——— الیاس کی جمع ہوگی۔

میں نے کہا ——— گویا اللہ ایک سے زیادہ الیاس نام کے افراد پر سلام بھیج رہا ہے ؟

مصری نے کہا ——— ہاں یہی بات ہے۔

میں نے کہا ——— یہ الیاس نام کے متعدد افراد نبی ہیں یا غیر نبی۔ ؟

مصری نے کہا ——— غیر نبی تو نہیں ہو سکتے یقیناً نبی ہیں۔

میں نے کہا ———— کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ الیاس نام کے کتنے نبی فہرست انبیاء میں ہیں ؟

مصری نے کہا ———— مجھے معلوم نہیں ہے ۔

میں نے کہا ———— مجھے معلوم ہے۔ اور الیاس نام کا صرف اور صرف ایک ہی ہے۔

مصری نے کہا ———— ممکن ہے اس سے مراد جناب الیاس کی اُمت ہو۔

میں نے کہا ———— یوں تو امکان کا دائرہ وسیع ہوتا ہے لیکن ہر امکان کے کچھ حدود ہوتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے ؟

مصری نے کہا ———— بالکل درست ہے۔ لیکن یہاں آپ کی حدود سے مراد کیا ہے ؟

میں نے کہا ———— ہمیں امکان کے حدود انہی آیات ہی میں تلاش کرنا ہونگے ۔

مصری نے کہا ———— وہ کیسے ؟

میں نے کہا ———— یہ تو مسلم ہے کہ یہ آیات جہاں ہیں وہاں اولوالعزم انبیاء کا ذکر ہے۔ اور اولوالعزم پر سلام ہے ۔

مصری نے کہا ———— ہاں اولوالعزم انبیاء کا تذکرہ ہے ۔

میں نے کہا ———— کیا جناب الیاس اولوالعزم انبیاء میں شامل ہیں ۔

مصری نے کہا ———— نہیں تو۔

میں نے کہا ———— اولوالعزم انبیاء میں سے اللہ نے حضرت ابراہیم کے سوا کسی کی آل کو منتخب کیا ہے ؟

مصری نے کہا ———— نہیں

میں نے کہا ———— حضرت موسیٰ کا والد فہرست انبیاء میں ہے ؟

مصری نے کہا ——— نہیں

میں نے کہا ——— کیا حضرت عمران کی آل بنی اسرائیل اللہ کی مصطفیٰ ہے ؟

مصری نے کہا ——— قرآن میں تو ایسا ہی ہے۔

میں نے کہا ——— گویا قرآن میں صرف دو مصطفےٰ آل کا تذکرہ ہے آل ابراہیم اور آلِ عمران ؟

مصری نے کہا ——— ہاں انہی دو کا ذکر ہے۔

میں نے کہا ——— کیا اللہ نے اپنی ان دو مُصطفےٰ آل پر قرآن میں سلام کیا ہے ؟

مصری نے کہا ——— کہیں نہیں ہے۔

میں نے کہا ——— جب اللہ نے دو آلِ مُصطفےٰ کی ہیں اور ان پر سلام نہیں کیا تو پھر اُمّت الیاس یا آل الیاس جو مصطفیٰ بھی نہیں ہے پر کیسے سلام ہوگا ؟

مصری نے کہا ——— جناب الیاس کا ذکر تو قرآن میں ہے۔

میں نے کہا ——— غیر اولوالعزم انبیاء میں سے کسی نبی کی آل تو بجائے خود آپ کو کسی غیر اولوالعزم پر قرآن میں اللہ کیطرف سے سلام بھی نہیں ملے گا۔

مصری نے کہا ——— آپ نے درست کہا ہے۔ لیکن آپ کے پاس آل یاسین پڑھنے کی کونسی دلیل ہے ؟

میں نے کہا ——— پہلے ہم اس بات کو صاف کر لیں کہ اگر الیاسین پڑھا جائے تو کیا آیت کا کوئی معنی بنتا ہے ؟

مصری نے کہا ——— جسطرح آپ نے تفصیل بتائی ہے اس سے تو واقعاً کوئی معنی سامنے نہیں آتا۔ لیکن اگر آل یاسین پڑھا جائے تو پھر کیا معنی بنے گا۔

میں نے کہا ——— اگر کوئی معنی نہ بنتا تو میں آل یاسین کیوں پڑھتا۔

مصری نے کہا ——— مجھے بھی پتہ چلے۔

میں نے کہا ——— پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے سات قاریوں میں سے چہار قراء آل یاسین پڑھتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ۔ کیا آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ۔ یٰسین نبی اکرم کے القاب میں سے اللہ کا ایک عطا کردہ لقب ہے

مصری نے کہا ——— ہر مسلمان اسے تسلیم کرتا ہے۔

میں نے کہا ——— کیا سرور انبیاء آل ابراہیم سے ہیں ؟

مصری نے کہا ——— بالکل آل ابراہیم سے ہیں۔

میں نے کہا ——— کیا آنحضورؐ اولوالعزم انبیاء سے ہیں ؟

مصری نے کہا ——— نہ صرف اولوالعزم انبیاء سے ہیں بلکہ اولوالعزم انبیاء کے سردار ہیں۔

میں نے کہا ——— کیا آل محمد بھی آل ابراہیم ہے ؟

مصری نے کہا ——— بالکل آل محمد آل ابراہیم۔

میں نے کہا ——— کیا آل یاسین آل محمد ہوگی ؟

مصری نے کہا ——— بالکل آل یاسین آل محمد ہوگی۔

میں نے کہا ——— اگر آل یاسین پڑھا جائے تو یہ سلام آل محمد پہ ہوگا ؟

مصری نے کہا ——— ہاں یہ سلام آل محمد پہ ہوگا۔

میں نے کہا ——— اس صورت میں آیت کا کوئی معنی سامنے آتا ہے ؟

مصری نے کہا ——— بالکل اب تو نہ صرف سامنے آتا ہے بلکہ آیت کا مصداق بھی واضح ہوگیا ہے۔ اور آپ نے درست کہا ہے۔ لیکن یہ سمجھ نہیں آتی کہ آخر قرار نے

الیاسین کیوں پڑھا ہے۔ ؟

میں نے کہا ——— بات تو بڑی آسان ہے لیکن آپ نے کبھی توجہ نہیں کی۔

مصری نے کہا ——— اب آپ متوجہ کر دیں۔

میں نے کہا ——— جن تین قاریوں نے الیاسین پڑھا ہے آپ نے ان کی تاریخ دیکھی ہے کہ وہ کون تھے ؟ اور کس کے ہمنوا تھے ؟

مصری نے کہا ——— زیادہ تو واقف نہیں ہوں ویسے یہ معلوم ہے ان کا تعلق بنی امیہ سے تھا۔

میں نے کہا ——— کیا بنی امیہ آل محمد کے محب یا دشمن ؟

مصری نے کہا ——— کون احمق کہے گا۔ کہ بنی امیہ آل محمدؐ کے محب تھے۔

میں نے کہا ——— جب یہ قاری دشمنان آل محمد کے خیر خواہ تھے تو پھر آپ ان سے کیسے یہ توقع رکھ سکتے ہیں وہ کوئی ایسی بات کریںگے جو آل محمد کے حق میں جاتی ہو۔

مصری نے کہا ——— واقعاً آپ نے آج میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ اور آپ نے بغیر کچھ کہے۔ بہت کچھ کہدیا ہے۔ اور اب تو مجھے دور دور تک روشنی ہی روشنی اور اجالا ہی اُجالا نظر آنے لگا ہے۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔

توضیح مزید

اگر آپ سورۂ صافات میں غور فرمائیں تو ذات احدیت نے اس سورہ میں جن انبیاء پر سلام کیا ہے۔ اور غیر اولوالعزم پر سلام نہیں کیا۔

صافات ع۷۹ : سلام علی نوح

" ع۱۰۹ : سلام علی ابراہیم

" ع۱۱۹ سلام علی موسیٰ وہارون

آیت میں جناب ہارون کا نام صرف جناب موسےٰ کے بطور لاحقہ لیا گیا ہے علاوہ ازیں جتنے بھی انبیاء کا ذکر ہے کسی پر اللہ نے سلام نہیں کیا۔ ع۱۳۰ میں اللہ نے آل یاسین پر سلام کر کے تا قیامت اولاد زہراؑ کو نواز دیا ہے۔

• امام فخر الدین رازی نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس سے آل یاسین روایت کی ہے، اور آل یاسین سے مراد اولاد زہراؑ بتائی ہے۔

• احقاق الحق میں علامہ حلی نے لکھا ہے کہ۔ اکثر اہلسنت مفسرین نے آل یاسین کی تفسیر ذریت نبویہ سے کی ہے۔

• فضل ابن روزبہان نے جہاں علامہ حلی کی ہر بات کا جواب دیا ہے۔ وہاں اس نے آل یاسین کے سلسلہ میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا اور اُسے تسلیم کیا ہے کہ آل یاسین سے مراد ذریت رسول ہے۔

و آیۃ اللہ العظمیٰ مرعشی نے احقاق الحق کے حاشیہ پر علمائے اہلسنت کی دس تفاسیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آل یاسین سے مراد صرف اور صرف ذریت زہرا ہے۔

و ابن حجر عسقلانی نے صواعق میں لکھا ہے۔ اللہ نے اولاد زہرا کو جن خصوصیات سے نوازا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ نے ذریت فاطمہ پر سلام علی آل یاسین کے ذریعہ تا قیامت سلام کیا ہے۔

و نجاشی نے۔ باب را میں ریان میں ابوصلت ہروی کے ذریعہ روایت کی ہے کہ ایک دن مرو میں میں مامون کے پاس گیا دیکھا مامون نے امام رضا سے مناظرہ کی خاطر کافی علماء کو جمع کر رکھا تھا۔ اور مختلف موضوعات پر مناظرہ ہو رہا تھا۔ جب میری باری آئی تو مامون نے کہا اولاد زہرا کے سلسلہ میں قرآن میں کوئی صریح اور واضح ایسی آیت بھی ہے جسکی تاویل نہ کی جاسکے ؟۔

میرے کچھ کہنے سے پہلے امام رضاؑ نے فرمایا۔ بالکل ہے۔

پھر امام رضاؑ۔ تمام علماء سے مخاطب ہوئے اور فرمایا ۔ یٰسین والقرآن الحکیم میں یٰسین کا معنی کیا ہے ؟

تمام علماء نے کہا ۔ جہانتک ہمارا خیال ہے۔ یٰسین بلا اختلاف مسلک سرور انبیاء کے قرآنی القاب میں سے ایک لقب ہے۔

امام رضاؑ نے فرمایا۔ جو شخص قرآن پر گہری نظر رکھتا ہو۔ اور قلب سلیم سے قرآن کو سمجھتا اور تسلیم کرتا ہو۔ تو اس متفق علیہ لقب نبوی کے ذریعہ ذات احدیت نے سادات بنی فاطمہ کو وہ فضیلت عنایت فرمائی ہے جسمیں ان کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے۔ مامون اور دیگر علماء نے کہا۔ یہ لقب خاتم الانبیاءؐ کا ہے ۔ اور آپ اس سے سادات بنی فاطمہؑ کی فضیلت بتا رہے ہیں۔ یہ کیا بات ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔

ابھی آپ سب میری بات کی تصدیق کریں گے۔ آپ مامون سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ کیا ذات احدیت نے قرآن میں کسی نبی کو سلام کیا ہے؟

مامون نے کہا۔ ہاں اولوالعزم انبیاء کو سلام کیا ہے۔

امام رضاؑ نے فرمایا۔ وہ آیات آپ کے ذہن میں ہیں جن میں اولوالعزم انبیاء پر سلام کیا گیا ہے؟

مامون نے کہا۔ سلام علی نوح فی العالمین۔ سلام علی ابراہیم۔ سلام علی موسیٰ و ہارون

امام رضاؑ نے فرمایا۔ بھلا کسی نبی کی آل پر بھی اللہ نے سلام کیا ہے؟

مامون نے کہا۔ ہمارے ذہن میں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

امام رضاؑ نے فرمایا۔ آپ کے ذہن میں نہ ہوگی لیکن قرآن کریم میں ہے۔ سلام علی آل یاسین۔

مامون نے کہا۔ واقعاً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ذات احدیت نے آپ کو معدن علم بنایا ہے۔

اس واقعہ کے نقل کرنیکا مقصد صرف یہ ہے کہ مختلف مسالک کے علماء میں سے کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ آیت میں آل یاسین نہیں بلکہ الیاسین ہے۔ گویا تمام علماء قرأت کے اختلاف۔ قرائے اربعہ کی آل یاسین سے قرأت اور الیاسین قرأت کرنے والے قرائے ثلاثہ کی آل محمد دشمنی سے واقف تھے۔

اس روایت کا کچھ بقیہ بھی ہے جسے ہم آگے چلکر فضائل اولاد جناب زہراء میں پیش کرینگے انشاءاللہ مذکورہ بالا شیعہ سُنی روایات سے حسب ذیل نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ ابتدائی پانچ صدیوں تک تمام علماء آل یاسین تسلیم کرتے تھے اور

بھی الیاسین کا قائل نہ تھا۔

۲۔ آل یاسین صرف اور صرف سادات بنی فاطمہ ہیں۔

۳۔ آل محمد صرف اور صرف جناب زہراء کی اولاد ہے۔

۴۔ ذات احدیت نے قرآن میں اولوالعزم انبیاء کے ساتھ اولاد جناب زہراء کو آل یاسین کے نام سے سلام کیا ہے۔

۵۔ ذات احدیت کے سلام کا مقصد صرف سادات بنی فاطمہ کی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ عظمت سادات کے ہر پہلو کو اجاگر فرمایا ہے اگر قرآن کریم کا ذرا اور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ خلاق عالم نے اولوالعزم انبیاء پر صرف ایک مرتبہ سلام کیا ہے لیکن آل محمدؐ کو دو مرتبہ اپنے کریمانہ سلام سے نوازا ہے۔

• مناقب شہر آشوب میں ابوصالح نے جناب ابن عباس سے سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ کے ذیل میں روایت کی ہے کہ

اللہ کے مصطفےٰ افراد جن پر اللہ نے سلام فرمایا ہے۔ وہ حضرت علیؑ جناب زہراءؑ۔ امام حسنؑ۔ امام حسینؑ اور تاقیامت ان کی اولاد ہے۔ یہ اللہ کے مصطفےٰ افراد ہیں جنہیں اللہ نے سلام سے نوازا ہے۔

اس روایت سے حسب ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں۔

۱۔ لفظ اہلبیت کا مصداق صرف معصوم ائمہ نہیں بلکہ تاقیامت تمام سادات بنی فاطمہ مصداق اہلبیت ہیں۔

۲۔ سادات بنی فاطمہ تاقیامت کے مصطفےٰ ہیں۔

۳۔ ذات احدیت نے سادات بنی فاطمہ کو دو مرتبہ سلام سے نوازا ہے۔

سوال : ممکن ہے کوئی یہ پوچھ بیٹھے کہ قرآن میں اللہ نے سادات بنی فاطمہ کو جو سلام سے نوازا ہے اس کا فائدہ کیا ہے؟

جواب : جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ اگر ہم تھوڑا سا ذہن کو کھلا کر کے یہ سوچیں کہ۔ اولوالعزم پر سلام کیا فائدہ ہے۔ جب اولوالعزم انبیاء پر سلام کا مفاد سمجھ لیں گے تو سادات بنی فاطمہ پر سلام کا سبب خود بخود سمجھ آجائے گا۔ اور وہ اولوالعزم انبیاء پر سلام خالق کی عنایت کا مقصد اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ صرف یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اولوالعزم انبیاء اپنے عقائد حقہ اور پیغام توحید کی تبلیغ میں کٹھن سے کٹھن ترین حالات سے گزرتے گئے باوجود بھی ان کے قدم نہ ڈگمگائے اور نہ کسی مقام انہوں نے گھبراہٹ یا پریشانی کا اظہار کیا۔ یہی صورت سادات بنی فاطمہ کی ہو گی کہ ان کی تاریخ ہمارے سامنے ہے آج تک سادات نہ تو اپنے عقائد حقہ سے ہٹے ہیں اور نہ ہی کسی مصیبت میں گھبرائے ہیں۔ دربدری ہے بیکر قتل۔ قید۔ در در کی ٹھوکریں۔ دیواروں میں چنے جانے بھوک۔ پیاس۔ جائیدادیں ضبط ہونے غرض سب کچھ کے باوجود آج تک سادات ان تمام مشکلات میں نہ گھبرائے اور نہ آئندہ ان کے پریشان ہونیکے امکانات ہیں۔

سوال : فطرۃً یہ سوال ذہن میں اُبھر گیا کہ جب سادات کے عقائد حق میں تو پھر آج کل ہم سادات کو مختلف مسالک میں بٹا ہوا ہو دیکھتے ہیں۔ کیا تمام سادات کے عقائد حق میں ہیں؟

جواب: عرض کروں گا کہ جیسا کہ سابق اس موضوع پہ ہم گفتگو کر چکے ہیں کہ احادیث نبویہ اور روایات آئمہ سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ سادات کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ اور سادات کا تعلق خواہ کسی بھی فرقہ سے ہو دم مرگ وہ اپنے عقائد باطلہ سے توبہ پر موفق ہونگے۔

سوال: یہ کیسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ یقیناً سادات اس دُنیا سے عقائد حقہ۔ جائیں گے۔

جواباً گذارش ہے کہ قرآن۔ روایات ائمہ اور حضرت حجت کے ارشادات سے یہ بات مسلم ہے کہ۔ سادات بنی فاطمہؑ کے فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے ۔ ان میں سے کوئی بھی جب اس دنیا سے جائے گا تو مذہب حقہ کے بغیر نہیں جا۔ یوں تو اس سلسلہ کی روایات ہم آگے چل کر مفصل بیان کریں گے۔ البتہ اس جگہ ہم صرف ایک واقعہ پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

مجھے یہ واقعہ میرزا علی حیدری نے مشہد مقدس میں سنایا تھا۔ انہوں نے بتایا ہے کہ میں نے سرکار علامہ اسحاق رشتی نے سنایا تھا۔ اسحاق رشتی نے بتایا تھا کہ مجھے سرکار علامہ سید محسن جبل عاملی شام میں اس وقت سنایا تھا جب میں شریکۃ الحسینؑ کی زیارت کو شام گیا۔ سید محسن جبل عاملی کا بیان ہے کہ

میں شریف مکہ کے زمانہ میں بغرض حج مکہ گیا۔ مجھے عالم خواب میں بتایا گیا تھا کہ حج کے لیے مکہ جا وہاں تجھے دو مرتبہ اپنے امام زمانہ کی زیارت ہو گی۔ میں حج سے فارغ ہو گیا لیکن شرفِ زیارت سے مشرف نہ ہو سکا بہت مایوس

ہوا۔ واپسی کا ارادہ کیا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ۔ لبنان اور مکہ کے مابین سفر بہت زیادہ ہے ایک سال اور بھی یہاں گزار لوں۔ آئندہ سال حج سے فارغ ہو کر چلا جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے مکہ ہی میں قیام کر لیا۔ اس دوران بعض رسائل سے شریف مکہ کے ساتھ میری آشنائی ہو گئی۔ اور میرا اسکے ہاں آنا جانا بھی ہو گیا۔ ایک سال گزر گیا۔ پھر دوسرا سال گزر گیا۔ غرض اسی انتظار زیارت میں مجھے پانچ برس گزر گئے۔ لیکن زیارت نہ ہو سکی میری مایوسی ناامیدی میں تبدیل ہو گئی۔ اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب حج سے فارغ ہوتے ہی واپس جاؤں گا۔ ایک دن شام کا وقت تھا۔ طبیعت پریشان تھی۔ بیرون مکہ کوہ فاران پر تفریح کے لیے نکل گیا جب پہاڑ پر چڑھا دوسری طرف دیکھا تو ایک بہت بڑا باغ لگا ہوا تھا۔ دل میں سوچا کہ افسوس ہے مکہ میں پانچ برس گزارے اور کبھی اس طرف نہیں آیا۔ اگر پہلے آ جاتا تو روزانہ اس طرف نکل آتا۔ طبیعت قدرے ہلکی ہو جاتی۔ آہستہ آہستہ پہاڑ سے اُترنے لگا۔ جب باغ میں پہنچا تو دور سے ایسے معلوم ہوا کہ وسط باغ میں ایک خیمہ لگا ہے۔ میں خیمہ کی طرف بڑھنے لگا۔ خیمہ کے قریب پہنچا تو دور سے ایسے معلوم ہوا کہ وسط باغ میں ایک خیمہ لگا ہے۔ میں خیمہ کیطرف بڑھنے لگا۔ خیمہ کے قریب پہنچا تو دیکھا بہت سے آدمی جمع ہیں ان کے درمیان ایک بزرگ منش تشریف فرما ہیں۔ اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اردگرد موجود افراد کو درس دے رہے ہیں۔ میں نے جو فقرہ سُنا وہ صرف یہ تھا۔

ہماری جدہ سادات کی اولاد کی خوش نصیبی ہے کہ انہیں ہنگام مرگ
مذہب حقہ کی تلقین کی جاتی ہے اور وہ اس دنیا سے عقائد صحیح
لیکر قبر میں جاتے ہیں۔

اسی دوران ایک شخص نے ان سے آکر عرض کیا۔ فبسد شریف مکہ حالت احتضار میں تشریف لائیے چونکہ میرے بھی شریف مکہ سے اچھے مراسم تھے۔ یہ سنکر میں حیران و پریشان واپس دوڑا۔ شریف مکہ زیدی المسلک یعنی چار امامی تھا۔ جب میں آیا تو دیکھا کہ علماء اس کے اردگرد بیٹھے ہیں سکرات کا عالم ہے۔ علماء اُسے جو کچھ بھی تلقین کرتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں کہتا۔ اسی ثنا میں وہی شخص جسے میں نے خیمہ میں دیکھا تھا۔ اندر داخل ہوا۔ میں نے محسوس کیا کہ اُسے میرے سوا کوئی بھی نہیں دیکھ رہا۔ لیکن میں بھی اس قدر مجبور کر دیا گیا تھا کہ نہ اُسے سلام کہہ سکتا تھا اور نہ ہی اس کی تعظیم کو اُٹھ سکتا تھا۔ وہ شریف مکہ کے سرہانے آکر بیٹھ گیا۔ اور فرمایا۔

کہہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ — شریف مکہ نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ
کہہ اشھد ان محمد رسول اللہ — شریف مکہ نے کہا اشھد ان محمد رسول اللہ
کہہ اشھد ان علیا حجۃ اللہ — شریف مکہ نے کہا اشھد ان علیا حجۃ اللہ

اس کے بعد ایک ایک امام کا نام لیکر شریف مکہ سے اقرار لیا۔ آخر میں فرمایا
کہو اشھد انک حجۃ اللہ شریف مکہ نے کہا اشھد انک حجۃ اللہ

اس وقت مجھے پتہ چل گیا کہ یہی حضرت حجت
چونکہ خواب میں مجھے دو مرتبہ زیارت کرا دیا گیا تھا۔ مجھے تصدیق ہو گئی کہ ذات

دو مرتبہ ہو چکی ہے ایک مرتبہ باغ میں اور دوسری مرتبہ شریف مکہ کے گھر۔ مرحوم محسن عاملی ۱۳۷۱ھ میں شام میں فوت ہوئے اور جناب شریکۃ الحسینؑ کے صحن میں دفن ہوئے۔ یہ واقعہ۔ آثار الحجۃ میں بھی مرقوم ہے اور میں نے من وعن جناب حیدری سے بھی سنا ہے۔

و تفسیر عیاشی میں مفضل ابن عمر نے امام صادق سے۔ ان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ۔ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ اس آیت کا مصداق سادات بنی فاطمہ ہیں۔ جو قبل از مرگ امامت آئمہ کا اقرار کر کے اس دنیا سے رخصت ہوں گے۔

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں کتاب سے مراد قرآن ہے۔ اور جس ایمان کا وعدہ گیا گیا ہے۔ اس میں وہ افراد زیادہ اولیٰ ہیں جن کے گھر قرآن نازل ہوا ہے۔

و قطب راوندی نے الخرائج والجرائح میں حسن ابن راشد سے روایت کی ہے کہ،

میں امام صادقؑ کی خدمت میں گیا۔ اور زید ابن علی کی عیب جوئی کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ ایسا مت کر۔ اللہ ان پر رحمت فرمائے۔ میرے پاس تشریف لائے تھے۔ اور کہا تھا کہ میں ہشام ابن عبدالملک کے شر سے اپنا نانا کی اُمت کو نجات دلانا چاہتا ہوں۔ میں نے انہیں کہا۔ تھا۔ کہ میں آپ کو مشورہ نہیں دوں گا کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ۔ آپ کو کوفہ کے دروازہ پر لٹکایا جا رہا ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں خروج سفیانی سے قبل اولاد زہراؑ میں سے جو بھی خروج کرے گا وہ شہید ہو گا۔

اے حسن یقین رکھ۔ جسطرح جناب زہرا مصداق تطہیر تھیں اسی طرح

اللہ نے ان کی اولاد پر آتش جہنم حرام کی ہے۔ اور انہی غیر صالح اولاد جناب زہراؑ کے متعلق قرآن میں فرمایا ہے۔

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم۔

ظالم لنفسہ غیر صالح سادات ہیں۔ میانہ رو وہ سادات ہیں جو صالح اور غیر معصوم ہیں۔ اور سابق بالخیرات معصوم اولاد جناب زہراء ہے۔ اے حسن ہم آلِ زہراءؑ میں سے جو بھی اس دنیا سے جائیگا وہ بالبصیرت ہوکر جائیگا اور اپنے تمام گناہوں کی غلطیوں کی معافی مانگ کر جائے گا۔

و شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں ابوسعید مکاری سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم امام صادقؑ کے حضور بیٹھے تھے۔ ہم میں سے کچھ لوگوں نے جناب زید ابن علیؑ کی عیب جوئی کرنا چاہی۔ امام صادق نے غصہ میں فرمایا۔ تمہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہمارے معاملات میں مداخلت کرو۔ تمہیں کیا معلوم کہ عظمت جناب زہراؑ کے پیش نظر ذات احدیت ذریت زہراء کو یونہی نہیں چھوڑے گی دم آخر رحمت خالق ہر فرزند زہراءؑ کے شامل حال رہتی ہے۔

و تنبیہ الخاطر و نزہتہ الناظر میں علی ابن جعفر علوی رقمطراز ہیں کہ ایک دن میں اپنے باپ کے قریب بیٹھا تھا کہ ایک انتہائی ضعیف۔ زاہد۔ پرہیزگار۔ اور متقی سن رسیدہ شخص میرے والد کو ایک واقعہ سنارہا تھا۔ واقعہ اس طرح ہے۔

ایک رات پشت کوفہ میں اکیلی اور تنہا مسجد جعفی میں بیٹھا نوافل پڑھ رہا تھا کہ نصف شب گزرنے کے بعد وہاں تین افراد آئے۔

ایک جسے صحن مسجد میں بیٹھکر زمین پر ہاتھ رکھا۔ وہاں سے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا اس نے وضو کیا۔ اپنے ساتھیوں سے وضو کرنے کو کہا جب وُہ وضو کر چکے تو پانی خشک ہوگیا۔ وُہ آگے کھڑا ہوگیا۔ اس نے نماز پڑھائی اس کے دو ساتھیوں نے اس کی اقتدار کی میں بھی اس نماز میں شامل ہوگیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس کے ایک ساتھی سے پوچھا یہ صاحب اعجاز کون ہے ؟ اس نے بتایا۔ حضرت حجت اور صاحب الامر ہیں۔ نماز سے فراغت کے بعد میں ان کے قدم بوس ہوا۔ اور عرض کی۔

قبلہ یہ عمر ابن حمزہ سادات بنی فاطمہ سے ہے اور اس کا کردار ناگفتہ بہ حد تک اچھا نہیں ہے اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا۔ واقعاً آجکل اس کا کردار بہت بُرا ہے لیکن درست ہوجائیگا اور اس دنیا سے جانے سے پہلے مجھے دیکھ کر مرے گا۔

میں نے یہ واقعہ دل میں چھپالیا۔ کسی کو نہ بتایا۔ عمر ابن حمزہ فوت ہوگیا۔ ایک دن میں اسی سن رسیدہ شخص کے پاس گیا اور اُسے کہا۔

کیا آپنے میرے باپ کو نہیں بتایا تھا کہ عمر ابن حمزہ اس وقت تک دنیا سے نہیں جائیگا جب تک حضرت حجت کی زیارت نہیں کرلیگا۔ آپ بتائیں کہ اس نے وُہ زیارت کب کی تھی ؟

اس نے کہا۔ تجھے کیا معلوم کہ عمر ابن حمزہ بلا زیارت حضرت حجت اس دنیا سے گیا ہے۔ بات ختم ہوگئی۔ میں وہ قصہ بھول گیا۔ ایک دن اتفاقاً عمر ابن حمزہ کے بیٹے شریف ابوالمناقب کے پاس بیٹھا تھا کہ اس نے

از خود بنانا شروع کیا۔

جب میرا والد مریض ہوا۔ اور مرض اپنے انتہا کو پہنچ گیا۔ جسم لاغر ہوگیا۔ حرکت تک نہیں کر سکتے تھے۔ ہم ان کی موت کے انتظار میں تھے ایک رات میں ان کے سرہانے بیٹھا تھا۔ دروازے بند تھے کہ اچانک میں نے ایک شخص کو اپنے سامنے دیکھا اس میں ہیبت اور عظمت اتنی تھی کہ میں یہ پوچھ تک نہ سکا کہ آپ بند دروازوں سے اندر کیسے آگئے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا وہ اُسی جگہ بیٹھ گئے۔ جہاں میں بیٹھا تھا۔ پھر میرے والد سے آہستہ آہستہ کچھ باتیں کرنے لگے میں نے دیکھا میرے والد کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ کافی دیر کے بعد وہ اٹھے اور جس راہ سے آئے تھے واپس چلے گئے۔ میرے والد نے مجھے کہا۔ مجھے بٹھا دو۔ میں نے سہارا دیا۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ پھر کہا وہ آدمی جو ابھی یہاں تھا کہاں گیا ہے۔ میں نے بتایا کہ وہ واپس چلا گیا ہے۔

اس نے کہا۔ جا انہیں تلاش کر۔ ایک مرتبہ واپس بلا کے لا۔ میں پیچھے دوڑا۔ لیکن مجھے کہیں نظر نہ آئے واپس آکر والد کو بتایا۔ انہوں نے بتایا کہ وُہ حضرات حجت تھے۔ پھر وُہ بستر پر لیٹ گئے۔ اور کچھ وقت کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

و اصول کافی میں محمد ابن عثمان عمری سے مروی ہے کہ میں نے اپنے ایک خط میں حضرت حجت سے جناب جعفر کے متعلق سوال کیا انہوں نے جو جواب لکھا وُہ یہ تھا۔

اما سبیل عمی جعفر وولدہ میرے چچا جعفر اور اُس کی اولاد کا معاملہ

کا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے چچا کو معاف کر دیا تھا۔

و تحفۃ الابرار میں لکھا ہے کہ۔

سوال یہ ہے کہ کیا جعفر کذاب پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ۔ ناحیہ مقدسہ سے جو توقیعات موصول ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک توقیع میں حضرت حجت نے اسطرح فرمایا ہے۔

جعفر پر لعنت نہ کیا کرو۔ ہم اہل بیت نبوت ہیں۔ ارشادِ قدرت ہے اولئک الذین ھدی اللہ فبھدیھم اقتدہ ہمیں انبیائے ماسلف کی اقتداء کرنا چاہیئے۔ جسطرح حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا۔ لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم۔ ہم بھی اسیطرح کرینگے۔

و جناب سیدہ جو ولایت تکوینیہ کے مقام عظیم پر فائز تھیں۔ میرے خیال میں ان کے ارشاد کے بعد عظمت سادات ثابت کرنے کی خاطر اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ بی بی نے دم آخر جو وصیتیں فرمائی تھیں ان میں ایک جملہ یہ بھی ہے جو علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں نقل کیا ہے۔

یا علی اقراۃ ولدی السلام الی یوم القیامۃ۔ یا علی میری قیامت تک آنیوالی اولاد کو میرا سلام کہہ دینا جن افراد پر جناب زہرا سلام کرے۔ بھلا وہ کیسے قیامت میں مغلوب ہو سکیں گے۔

سادات کی ایک اور بنیادی فضیلت

نگاہ قدرت میں عظمت سادات کا ایک پہلو جس کا نہ صرف ہر مسلمان قائل ہے بلکہ چار و ناچار عامل بھی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان "تا قیامت کم از کم نماز میں ذریت زہراؑ پر اللہ اور ملائکہ کے ساتھ شامل ہو کر درود بھیجنے کا پابند ہے کیونکہ ذات احدیت نے کھلے لفظوں میں اپنے اور ملائکہ کے اس عمل کا اظہار کیا ہے۔

احزاب ۵۶ ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنو صلو علیہ و سلمو تسلیما۔

اللہ اور ملائکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی میرے نبی پر درود و سلام بھیجو۔

مناسب ہوگا اگر اس عظمت کو بیان کرنے سے پہلے چند ایک مقدمات بطور تمہید پیش کر دیئے جائیں تاکہ ہر کس و ناکس ہمارے مقصود کو سمجھ سکے۔

۱۔ سابقاً ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آل محمدؐ سے مراد تا قیامت ذریت جناب زہراؑ ہے لہٰذا اس سلسلہ میں ہمیں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ تمام شیعہ اور سُنی محدثین نے حد تواتر تک آنحضورؐ سے اس قسم کی احادیث

نقل کی ہیں کہ آنحضورؐ پر درود و سلام بھیجتے وقت آپ کی آل کو بھی شامل درود و سلام کیا جائے ورنہ درود و سلام کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

و سعادۃ الدارین فی الصلوٰۃ علی سید الکونین کے معروف اہلسنت مستند یوسف نبھانی سعادت الدارین میں رقمطراز ہیں۔

اگر کوئی شخص۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یا۔ اللھم صلی علی محمد۔ کہدیتا ہے تو نہ صرف یہ کہ اُسے ثواب نہیں ہوتا بلکہ۔ اس نے ایک ناجائز اور مکروہ عمل کر کے آنحضورؐ کی ناراضگی حاصل کی ہے۔ اس کے بعد صاحب کتاب نے متعدد سلسلے ہائے سند سے متعدد احادیث نبویہ نقل کی ہیں۔ جن میں آنحضورؐ نے صراحت کے ساتھ فرمایا ہے۔

مجھ پر دم بریدہ صلوات نہ بھیجا کرو۔ جب آپ سے دم بریدہ درود کی تفصیل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔ جو شخص مجھ پر تنہا درود بھیجے اور میری ذریت کو شامل درود نہ کرے اس نے دم بریدہ درود بھیجا ہے۔

و تفسیر نبھانی میں آنحضورؐ سے منقول ہے۔

لا تصلوا علی صلوٰۃ مبتورۃ اذا صلیتم علی بل صلوا الی اھل بیتی و لا تقطعوھم منی فان کل نسب منقطع یوم القیامۃ الا نسبی۔

جب کبھی مجھ پر درود پڑھو تو دم بریدہ درود نہ پڑھو۔ میری ذریت کو میرے درود میں شامل کیا کرو انہیں مجھ سے جدا نہ کیا کرو۔ قیامت کے دن ہر نسب منقطع ہو جائیگا لیکن میرا نسب منقطع نہیں ہوگا۔

و متعدد احادیث میں مضمون ذیل موجود ہے۔

جب کوئی بندہ خدا مجھ پر درود بھیجتا ہے اور میری ذریت کو

شامل درود نہیں کرتا تو وہ درود اس پڑھنے والے کے منہ پہ مار دیا جاتا ہے۔ اور جب کوئی شخص مجھ پہ درود کے ساتھ میری ذریت کو بھی شامل کرتا ہے تو اللہ اُسکے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔

و مجھے وہ دن آج بھی یاد ہے جب میں مسجد اموی میں بیٹھا تھا۔ اور اہل تصوف کا ایک گروہ بزم ذکر جمائے بیٹھا اسطرح درود پڑھ رہا تھا۔ اللھم صل علیہ وسلم میں نے اس بزم کے مرکزی فرد جو غالباً ان کا مرشد تھا۔ سے کہا۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ مجھ پر دُم بریدہ درود نہ بھیجا کرو بلکہ مجھ پہ درود بھیجتے وقت میری ذریت کو بھی شامل درود کیا کرو۔

وہ کہنے لگا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ کوئی اہلسنت اس حدیث سے ناواقف ہو۔ میں نے کہا۔ آپ کا موجودعمل تو یہی بتا رہا ہے کہ آپ اس حدیث سے شاید ناآشنا ہیں اس نے اُسی وقت معذرت کی۔ اور شامل بزم تمام افراد کو حکم دیا کہ۔ خبردار آج کے بعد کوئی شخص اللھم صل علیہ وسلم۔ نہ پڑھے ممکن ہے کوئی شخص یہ پوچھ بیٹھے کہ اگر یہ بات تھی تو پھر ذات احدیت نے کیوں ذریت نبویہ کو شامل درود کرنیکا کا حکم کیوں نہیں دیا ہے

تو ایسے افراد کی خدمت عالیہ میں گذارش یہ ہے کہ۔ قرآن نے کسی بھی عمل کی تفصیل نہیں بتائی۔ ہر عمل کا نام بتا دیا ہے۔ اور تفصیل بذمہ سرور انبیاء کی ہے۔ اللہ نے نماز کا حکم دیا ہے۔ تفصیل نماز سرورکونین نے بتائی ہے۔ اللہ نے زکوٰۃ کا حکم دیا ہے تفصیل زکوٰۃ نبی اکرم نے بتائی ہے۔ علی ھذا القیاس۔ اسی طرح اللہ نے درود بر محمد کا حکم دیا ہے۔ تفصیل درود نبی اکرمؐ نے بتائی ہے۔

۳۔ مسلمان فرقوں میں سے کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے جو نماز کے تشہد میں۔ درود

بر محمد و آل محمد کے وجوب کا قائل نہ ہو۔ بس اتنا سا فرق ہے کہ شیعہ مختصر سا درود پڑھتے ہیں۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ جبکہ اہلسنت تفصیل سے درود بھیجتے ہیں۔ اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد کما صلیت علی سیدنا ابراھیم و علی آل سیدنا ابراھیم انک حمید مجید۔

• تمام شیعہ سُنّی مفسرین مذکورہ آیت کی اس تفسیر پر متفق ہیں کہ نزول آیت کے بعد جب آنحضورؐ سے سوال کیا گیا کہ آپ پر درود کس طرح بھیجا جائے تو آپ نے فرمایا اس طرح کہا کرو۔

اللھم صل محمد و آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و آل ابراھیم انک حمید مجید۔

• علامہ حلی نے احقاق الحق میں صحیح مُسلم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ راوی نے عرض کیا۔ قبلہ یہ تو ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ آپ پر درود بھیجنا واجب ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ کس طرح درود بھیجنا ہے۔

آپ نے فرمایا اس طرح کہا کرو۔ اللھم صلی علی محمد و آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و آل ابراھیم انک حمید مجید۔

• فضل ابن روزبہان جو متعصب ترین اہلسنت سے ہے اور جس نے علامہ حلی کے ایک ایک لفظ کا غلط یا صحیح جواب دینے کو اپنی سعادت سمجھا ہے علامہ کے استدلال درود کے اس ذیل میں لکھتا ہے۔

جو شخص آل محمدؐ کے ان جیسے فضائل سے انکار کرے گویا اس نے سورج کی روشنی سے انکار کیا ہے۔

و امام شافعی نے اپنی مسند ج ۲ صفحہ ۹۷ پر صحیح مسلم کی مذکورہ بالا روایت
لفظ بلفظ نقل کی ہے۔ اور اپنے دیوان میں ذیل کے دو اشعار میں اس کی یوں توضیح کی ہے

یا آل بیت رسول اللہ حبکم	اے آل محمد تمہاری محبت اللہ کیطرف
فرض من اللہ فی القرآن انزلہ	سے فرض کر کے قرآن میں نازل کی گئی ہے
کفاکم فی عظیم القدر انکم	تمہاری عظمت شان کے لیے اتنا ہی بہت
من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ	ہے کہ جو شخص تم پر درود نہ بھیجے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

و امام بخاری نے مذکورہ حدیث مسلم صحیح بخاری کی ج صفحہ ۱۲ پر کعب ابن عجرہ سے
روایت کی ہے۔

و حاکم نے مستدرک ج ۲ صفحہ ۱۴۸ پر یہی حدیث عبد الرحمٰن ابن ابی لیلےٰ سے
اس طرح روایت کی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میری کعب ابن عجرہ سے ملاقات ہوئی۔ کعب نے
از خود کہا تو یہ پسند کرے گا کہ میں تجھے آنحضورؐ سے سنی
گئی ایک حدیث بطور ہدیہ پیش کروں ہے میں نے کہا۔ ضرور۔ کعب
نے کہا۔ میں صحابہ کی ایک پوری جماعت کے ساتھ آنحضورؐ کی خدمت
میں بیٹھا تھا کہ ہم نے بیک زبان آپ سے سوال کیا کہ۔ آپ پر درود
بھیجنے کا کیا طریقہ ہے ؟

آپ نے فرمایا اس طرح کہا کرو۔

اللھم صل علی محمد و آل محمد کما صلیت علی ابراھیم
و آل ابراھیم انک حمید مجید۔

۴۔ از روئے احادیث یہ مسلم ہے کہ نماز ہر عبادت کا مغز ہے اور درود بر محمد وآل محمد نماز کا مغز ہے۔ کیونکہ درود نماز میں واحد وہ دُعا ہے جو واجب ہے۔

ایک دن ایک عالم نے مجھ سے پوچھا کہ۔ میں نے سُنا ہے کہ آپ اس بات کے قائل ہیں کہ۔ حی علی خیر العمل۔ سے مراد محبت محمد و آل محمدؐ ہے۔

میں نے کہا۔ آپ نے درست سُنا ہے۔

اس نے کہا۔ جب اذان میں محبت محمد و آل محمد کی طرف بلایا جاتا ہے تو پھر نماز میں محبت محمد و آل محمد کا ذکر ہونا چاہیئے۔ حالانکہ ہمیں کہیں نظر نہیں آتا۔ اگر آپ کے علم میں ہو تو ہمیں مطلع فرما دیجئے۔

میں نے عرض کیا۔ بالکل نماز میں محمد و آل محمد کی محبت کا ذکر ہونا چاہیئے اور اتفاقاً نماز میں ذکر محمد و آل محمد موجود ہے۔ اور وہ ہے درود بر محمد و آل محمد۔

وہ فرمانے لگے کہ اگر یہی ذکر محبت محمد و آل محمد ہے تو یہ تو قنوت میں بھی ہوتا ہے اور اھدنا الصراط المستقیم میں بھی صراط مستقیم سے مراد راہ محمد و آل محمد ہے۔ لیکن انہیں ہم اس لیے ذکر محمد و آل محمد کی طرف بالخصوص اس لیے دعوت نہیں دے سکتے کہ قنوت میں درود مستحب ہے اور سورہ فاتحہ میں اھدنا الصراط المستقیم کی قرأت سے قصد دُعا مقصود نہیں ہوتا بلکہ تلاوت قرآن مقصود ہوتی ہے۔

میں نے کہا۔ آپ نے درست فرمایا ہے۔ تشہد میں درود بر محمد و آل محمد قرآن بھی نہیں ہے۔ اور ذکر محمدؐ و آل محمد بھی ہے اور اس کا پڑھنا واجب بھی ہے۔

۵۔ متعدد احادیث سے یہ بھی مسلم ہے کہ صلوات واحد وہ دُعا ہے جو یقیناً مقبول ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ آج تک جتنے اولیاء گزرے ہیں تمام اولیاء نے اپنے عمل میں صلوات کو اولیت اور سبقت دی ہے۔ اور آل محمد میں بلا استثناء

تا قیامت اولادِ جناب زہرا شامل ہے۔

ایک دن ایک دانشمند مجھ سے کہنے لگا کہ اگر آپکا فلسفۂ آلِ محمد درست تسلیم لیا جائے تو اس کا مقصد تو یہ ہوگا کہ اولادِ زہراء بغیر کسی عمل کے از روئے اعمال بہت بڑے دولتمند ہیں۔ کیونکہ کرۂ ارض پہ بسنے والے تمام مسلمان ہر روز کم از کم نو مرتبہ آلِ محمدؐ پر درود بھیجتے ہیں۔

میں نے کہا کہ واقعاً یہ درست ہے۔ اور اُمتِ مسلمہ جو اربوں کی تعداد میں ہے اور روزانہ اولادِ زہراء کے لیے کم از کم نو مرتبہ سلامتی کی دُعا مانگتی ہے تو اس کے اثرات اور ثمرات بھی اتنے ہی ہیں۔

پہلے مرحلہ میں اس کا اثر یہ ہے کہ سرورِ کونین کے اسمِ گرامی میں ایک گونہ عظمت پیدا ہو جاتی ہے اور آپ کا نام لینے والا انتہائی تقدس سے آپ کا نام لیتا ہے۔

دوسرے مرحلہ پر اس دُعا کے اثرات ذریتِ زہراء کے متقی افراد پہ یہ ہوتے ہیں کہ اللہ انہیں بھی مقامِ شفاعت سے نوازے گا۔

تیسرے مرحلہ میں اس دُعا کے اثرات یہ ہیں کہ اللہ اربوں مسلمانوں کی دُعا کے طفیل ذریتِ زہراء کے گناہگاروں کو معاف فرما دیتا ہے۔

چوتھے مرحلے پر دُعا کے اثرات یہ ہیں کہ سادات سے کجرو اور کج فکر سادات کے ہدایت یافتہ ہو جاتے ہیں اور دمِ آخر اللہ انہیں ہدایت سے نواز دیتا ہے۔

بنا بریں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سادات پر صلوات کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور اربوں مسلمانوں کی اپنی دُعا کی وجہ سے اگر یہ کہہ دیا جائے کہ سادات کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں تو بھی بعید نہیں ہوگا۔

میرے دانشمند دوست نے کہا۔ جہاں تک آپ کے استدلال کا تعلق ہے تو وہ

بالکل درست ہے۔ لیکن اگر ہم اس کا دوسرا پہلو دیکھیں تو ذرا تاریک سا نظر آتا ہے۔ اور وہ یوں کہ اس کا مقصد تو یہ ہوگا کہ سادات تمام شرعی تکالیف سے مبرا ہوں۔ کیونکہ جب ان کے لیے روزانہ اربوں افراد دُعا کرتے ہیں۔ اور ان کی دُعا یقیناً قبول ہوتی ہے اور اس دُعا کے اثر سے سادات کو گناہوں سے معافی مل جاتی ہے تو پھر سادات اعمال صالحہ کریں یا نہ کریں ان کے لیے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا اور وہ سیدھے جنت میں جائیں گے۔ اس نظریہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سادات کو کھلی چھٹی مل جائے گی۔ اور ان کے جی میں جو آئے گا وہی کریں گے۔

میں نے کہا۔ واقعاً آپ نے درست فرمایا ہے۔ لیکن کیا ہر کام صرف جہنم کے خوف اور جنت کے لالچ میں کرنا چاہیے۔ یا صرف اس لیے کوئی عقیدہ نہ رکھنا چاہیے کہ میرے اس عقیدہ سے فلاں کو فائدہ پہنچیگا لہٰذا میں یہ عقیدہ چھوڑ دوں۔

جب یہ مسلم ہے کہ آلِ محمدؐ سے بلا استثناء تمام ذریت زہراؑ مراد ہے۔

جب یہ مسلم ہے کہ آنحضورؐ کا نسب قیامت میں منقطع نہیں ہوگا۔

تو پھر ہمیں اس حقیقت کا کھلے دل سے اعتراف کر لینا چاہیئے کہ سادات کے ساتھ صرف آنحضورؐ کی نسبت کی وجہ سے امتیازی سلوک کیا جائے گا۔

میدان محشر میں آمد سادات

احادیث و روایات سے جو کچھ مستفاد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ سادات کی دنیا میں تشریف آوری کے بعد اور امت مسلمہ کی کروڑوں کی تعداد کی مسلسل اور متواتر دعاؤں کے نتیجہ میں ذات احدیت کیطرف سے یوم حشر سادات کو ایسا نور عطا کیا جائیگا جس سے تمام عرصہ محشر منور ہو جائیگا۔

امالی شیخ صدوق۔ رجال ابن متوکل اور حدیقۃ الناظرہ نزہۃ الخاطر میں ابو بصیر نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے۔

قیامت کے دن جب ذات احدیت کی طرف سے از آدم تا قیامت تمام افراد کو ایک میدان میں جمع کرنے کا حکم ملے گا تو اس وقت پورا میدان محشر ایک خوفناک اور ہیبتناک تاریکی میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ تمام حاضرین محشر تاریکی سے دل تنگ ہو کر عرض کرینگے بار الہا اس تاریکی نے ہمیں مار دیا ہے اس سے ہمیں نجات عنایت فرما۔ اچانک میدان محشر میں ایک طرف سے ایک گروہ وارد محشر ہوگا جنکی پیشانیوں سے اتنی روشنی اور چمک پیدا ہو رہی ہوگی کہ اس سے تمام میدان محشر منور ہو جائیگا

انہیں دیکھ کر لوگ یہ کہیں گے۔ کہ یہ نورِ انبیاء کا ہے اور وہ ہی میدان محشر میں آ رہے ہیں۔

ہاتف غیبی کی طرف سے آواز آئیگی یہ انبیاء نہیں ہیں۔

لوگ کہیں گے اگر انبیاء نہیں تو پھر ملائکہ ہونگے۔

ہاتف غیبی کیطرف سے کہا جائے گا کہ وہ ملائکہ بھی نہیں ہیں۔

لوگ کہیں گے تو پھر شہدار ہونگے۔

ذات احدیت کیطرف سے جواب ملے گا یہ شہدار بھی نہیں ہیں۔

لوگ عرض کرینگے بار الہا تو پھر یہ کون ہیں؟

خلاق عالم کی طرف سے جواب ملے گا کہ خود انہی سے پوچھ لو کہ تم کون ہو؟

اہل محشران سے پوچھیں گے کہ آپ کون ہیں؟

وُہ جواب میں کہیں گے۔ نحن من ذریۃ علی و زھراء و نحن من ذریۃ محمدؐ ہم اولاد علیؑ و زہراءؑ اور ذریت محمدؐ ہیں۔ نحن من اولاد علی ولی اللہ۔ ہم ولی خدا علیؑ کی اولاد سے ہیں۔ ہمیں اللہ کیطرف سے یہ انعام صرف اس نسب اور رشتہ کی بدولت ملا ہے ہم اس رشتہ کی بدولت لطف خالق اور عنایت الہیہ کے حقدار ٹھیرے ہیں۔

پھر خداوند عالم کی طرف سے سادات کو اجازت ملے گی۔ اے اولاد زہراءؑ۔ تم لوگوں سے امت کے کچھ افراد نے صرف اس لیے بغض کیا کہ تم اولاد زہراءؑ تھے۔ اور اُن کے برعکس کچھ لوگوں نے اس لیے تم سے محبت کی اور تمہارا احترام کیا کہ تمہارا رشتہ میری کنیز زہراء سے تھا آج اپنے موالیوں میں سے جسکی چاہو شفاعت کرو۔ تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔

اس کے بعد سادات شفاعت کرینگے اور ان کی شفاعت سے ذات احدیت کیطرف سے محبان سادات کو داخل جنت کیا جائے گا ۔

مذکورہ حدیث اور ان جیسی دیگر روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اولاد زہراؑ کو اگر انبیاء سے برتر مقام نہیں ملے گا تو ان سے کم بھی نہیں ہو گا۔ خصوصی لطف الٰہی ان کے شامل رہے گا۔ ان کی شفاعت قبول ہوگی اور ممکن ہے یہ سب کچھ امت مسلمہ کی مسلسل اور متواتر اس دُعا کا اثر ہو۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔

سادات اور آتش جہنم

عظمت سادات اور فضائے امت محمدیہ کے نتیجہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ذات احدیت نے سادات کو آتش جہنم سے آزاد رکھا ہے۔ اور دوزخ کو سادات کے لیے حرام قرار دیا ہے۔

سرور کونین کے سابقہ پیش کردہ اس ارشاد گرامی کہ۔ عصمت و عفت فاطمہ کی بدولت ذات احدیت نے ذریت زہراؑ کیلیے آتش جہنم کو حرام کیا گیا ہے۔ کے علاوہ اور بھی وافر مقدار میں اس موضوع کی احادیث و روایات موجود ہیں۔

و سنجاشی نے۔ اپنی فہرست کے باب عین میں دعبل اور اُسکے بھائی کے حوالہ سے امام رضاؑ کے ذریعہ جناب جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔

ان اللہ حرم لحم ولد فاطمۃ علی النار۔	اللہ نے اولاد فاطمہ کا گوشت آگ پر حرام قرار دیا ہے۔

و معانی الاخبار میں ابوحمزہ ثمالی نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ۔

زمرۃ ۵۳۔ قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔

انہیں بتا دو! اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے آپ پر زیادتیاں کی ہیں رحمت خدا سے مایوس نہ ہو جانا اللہ تمہارے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔

ذریت جناب زہراؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔
جب سادات کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ آتش جہنم سے آزاد ہونگے۔

- صواعق محرقہ میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ آپ نے جناب زہراء سے فرمایا کہ۔

ان اللہ غیر معذبک ولا احداً من اولادک

اللہ نہ تو تجھے اور نہ ہی تیری اولاد میں سے کسی عذاب سے دوچار کرے گا۔

- صواعق محرقہ میں آنحضورؐ سے منقول ہے کہ

ذات احدیت نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری ذریت میں سے جو افراد میری توحید اور تیری نبوت کا اقرار کریں گے میں ان پر عذاب نہیں کروں گا۔

- صواعق محرقہ ہی میں آنحضورؐ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

اے علیؑ! اللہ نے تجھے تیری ذریت تیرے متعلقین اور تیرے شیعوں کو بخش دینے کا وعدہ کیا ہے۔

- شیخ مفید نے۔ مجالس۔ میں جابر ابن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ

ایک دن سرور انبیاء اپنے دونوں بیٹوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ہاتھ پکڑے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ میں نے اپنے ان دونوں بیٹوں کو دنیا میں بزرگ کر دیا ہے اور ذات احدیت

سے دو بڑی چیزوں کی درخواست کی ہے۔ اور اللہ نے دونوں قبول کرلی ہیں۔ میں نے اللہ سے دُعا کی ہے کہ میرے ان دونوں بیٹوں کو پاک رکھے اللہ نے تطہیر حسنین کا اعلان فرمایا ہے۔ میں نے درخواست کی ہے کہ اللہ ان کی ذریت اور ان کے شیعوں کو آتش جہنم سے آزاد رکھ اللہ نے میری یہ دُعا بھی قبول فرمالی ہے۔

• کشف الغمہ میں شیعہ سُنّی محدثین سے روایت کی ہے کہ نبی کونین نے فرمایا ہے کہ۔

میں نے ذات احدیت سے درخواست کی ہے کہ میری ذریت کو آتش جہنم سے محفوظ فرما۔ ذات احدیت نے میری یہ دُعا قبول کرلی ہے۔

• امالی شیخ طوسی میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے نبی اکرمؐ سے سُنا ہے کہ۔

فاطمہ کا نام اس لیے فاطمہ ہے کہ اللہ نے اُسے اور اسکی ذریت کو آتش جہنم سے محفوظ رکھا ہے۔ بشرطیکہ قیامت کے دن ذریت فاطمہ اللہ کی توحید۔ میری رسالت۔ اور مجھ پر نازل شدہ قرآن پر ایمان کے ساتھ محشور ہوں۔

ان احادیث نبویہ کا مستفاد یہی ہے کہ ذریت جناب زہراؑ آتش جہنم سے آزاد ہے۔ آخر ایک معقول سی بات یہ بھی ہے کہ جب مسلمہ احادیث کے پیش نظر نبی اکرمؐ حضرت علیؑ۔ جناب فاطمہؑ اور ہر معصوم امام کا خمیر میوہ ہائے جنت سے ہے۔ اور تمام سادات انہی کی اولاد ہیں۔ تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایسا شخص جس میں خمیر جنت کا کروڑاں حصہ بھی شامل ہو وہ جہنم میں کیسے جائیگا اور آتش جہنم اسے کیسے جلائے گی۔ جبکہ

تمام مورخین نے بالاتفاق یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ

آنحضورؐ کا ایک رومال تھا جس سے آپ کھانے کے بعد ہاتھ صاف کرتے تھے۔ ایک دن وہی رومال آگ میں گر گیا آگ اس رومال کو نہ جلا سکی۔ جب آنحضورؐ کے جسم سے مس ہونے والا رومال نہیں جلتا تو آپ کے خون سے پیدا ہونے والی اولاد خواہ وہ پہلی صدی کی ہو یا قیامت سے ایک دن پہلے کیسے جلے گی۔

واقعہ اصمعی

میرے ان شواہد کے جواب میں میرے محقق دوست نے فرمایا۔ دلائل آپ کے درست ہیں۔ اسی سلسلہ میں مجھے جناب سجاد کا ایک ارشاد یاد پڑتا ہے جو آپ نے اصمعی سے فرمایا تھا کہ۔

اللہ نے آتش جہنم کو صرف ان لوگوں کے لیے پیدا کیا ہے جو ذات احدیت کے نافرمان ہیں خواہ وہ سادات بھی ہوں۔

جناب سجاد کے اس ارشاد کا کیا معنی ہوگا ؟

میں نے عرض کیا کہ مناسب ہوگا کہ میں اصمعی کا پورا واقعہ آپ کو سنا دوں۔ اس کے بعد فیصلہ آپ خود فرمالیں کہ معاملہ کیا ہے۔ مکمل واقعہ سننے کے بعد آپ کو دو باتیں ملحوظ رکھنا ہونگی۔ پہلی بات یہ کہ کیا واقعہ درست بھی ہے یا نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ کیا اس واقعہ سے دوسری ان تمام روایات و احادیث کی نفی ہوتی ہے جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ سادات از اول تا آخر جہنم میں نہیں جائیں گے

مستطرف میں اصمعی سے مروی ہے کہ۔

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ میں ابھی تک مسجد الحرام میں طواف کعبہ کر رہا تھا اچانک میری نگاہ اُٹھی اور میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جس نے غلاف کعبہ کو مٹھی میں پکڑ رکھا تھا اور کہہ رہا تھا۔

یا من یجیب دعوۃ المضطرین فی الظلم۔	اے تاریکی شب میں مجبور فریادیوں کی فریاد سُننے والے۔
یا کاشف الضر والبلوی مع السقم	اے مصائب، تکالیف اور بیماریاں دور کرنے والے
قد نام وفدك حول البیت وانتبھوا۔	تیرے گھر کے ارد گرد آنے اور بسنے والے سوئے بھی ہیں اور جاگتے بھی ہیں۔
وانت یا حی یا قیوم لم تنم	لیکن اے حی وقیوم اللہ تو کبھی نہیں سویا۔
ادعوك رب حزینا خائفا قلقا۔	اے اللہ! میں غمزدہ، خائف اور پریشان حال تجھے پکار رہا ہوں۔
فارحم بکائی بحق البیت والحرم۔	تجھے خانہ کعبہ اور اپنے حرم کا واسطہ میرے گریہ پر ترس فرما۔
ان کان جودك لا یرجوہ ذو سعۃ	اگر تیرے جود کی امید خوشحال نہ رکھیں تو
فمن یجود علی العاصین بالکرم۔	گناہگاروں پر تیرے سوا کوئی! احسان کریگا۔
الا ایھا المقصود فی کل حاجۃ	اے ہر ضرورت میں مقصود ذات
شکوت الیك الضر فارحم شکایتی۔	میں نے اپنی ہر فریاد تیری بارگاہ میں پیش کر دی ہے مجھ پر رحم فرما۔
الا یا رجائی انت تکشف کربتی۔	اے میری امید! تو ہی میرے مصائب کو دور کرسکتا ہے۔

فھب لی ذنوبی کلھا واقض حاجتی۔ — میری ہر لغزش معاف فرما اور میری حاجت روائی فرما۔

اتیت باعمال قبیح ردیۃ وما فی الوریٰ عبد جنیٰ کجنایتی۔ — میں بدترین اور بیکار اعمال لے کر آیا ہوں کائنات میں ایسا بندہ نہیں ہوگا جس نے میرے گناہوں جیسے ہولناک گناہ کیے ہوں

اتحرقنی بالنار یا غایۃ المنیٰ فاین رجائی ثم این مخافتی۔ — اے امیدوں کی انتہا! کیا تو مجھے آگ سے جلا دیگا اگر ایسا ہوا تو میرے خوف اور میری امید کا کیا ہوگا۔

جب اس نوجوان نے یہ مناجات پڑھی تو زمین پر گرا اور غش کھا گیا۔ میں اُس کے قریب گیا۔ دیکھا تو علیؑ ابن حسینؑ تھا۔ میں بیٹھ گیا۔ ان کا سر اُٹھا کر اپنی جھولی میں رکھا ان کی اس فریاد کو دیکھ کر میری آنکھوں سے بیساختہ آنسو بہنے لگے۔ جو گر کر آپ کے چہرہ پر ٹپکنے لگے۔

آپ نے آنکھ کھولی اور فرمایا۔ میرے اور میرے آقا کے مابین حائل والا کون ہے؟ میں نے عرض کیا۔ میں آپکا ایک غلام اصمعی ہوں۔ اے آقا! آپ کونسے گناہوں کی معافی مانگ رہے تھے؟ آپ کس بات پر اتنی جزع و فزع کر رہے تھے؟ حالانکہ آپ اہلبیت نبوت۔ اور معدن رسالت سے ہیں۔ آپ کے حق میں تو اللہ نے آیۃ تطہیر نازل فرمائی ہے۔

اس وقت آپ نے فرمایا۔ اے اصمعی! اللہ نے جنت صرف ان لوگوں کے لیے پیدا کی ہے جو اس کی اطاعت کرے خواہ وہ کوئی حبشی ہی ہو اور اللہ نے جہنم ان لوگوں کے لیے پیدا کیا ہے جو نافرمان ہو خواہ وُہ کوئی قرشی ہی ہو۔ کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی۔

فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینهم یومئذٍ ولا یتساءلون فمن ثقلت موازینه فاولئك الذین خسروا انفسهم فی جهنم خالدون۔

جب صور پھونک دی جائیگی تو تمام باہمی رشتے ختم ہو جائیں گے اور ان سے رشتوں کی بات ہی نہ کی جائیگی بس جسکے اعمال بد کا پلڑا بھاری رہا وہی خسارہ میں رہ کر ہمیشہ کیلیے جہنم میں ڈالدیئے جائیں گے۔

اولاً تو یہ واقعہ ہمارے موضوع سے متعلق ہی نہیں ہے۔ اور ثانیاً چند وجوہ کی بنا پر یہ واقعہ کچھ خانہ ساز سا لگتا ہے۔

۱۔ امام سجادؑ کے اشعار میں سے ایک شعر ہے۔

اتیت باعمال قبیح ردیة
وما فی الوریٰ عبد جنیٰ کجنایتی

میں بد ترین اور برے اعمال لے کر آیا ہوں کائنات میں ایسا بندہ نہیں ہوگا جس نے میرے گناہوں جیسے گناہوں کا ارتکاب کیا ہو۔

میں نہیں سمجھتا کہ۔ اصمعی نے ان اشعار کو امام سجاد سے منسوب کر کے کتنا انعام لیا ہوگا لیکن ہمارے سامنے سوال یہ ہے کہ۔

ل۔ امام سجادؑ نے وہ کونسا جرم کیا تھا جو ہر ایک کے جرم سے بد تر جرم تھا؟

ب۔ امام سجادؑ نے یا تو دروغگوئی سے کام لیا ہے؟ اور یا حقیقتاً کسی ایسے جرم کے مرتکب ہوئے تھے۔؟

ممکن ہے یہ کہا جائے کہ۔ ہر شخص اپنی معرفت کے مطابق خالق سے بات کرتا ہے۔ میں عرض کروں گا کہ۔ اگر تو آپ صرف یہ فرما دیتے کہ میں گنہگار ہوں۔ تو بات ماننے والی تھی اور سمجھ آجاتی۔ لیکن یہاں معاملہ آپکے گنہگار ہونے کا نہیں ہے

بلکہ آپ نے متقابلتاً بات کی ہے اور یہ کہا ہے۔ کہ کرہ ارض پر مجھ جیسا بدکار کوئی بھی نہیں ہوگا۔ اگر ہم امام سجاد کی عصمت کو ایک طرف رکھ کر تاریخ کے آئینہ میں بھی آپ کی زندگی کا جائزہ لیں تو بھی ہمیں آپ کی زندگی میں جرم تو کیا ایک معمولی سا امر مکروہ بھی نظر نہ آئیگا۔

لہٰذا مناسب ہوگا کہ ایک غلطی کو بار بار دھرانیکی بجائے اور اصمعی کی وکالت کرنیکی بجائے سیدھی طرح یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ واقعہ خود ساختہ واقعہ ہے اور اصمعی جیسے افراد سے یہ بعید بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اصمعی کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ اموی دستر خوان کا پروردہ۔ اموّیت کا مبلغ۔ یزید۔ اور خاندان مروان کے سرکردہ نمک خواروں سے ہے۔ اس نے کیا کچھ لکھا ہے اور کس کس کیلئے لکھا ہے یہ بتانے سے ہم اپنے موضوع سے بار ہو جائیں گے۔ ہمارے لیے امام سجاد کیطرف کسی معمولی سے معمولی جُرم کی نسبت دینے کی بجائے یہ بات زیادہ آسان ہے کہ ہم اس قسم کے راوی کو اپنی زندگی اس کی بود و باش اور نشست و برخاست کا جائزہ لیکر ایسی روایات کو اصول روایت پر پرکھیں اور اصول روایت کی رُو سے اصمعی کا تذکرہ دروغگو اور خوشامدی مورخین میں تو ملے گا لیکن محدثین کی فہرست میں اصمعی کا شمار نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ واقعہ سرے سے غلط اور بے بنیاد ہے۔

۲۔ اگر ہم اس واقعہ کو درست تسلیم کر لیں۔ اور امام سجاد کے مذکورہ بالا شعر کو ان کی معرفت عالیہ پر محمول کر لیں تو بھی یہ واقعہ ہمارے موضوع سے منافات نہیں رکھتا۔ کیونکہ ہم نے سابقاً جو فضائل بیان کئے ہیں ان میں سے کچھ قریش سے متعلق ہیں۔ کچھ

بنی ہاشم سے متعلق ہیں۔ اور کچھ

سادات بنی فاطمہ سے متعلق ہیں۔

جہانتک آتش جہنم میں سادات کے عدم ورود کا تعلق ہے تو ان مسلمات کا تعلق سادات بنی فاطمہ سے ہے جبکہ امام سجاد نے اصمعی کو یہ فرمایا ہے کہ:۔ اللہ کا نافرمان خواہ قرشی بھی ہو جہنم میں جائے گا۔ آپ نے سادات بنی فاطمہ کی مثال نہیں دی بلکہ قرشی کا نام لیا ہے۔ اور ہمیں اس سے ہرگز انکار نہیں ہے کہ۔ قرشی اگر نافرمانی کا ارتکاب کرے گا تو وہ جہنم میں نہیں جائیگا بلکہ ہم اسکے قائل ہیں کہ سادات بنی فاطمہ کے علاوہ جو کوئی نافرمان ہوگا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگتے گا۔

۳۔ امام سجاد نے جس آیت کا حوالہ دیا ہے کہ قیامت کے دن نسب منقطع ہوجائیں گے۔ یہ ایک عام آیت ہے اور عام کی تخصیص حدیث سے ہوسکتی ہے چنانچہ آنحضور کی احادیث اس کی مخصص ہیں۔ اور یہی کہا جائے گا کہ ہر نسب منقطع ہوجائے گا لیکن ذریت نبویہ کا نسب کالعدم نہیں ہوگا۔

۴۔ اصمعی نے آپ کو یاد دلایا کہ آپ مصداق تطہیر ہیں۔ توبقول اصمعی آپ نے جواب میں فرمایا۔ ہیہات ہیہات۔ گویا آپ اس بات سے انکار کر رہے ہیں کہ میں مصداق تطہیر ہوں۔ یا۔ آپ اصمعی کو فرما رہے ہیں کہ تجھے مصداق آیت میں اشتباہ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے اپنی نفی کی ہے تو یہ متواترات اور مسلمات کے خلاف ہوگا اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے اصمعی کو تنبیہ کی ہے تو پھر اصمعی کو پوچھنا چاہیئے تھا کہ اگر مجھے اشتباہ ہے تو آپ دور فرمادیں۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ غلط منسوب ہے۔

۵۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اصمعی قطعاً اس قابل نہیں ہے کہ اسکی ایک ناقابل اعتماد روایت کو لیکر ہم اسکے مقابلہ میں بیسیوں صحیح اور مستند

روایات کو ترک کردیں۔ جو قطعاً ناممکن ہے۔

میری یہ عرض داشت سنکر میرا دوست اس واقعہ کے جعلی ہونے کا تو قائل ہوگیا۔ لیکن پھر سوال کیا کہ اس سلسلہ میں آنحضورؐ سے ایک حدیث بھی منقول ہے اور شاید آپ بھی اسے صحیح تسلیم کرتے ہونگے اور وُہ یہ ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔

اے بنی ہاشم قیامت کے دِن ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ اپنے اعمال کے ساتھ میرے پاس آئیں اور تم بنی ہاشم صرف میری قرابت کا رشتہ لیکر آؤ۔

اس کا مطلب کیا ہوگا۔؟

میں نے عرض کیا۔ آپ کا اندازہ درست ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے لیکن اس اعتبار سے قابل غور ہے کہ میرا موضوع سادات بنی فاطمہ ہیں۔ جبکہ حدیث کا تعلق بنی ہاشم سے ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں آپنے بنی ہاشم سے قرابت کی بنیاد پر برائت کا اظہار نہیں کیا بلکہ آپنے بنی ہاشم کو اعمال صالحہ پر اکسانے اور آمادہ کرنیکی خاطر فرمایا ہے کہ ۔ صرف رشتہ لیکر نہ آجانا۔ اعمال بھی ساتھ ہونا چاہئیں۔ میرے دوست نے پھر پوچھا، کیا آپ کے مطابق اولادِ زہراؑ میں سے کوئی بھی کسی عنوان سے جہنم میں نہیں جائیگا ؟

میں نے کہا۔ نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ میرا مقصد صرف خوش اعتقادی نہیں بلکہ احادیث و روایات کے مسلمات ہیں۔ اور میں وکالت سادات اپنی مسلمات کے دائرہ میں رہ کر کرتا ہوں اس سے باہر نہیں جاتا۔ اولاد جناب زہراؑ میں دو قسم کے افراد جہنم میں جائیں گے ایک ایسے افراد جو مدعی امامت ہونگے اس سلسلہ میں ارشاد

قدرت ہے۔

زمرع ۶۰ یوم القیامۃ ترى الذين كذبوا على الله وجوههم مسودة اليس في جهنم مثوى للمتكبرين۔

قیامت کے دن جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ بکا ہوگا ان کے چہرے تم سیاہ دیکھوگے کیا متکبرین کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے ہے

امام صادق نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ۔ جھوٹے مدعیان امامت کو متکبرین سے تعبیر کیا گیا ہے آپ سے پوچھا گیا کیا ایسے افراد اگر اولاد علیؑ و زہراؑ سے ہوں تو بھی متکبرین کے ساتھ جہنم جائیں گے ؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں اگرچہ اولاد علیؑ و زہراؑ سے بھی ہوں ان کا انجام یہی ہوگا۔

آگے چل کر ہم ثم اورثنا الکتاب کی تفسیر کے ذیل میں احادیث و روایات پیش کرینگے جن میں بتایا گیا ہے کہ جھوٹے مدعیان امامت خواہ کسی بھی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہوں داخل جہنم ہونگے۔

میرے دوست نے سوال کیا کہ۔ کہ جھوٹے مدعیان امامت سادات بنی فاطمہ درود کے ذیل میں آتے نہیں یا آتے ہیں لیکن ان پر عذاب میں تخفیف ہوگی ؟

میں نے کہا۔ آپ کا سوال درست ہے۔ جہاں تک صلوات کا تعلق ہے تو وہ آل محمدؐ کی نسبت سے قہراً انہیں شامل ہوگی۔ لیکن چونکہ امامت باطلہ کا دعویٰ اتنا عظیم گناہ ہے کہ اس کے لیے معافی کی گنجائش نہیں ہے اس لیے ایسے افراد معذب تو ضرور ہونگے لیکن صلوات کی بدولت ان کے عذاب میں یقیناً تخفیف بھی ہوگی۔ اور ممکن ہے اس تخفیف کی بدولت۔ جھوٹے مدعیان امامت سادات کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہ رکھا جائے۔

تمام سادات داخل جنت ہونگے

فضائل سادات میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ سادات بنی فاطمہ داخل جنت ہونگے۔ کیونکہ کھربوں کی تعداد میں اُمّت مسلمہ کی دُعا کا تقاضا یہ ہے کہ ذات احدیت ذریت رسول کو معاف فرمائے۔

ارشاد رب العزت ہے۔

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا
من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ
و منھم مقتصد و منھم
سابق بالخیرات باذن اللّٰہ
ذالک ھو الفضل الکبیر۔
جنات عدن یدخلو نھا
یحلون فیھا من اساور من

پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث ان افراد
کو قرار دیا جنہیں ہم نے مصطفیٰ کیا ہے
ان میں سے کچھ ظالم لنفسہ ہیں۔ کچھ
میانہ رو ہیں اور کچھ باذن اللہ سابق الی
الخیرات ہیں یہ اللہ کی طرف سے بہت
بڑی عنایت ہے۔
جنت عدن میں داخل ہونگے جہاں انہیں

ذهب ولؤلؤا ولباسهم فيها
حرير۔ و قالوا الحمد لله الذی
اذهب عنا الحزن ان ربنا لغفور
شکور۔ الذی احلنا دار المقامة
من فضله لا یمسنا فیها نصب
ولا یمسنا فیها لغوب۔

☆

☆

سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔
موتیوں کے ہار پہنائے جائیں گے۔ ریشمی
لباس ہونگے۔ اور وہ کہیں گے۔ اس اللہ
کی حمد ہے جس نے اب ہر غم کو ہم سے دور
کر دیا ہے۔ یقیناً اللہ غفور اور شکور ہے وہ
اللہ جس نے ہمیں مقام امن سے نوازا ہے۔
اب ہمیں یہاں نہ کسی قسم کا غم چھوئے گا اور
نہ ہی کوئی تکلیف ہوگی۔

ازروئے روایات آیت کی اجمالی تفسیر

ہم نے نبی اکرم کے بعد علوم قرآن بطور وراثت ان لوگوں کے سپرد کئے ہیں جنہیں ہم نے اپنے بندوں سے منتخب کیا ہے یعنی اولاد جناب زہراؑ۔ ان میں سے کچھ ظالم لنفسہ ہیں۔ یعنی اپنے امام زمانہ کی معرفت سے تہی دامن ہیں۔ اور کچھ اپنے امام زمانہ کی معرفت اور اطاعت سے بہرہ ور ہیں جو میانہ رو ہیں اور کچھ آئمہ معصومین ہیں جو سابق الی الخیرات ہیں۔ یہ اللہ کی بہت بڑی نوازش ہے۔ ان تینوں گروہوں کو اللہ داخل جنت کرے گا۔ اور یہ لوگ بلا استثناء طلائی اور موتیائی زیورات سے مزین ہو کر ریشمی لباس پہنائے جائیں گے داخل جنت ہونے کے بعد اولاد جناب زہرا کہے گی۔ اللہ کی حمد ہے کہ اس نے اب ہر قسم کا غم ہم سے ختم کر دیا ہے یعنی اولاد زہراؑ کا یہ غم کہ ہمارا انجام کیا ہوگا۔ اب ہمیں مخذرہ کونین سے نسبت کے طفیل اللہ نے جنت دیدی ہے۔ اور میانہ رو اور سابق الی الخیرات اولاد جناب زہراؑ کا یہ غم کہ ہمارے شیعوں اور موالیوں کو ہماری شفاعت

سے داخل جنت کیا جاتا ہے یا نہیں۔ اب وعدہ ہو گیا ہے۔ اللہ اس لیے مشکور ہے کہ اس نے آئمہ اطہار کے اعمال صالحہ کی بدولت انہیں حق شفاعت دیکر شیعیان آل محمدؐ کو داخل جنت کر دیا ہے۔ اور اللہ اولاد جناب زہراؑ کے گنہگاروں اور معرفت امام نہ رکھنے والوں کے لیے غفور ہے۔

مذکورہ اجمالی تفسیر ائمہ اہلبیت سے مروی دسیوں روایات سے بطور خلاصہ پیش کی ہے اب مناسب ہوگا اگر بطور نمونہ چند ایک روایات بھی نذر قارئین کر دیں۔ تاکہ جو لوگ اپنے دلوں میں عداوت سادات لیے پھرتے ہیں۔ ممکن ہے ان کے ذہن کے تاریک گوشے کسی حد تک روشن ہو جائیں۔

حدیث ۱: عیون اخبار الرضا میں ریان ابن صلت سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام رضاؑ بزم مامون میں بیٹھے تھے۔ جہاں عراق وایران کے دیگر علماء سے آیت مذکورہ کا معنی پوچھا۔

علماء نے جواب دیا کہ۔ اس آیت کا مصداق امت نبویہ سے تین گروہ ہیں۔

مامون امام رضاؑ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کی: اے ابوالحسنؑ آپ کا کیا خیال ہے آپ نے فرمایا: میرا نظریہ ان لوگوں سے مختلف ہے۔ میرے نزدیک اس آیت کا مصداق صرف اولاد زہراؑ سے تین گروہ ہیں۔

مامون نے کہا۔ کیا آپکے اپنے نظریہ کی کوئی دلیل بھی ہے ؟

امام رضاؑ نے فرمایا: آپ کو معلوم ہے کہ ہم کوئی بات قرآن وسنت کے خلاف نہیں کہتے۔ اگر میرے پاس میرے نظریہ کی مؤید حدیث نبوی یا قرآنی آیت نہ ہوتی تو میں یہ دعویٰ ہرگز نہ کرتا۔

مامون نے کہا۔ ہم بھی تو سنیں کہ آپکے پاس کونسی دلیل ہے ؟

امام رضاؑ نے فرمایا۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر تمام اُمّت کو اللہ نے اس آیت میں تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ اُمّت نبویہ میں سے کوئی فرد بھی داخل جہنم نہ ہو اور سب جنتی ہوں۔ کیونکہ اللہ نے واضح سی تقسیم فرما دی ہے کہ ان میں سے کچھ ظالم النفس ہیں۔ کچھ میانہ رو ہیں اور کچھ سابق الی الخیرات ہیں۔ اگر آپ کی عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ تمام اُمّت کا ہر فرد داخل جنت ہوگا تو آپ بتا دیں۔

مامون نے کہا۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا۔

امام رضاؑ نے علماء سے فرمایا۔ کہ آپ لوگوں کا کیا خیال ہے۔ کیا تمام اُمّت محمدیہ بلا تفریق داخل جنت ہوگی؟

تمام علماء نے عرض کیا۔ ایسا تو ناممکن ہے۔

امام رضاؑ نے فرمایا۔ کہ جب آپ کی یہ عقل تسلیم نہیں کرتی تو پھر ہمیں اس آیت کا مصداق ترجیح بالمرجح کے بطور کسی ایک قبیلہ کو بنانا ہوگا اور وہ قبیلہ ذریت رسول کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔

حدیث ۲ : اصول کافی میں احمد ابن عمر سے منقول ہے کہ۔

میں نے امام رضاؑ سے مذکورہ بالا آیت کا معنی پوچھا۔

آپ نے فرمایا۔ اس آیت کا مصداق اولاد جناب زہراء کے گناہگار افراد ہیں۔ اور سابق الی الخیرات کا مصداق ائمہ اہلبیت ہیں۔

اور میانہ رو اولاد جناب زہراء سے وہ افراد ہیں جو غیر معصوم ہیں لیکن اعمال صالحہ کے دارا ہیں۔

حدیث ۳ : مجمع البیان میں امام صادقؑ سے اس آیت کی۔

یوں منقول ہے۔
ظالم لنفسہ ذریت رسولؐ کے وہ افراد ہیں جو اپنے امام وقت کی معرفت سے خالی ہیں۔
میانہ رو وہ اولاد جناب زہراءؑ ہے جو اپنے امام زمانہ کی معرفت سے بہرہ ور ہیں
اور سابق بالخیرات ذریت فاطمہؑ سے معصوم ائمہؑ ہیں۔

حدیث ۴: تفسیر برہان میں ابو اسحاق سبیعی سے مروی ہے کہ

ایک مرتبہ جب میں حج کو جا رہا تھا راستہ میں امام محمد باقرؑ سے ملاقات ہوئی میں نے آپ سے زیرِ نظر آیت کا معنی پوچھا۔
آپ نے فرمایا۔ تیرے علمائے کوفہ کیا کہتے ہیں؟
میں نے عرض کیا۔ کہ ان کے نزدیک تو اس آیت کا تعلق تمام امت سے ہے۔
آپ نے فرمایا۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر جب وہ ارتکاب گناہ کر رہے ہوں انہیں کس بات کا ڈر ہوتا ہے۔ جبکہ انہیں یقین ہے کہ ہم داخل جنت ہونگے؟
میں نے عرض کیا آپ کے نزدیک اس آیت کا مصداق کون ہیں؟
آپ نے فرمایا۔ اے ابو اسحاق! اس آیت کا مصداق صرف ہم ذریت زہراءؑ ہیں۔ سابق بالخیرات آئمہ معصومین ہیں۔ میانہ رو وہ سادات ہیں جو امام زمانہ کو پہچان کر اطاعت خالق کرتے ہیں اور ظالم لنفسہ وہ سادات ہیں جو دوسرے لوگوں کی طرح امام زمانہ کو نہیں پہچانتے اور اطاعت خالق نہیں کرتے۔
اے ابو اسحاق! یاد رکھ اللہ نے ہمارے صدقہ آپ لوگوں کی گردن سے طوق غلامی دور رکھا ہے۔
اللہ نے ہمارے طفیل تمہیں اپنی رحمت سے نوازا ہے۔

ہم تمہارے لیے ویسی پناہگاہ ہیں جیسی پناہگاہ اللہ نے اصحاب کہف کو مہیا فرمائی ہے
ہم تمہارے درمیان کشتی نوح کی مثال ہیں۔
ہم تمہاری مغفرت کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔
ہم تمہارے لیے باب حطہ ہیں۔

حدیث ۵ : تفسیر برہان میں زیاد ابن منذر سے مروی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے۔ آیت زیرِ نظر میں تینوں گروہوں کا مصداق سادات بنی فاطمہ ہیں۔
ظالم لنفسہ کا مصداق گنہگار سادات ہیں۔
میانہ رو کا مصداق اعمال صالحہ کے حامل سادات ہیں۔
سابق الی الخیرات کا مصداق ائمہ معصومین ہیں۔

حدیث ۶ : ثاقب المناقب میں ابو ہاشم جعفری سے مروی ہے کہ میں امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں تھا اور آپؑ سے آیت زیرِ نظر کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا۔ اس کا مصداق صرف اور صرف آل محمدؐ کے تین گروہ ہیں۔
یہ سن کر بیساختہ میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ اور دل میں سوچنے لگا کہ اللہ نے اس خاندان کو کتنا مقام دیا ہے اور اُمت نے اس خاندان کو کہاں لاکھڑا کیا ہے۔

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا۔ اے ابو ہاشم ! اللہ نے جو مقام ذریت زہراؑ کو دیا ہے وہ اس سے بھی کہیں بلند ہے تو اس بات کا شکریہ ادا کیا کر کہ اللہ تجھے ولائے آل محمدؐ کے متمسکین سے محشور کرے۔ اے ابو ہاشم میں تجھے بشارت دیتا ہوں کہ انشاء اللہ تیرا انجام نیک ہوگا۔

حدیث ۷: علی ابن فرات کی تفسیر میں امام معصوم سے

زیر نظر آیت کا مصداق صرف اور صرف ذریت حضرت فاطمہ زہرا ہے۔

حدیث ۸: تفسیر برہان میں سورہ ابن کلبیہ سے

امام باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر زیر نظر آیت کی تفسیر پوچھی۔
تو آپ نے فرمایا کہ اس آیت کا مصداق صرف اور صرف اولاد حضرت فاطمہ زہرا ہے۔
میں نے عرض کیا، کیا آپ کے شیعہ کے لیے بھی کچھ ہے؟
آپ نے فرمایا، ہاں ان شاء اللہ۔ اللہ ہمارے شیعہ کو ہماری شفاعت نصیب کرے گا
اور ان کا انجام بھی بخیر ہوگا۔

حدیث ۹: تفسیر برہان ہی میں سورہ سے مروی ہے کہ

امام باقرؑ نے فرمایا۔ یہ آیت بالخصوص اولاد علیؑ و فاطمہؑ سے مخصوص ہے۔

حدیث ۱۰: ابو حمزہ ثمالی کہتا ہے کہ میں امام باقرؑ کی خدمت

میں بیٹھا تھا کہ بصرہ سے دو افراد نے آپ سے اس آیت کا معنی پوچھا۔ آپ نے فرمایا
اس آیت کا مصداق ذریت علیؑ و فاطمہؑ کے سوا اور کوئی بھی نہیں ہے۔
میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ میں سے ظالم لنفسہ کون ہیں؟
آپ نے فرمایا۔ جن کے گناہ ان کے اعمال صالحہ سے تجاوز کر جائیں۔
میں نے عرض کیا۔ اور میانہ رو کون ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ غیر معصوم اور اعمال صالحہ کے حامل۔ سادات۔

میں نے عرض کیا۔ سابق بالخیرات کون ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ آئمہ معصومینؑ۔

حدیث ع۱۱ : فضائل السادات میں امام محمد باقرؑ اور امام صادقؑ جبر دونے مروی ہے کہ،

یہ آیت صرف اور صرف سادات بنی فاطمہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

حدیث ع۱۲ : احتجاج طبرسی میں ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ۔

میں نے امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ۔ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ یہ آیت صرف اولاد جناب زہراؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تیرا عقیدہ درست ہے۔ اللہ نے یہ تمغہ صرف سادات بنی فاطمہؑ کو جناب سیدہ سے محبت کے صلہ میں دیا ہے۔

حدیث ع۱۳ : اصول کافی میں سلیمان ابن خالد نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ۔

میں نے آپ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا۔

آپ نے فرمایا۔ تیرا کیا خیال ہے؟

میں نے عرض کیا۔ میرے خیال میں تو اس آیت کا تعلق سادات بنی فاطمہؑ سے ہے۔

آپ نے فرمایا۔ خیال تو درست ہے۔ لیکن سادات بنی فاطمہؑ سے جو لوگ

تلوار بدست ہو کر ایک طرف لوگوں میں افتراق کی تخم ریزی کر رہے ہیں اور طرف سوالیان آل محمد کے لیے وبال جان بن رہے ہیں وہ اس آیت کا مصداق ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ ظالم لنفسہ سے مراد گنہگاران بنی فاطمہؑ ہیں۔ میانہ رو سے مراد غیر معصوم صالح اولاد زہراؑ ہیں۔ اور سابق بالخیرات کا مصداق آئمہ آل محمد ہیں۔

حدیث ۱۴: تفسیر صافی میں امام موسیٰ کاظم سے مروی ہے کہ۔

وہ ہم بنی فاطمہؑ ہیں اللہ نے جنہیں منتخب کر کے وارث کتاب بنایا ہے۔

حدیث ۱۵: خرائج میں امام عسکری سے مروی ہے کہ جب آپ اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے تو فرماتے تھے۔

اس آیت کا مصداق صرف اولاد علیؑ و زہراؑ ہیں۔ ظالم لنفسہ وہ ہیں جو اپنے امام زمانہ کی امامت کا اقرار نہ کریں۔ میانہ رو وہ ہیں وہ امام زمانہ کی امامت کا اقرار کر کے اطاعتِ خدا کریں اور سابق بالخیرات ائمہ اہلبیت ہیں۔

حدیث ۱۶: خرائج میں امام صادق سے منقول ہے کہ۔

ذات احدیت نے جناب زہراؑ کی عظمت کے پیش نظر اولاد جناب زہراؑ کو منتخب کر کے اپنی کتاب کا وارث قرار دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے تینوں گروہوں کی تفصیل بتائی۔

حدیث ۱۷: مناقب میں امام صادق سے مروی ہے کہ۔

یعنی آیت ہم ذریت جناب زہراؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

حدیث ۱۲۸ :: فضائل السادات میں اسامہ ابن زید سے مروی ہے کہ۔

نبی اکرمؐ نے اس آیت کے سلسلہ میں فرمایا ہے کہ اس کا مصداق صرف میری ذریت ہے میری ذریت کے صالح مدارج عالیہ میں ہونگے۔ اور میری ذریت کے غیر صالح بھی مغفور ہونگے۔

حدیث ۱۲۹ :: اصول کافی میں سلم سے باسند صحیح مروی ہے کہ مصداق آیت اولاد زہراؑ کے گناہگار۔ میانہ رو اور اہلبیت ہیں۔

حدیث ۱۳۰ :: تفسیر برہان میں امام صادق نے تفسیر آیت میں بتایا ہے کہ مصداق آیت سادات بنی فاطمہ کے تمام افراد ہیں۔

حدیث ۱۳۱ :: تفسیر برہان میں ابن جارود نے امام صادق سے روایت کی ہے کہ:۔

مصداق آیت سادات بنی فاطمہؑ ہیں۔

حدیث ۱۳۲ :: تفسیر برہان میں کتب اہلسنت کے حوالہ سے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ۔

بقول رسول اکرمؐ مصداق آیت اولاد جناب زہراؑ ہے۔

حدیث ۲۳ : مجمع البیان میں ابو درداء سے مروی ہے کہ ۔
میں نے نبی اکرمؐ سے سُنا ہے فرما رہے تھے ۔ آیت کا مصداق میری ذریت کے سابق بالخیرات وہ لوگ ہیں جو بلاحساب داخل جنت ہونگے جن سے تھوڑا سا حساب لیا جائیگا اور ظالم لنفسہ وہ افراد ہونگے جن سے سختی سے حساب لیکر داخل جنت کیا جائے گا ۔

حدیث ۲۴ : مجمع البیان میں عمر ابن خطاب سے مروی ہے کہ ۔
آنحضورؐ نے فرمایا ہے ۔ میری ذریت سے سابق بالخیرات بلاحساب داخل جنت ہونگے ۔ اور دوسرے دو گروہ حساب کے بعد داخل جنت ہونگے ۔

حدیث ۲۵ : فضائل السادات میں ابوحمزہ ثمالی نے امام سجادؑ سے روایت کی ہے کہ ۔
مصداق آیت صرف اور صرف سادات بنی فاطمہ ہیں ۔

حدیث ۲۶ : فضائل السادات ہی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ یہ آیت صرف اور صرف اولاد علیؑ و زہراؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے ۔

حدیث ۲۷ : فضائل السادات میں سفیان ثوری سے مروی ہے کہ مجھ تک حضرت علیؑ کے ذریعہ آنحضورؐ سے روایت پہنچی ہے کہ مصداق آیت

ذریت بتول عذرا ہے۔

حدیث ۲۸: تفسیر علی ابن فرات میں جہم ابن حر سے مروی ہے کہ

ایک دن مسجد نبوی میں بیٹھا تھا۔ تنہائی میں طبیعت پریشان تھی۔ میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے یوں دعا کی۔

اے اللہ! میری تنہائی کا مونس کسی ایسے مرد صالح کو بھیج جسکی صحبت میری پریشانی کو ختم کر دے۔ اتنے میں صحابی رسول ابو دردار میرے قریب آگیا۔

میں نے اس کے سامنے اپنی دعا کا ذکر کیا۔ اس نے کہا۔ آپ نے مجھے بہت خوش کر دیا ہے۔ اب میں بھی آپ کو خوش کرتا ہوں۔ آپ کو ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جو میں نے اپنے کانوں سے آنحضورؐ سے سُنی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ۔

آنحضورؐ نے زیر نظر آیت کی تلاوت کی اور پھر فرمایا۔

اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو میری ذریت کو داخل جہنم نہیں کرے گا اور تو نے میری ذریت کو منتخب کر لیا ہے۔ میرے ذریت کے کم ترین اعمال کی جزا بھی عالی ترین عنایت فرمائے گا۔

حدیث ۲۹: خرائج میں حسن ابن راشد سے مروی ہے کہ۔

میں امام صادق کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ میں نے جناب زید ابن علیؑ کا ذکر کیا اور اُسکے نقائص بیان کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔

ایسا نہ کیا کرو۔ ذاتِ احدیت نے جناب فاطمہ کی عصمت۔ عفت۔ اور عظمت و نجابت کی بدولت اولاد زہراؑ کے لیے آتش جہنم حرام کی ہے۔ اللہ

ام السادات کی دلجوئی کی خاطر اسے زندگی میں اسکی ذریت کو بشارت جنت دے دی تھی۔ ثم اورثنا الکتاب الخ ذات احدیت نے ظالم لنفسہ کے ذیل میں اولاد زہرا ہی کے گنا ہگاروں کا ذکر کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۰: شیخ صدوق نے اپنے اعتقادات میں تو یہ فرمایا ہے

اولاد علیؑ و زہراؑ کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ یہی آل محمدؐ ہے اور اجر رسالت ہونیکی وجہ سے ان کی محبت واجب ہے امام صادقؑ سے ثم اورثنا الکتاب کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔ کہ اسی آیت کا مصداق اولاد علیؑ و زہراؑ ہے۔

سلسلہ سادات میں وارد احادیث و روایات میں سے بطور نمونہ مذکورہ بالا چند ایک ہم نے پیش کر دی ہیں قارئین کی سہولت اور اپنی آسانی کے لیے ہم نے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔ ان احادیث سے جو نتائج سامنے آتے ہیں وہ میرے ذیل کے مکالمہ سے آپ سمجھ سکتے ہیں۔

ایک مرتبہ میں مکہ میں عمرہ کی خاطر گیا۔ ایک دن مسجد الحرام میں بیٹھا تھا کہ ایک انتہائی سن رسیدہ عالم دین مسجد الحرام ہی میں طلبہ کو درس تفسیر دے رہے تھے۔ میں ذرا اور قریب ہو کر شامل درس ہو گیا۔ اتفاقاً یہی پیش کردہ آیت ہی عنوان تفسیر تھی۔ انہوں نے کہا۔ کہ اس آیت کا مصداق تمام اُمت ہے کیونکہ ہم ہی ہر کتاب کے وارث ہیں۔

میں نے ان عالم سے سوال پوچھنے کی اجازت مانگ لی۔ خوش نصیبی سے انہوں نے بھی اجازت دیدی۔ چنانچہ میں نے سوال

کیا امت محمدیہ آیت کے لفظ مصطفیٰ افراد کا مصداق ہے یا۔ امت محمدیہ

من عبادنا کا مصداق ہے ؟

اس نے کہا۔ عبادنا سے مراد تو تمام افراد بلا تفریق مسلک مستحق جنت ٹھہریں گے اور امت محمدیہ کا کوئی بھی فرد جہنم میں نہیں جائے گا۔

اس نے کہا وہ کیسے ؟

میں نے کہا اس آیت کے اختتامیہ میں مصطفےٰ افراد کے جنت میں جانے کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ جنت میں انہیں کتنی مراعات دی جائیں گی۔

اس نے کہا۔ بات آپ کی درست ہے۔ لیکن میں نے اپنی طرف سے تفسیر نہیں بتائی جب کہ جو کچھ عبداللہ ابن مسعود اور عبداللہ ابن عباس نے روایت کی ہے میں نے وہی سنا دی ہے۔

میں نے کہا۔ آپ کے خیال میں تفسیر قرآن کے سلسلہ میں عبداللہ ابن عباس زیادہ عالم تھے یا حضرت علیؑ ؟

اس نے کہا۔ بلا شک و تردید کہا جا سکتا ہے کہ علی ابن ابیطالب تفسیر قرآن میں حقائق سے زیادہ آشنا تھا۔ لیکن کیا حضرت علیؑ کا نظریہ کچھ مختلف ہے ؟

میں نے کہا۔ جب آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ حقائق قرآن سے زیادہ واقف تھے تو پھر آپ آیات کی تفسیر کی خاطر دوسروں کی روایات کا سہارا کیوں لیتے ہیں؟ اور حضرت علیؑ کی روایات کی تلاش کیوں نہیں کرتے۔ اس وقت کم و بیش مجھے تیس روایات ایسی یاد ہیں جو حضرت علیؑ۔ نبی اکرمؐ اور دیگر ائمہ اہلبیت سے اسی آیت کی تفسیر میں منقول ہیں اور آپ کی بیان کردہ تفسیر سے قطعاً مختلف ہیں۔

اس نے کہا۔ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کیا کہا ہے ؟

میں نے کہا۔ کہ ان تمام روایات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آیت کا مصداق صرف ذریت نبویہ ہے۔ ویسے میں نے آنحضورؐ سے دیگر روایات اس ذیل میں دیکھی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ۔ مصداق آیت صرف اور صرف ذریت جناب فاطمہؑ سے اور اولاد زہراؑ آتش جہنم سے آزاد ہے۔

ہماری گفتگو اس مقام پر ختم ہو گئی۔ لیکن اسی درس میں موجود ایک طالب علم شاید کچھ تسلی نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے اسی رات کو اس نے مجھے جب حرم میں دیکھا تو میرے قریب آگیا اور کہنے لگا کہ

تین روایات مجھے ملی ہیں جو آپ کے بیان کردہ مسلک سے مختلف ہیں۔

۱۔ ایک روایت ام المومنین عائشہ سے ہے کہ۔ ظالم لنفسہ سے مراد ہم اور آپ جیسے افراد ہیں۔ میانہ رو سے مراد آنحضور کے بعد وفات پانے والے صحابہ ہیں۔ اور سابق بالخیرات سے مراد آپ کی زندگی میں شہادت یا وفات پانے والے صحابہ ہیں۔

۲۔ دوسری روایت ابن عباس سے ہے جس نے اس طرح تفصیل دی ہے کہ۔ سابق بالخیرات اُمت محمد کے وہ افراد ہیں جو بلا حساب داخل جنت ہونگے۔ میانہ رو وہ افراد ہیں جو کم از کم حساب کے بعد داخل جنت ہونگے۔ اور ظالم لنفسہ سے مراد وہ افراد اُمت ہیں جو سخت ترین مرحلہ حساب سے گزر کر داخل جنت ہونگے

۳۔ تیسری روایت بھی ام المومنین عائشہ سے ہے اسمیں یہ بتایا گیا ہے کہ۔ سابق بالخیرات کا مصداق وہ افراد اُمت ہیں جنہوں نے قبل از ہجرت اسلام قبول کیا ہے۔ میانہ رو سے مراد وہ افراد ہیں جنہوں بعد از ہجرت ایمان قبول کیا ہے۔ اور ظالم لنفسہ سے مراد ہم اور آپ جیسے لوگ ہیں۔

میں نے اس سے کہا۔ محترم! اولاً تو آپ انہیں احادیث نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ

عبداللہ ابن عباس اور ام المومنین عائشہ نے آنحضورؐ کے حوالہ سے نہیں بتایا بلکہ اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ اور

ثانیاً اگر انہیں صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو میرا وہ اعتراض جو میں نے صبح آپ کے اُستاد پر کیا تھا وہ ویسے کا ویسا ہے۔ آپ اس اعتراض کا کیا جواب دیں گے؟

اس نے کہا۔ یہ بھی کوئی جواب والی بات ہے اگر اللہ تمام اُمت محمدؐ کو جنت میں داخل کر دے تو اسمیں آپکو کیا نقصان ہے؟

میں نے کہا مجھے تو کوئی نقصان نہیں ہے۔ البتہ قرآن کے ایک خاصے حصہ کا انکار کرنا پڑے گا اور چند افراد کی ذاتی رائے کو بنیاد بنا کر میرا خیال ہے آپ بھی اس پر تیار نہیں ہونگے۔

اُس نے کہا۔ بھلا اس سے قرآن کا انکار کیسے ہے گا؟

میں نے کہا۔ قرآن میں کافی مقدار میں ایسی آیات موجود ہیں جن میں اُمت محمد کے ظالمین فاسقین اور قاتلین کے سلسلہ میں جو کچھ فرمایا ہے اور بعض جرائم کی سزا اللہ نے دائمی جہنم بھی بتاتی ہے یا تو انہیں قرآن سے حذف کرنا پڑے گا اور یا ہمیں ان آیات سے انکار کرنا پڑے گا۔ وہ کہنے لگا۔ بات آپ کی درست ہے۔ اس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے لیکن یہی اعتراض سادات کے سلسلہ میں بھی تو ہوسکتا ہے

میں نے کہا۔ بات آپ کی بھی درست ہے۔ لیکن ایک بات ہے جس کی آپ بھی تصدیق کرینگے۔ اور وہ یہ ہے کہ پہلے مرحلہ میں عذاب میں تخفیف تو ہوئی ہے اگر ذات احدیت آنحضورؐ کی نسبت سے آپ کی ذریت کو معاف کر دے تو پھر بھی آپ کا وہ اشکال باقی رہ جائے گا۔

اگرچہ وہ خاموش ہو گیا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ وہ مطمئن نہیں تھا۔ میں نے کہا۔ اس

وقت کرۂ ارض پر کتنی مسلمان آبادی ہو ؟

کہنے لگا۔ سُنتے تو یہی ہیں کہ ایک ارب مسلمان ہے۔

میں نے کہا۔ کیا آپ کو علم ہے کہ یہ ایک ارب روزانہ نو مرتبہ آنحضورؐ اور آپکی ذریت کی مغفرت اور بخشش کی دُعا مانگتے ہیں اور یہ دُعا ہر مُسلمان پر واجب ہے۔

اس نے کہا۔ مجھے تو معلوم نہیں ہے کہ اتنی مقدار پر آنحضورؐ اور آپ کی آل کے لیے روزانہ نو مرتبہ دُعا مانگنا واجب ہے۔

میں نے کہا۔ آپ کو معلوم ہے آپ دُعا مانگتے بھی ہیں۔ لیکن صرف آپ کی توجہ نہیں ہے۔ آپ ہر نماز کے تشہد میں واجباً اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد پڑھتے ہیں۔ اب آپ خود غور کریں۔ جن افراد کے لیے روزانہ نو ارب مرتبہ دُعا مانگی جائے کیا اس دُعا کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اور اللہ نو ارب دُعا کو ردی کی ٹوکری میں ڈالدیگا ؟

اس نے کہا۔ واقعاً آپ نے آج مطمئن کر دیا ہے۔ اب ذرا اس آیت کی تفسیر سے مستفاد نکات ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ اولاد جناب زہراؑ اُمّت محمدیہ میں سے اللہ کی مُصطفےٰ ہے۔

۲۔ ذات احدیت کی طرف سے قرآن بطور میراث ذریت زہراؑ کو ملا ہے البتہ ان میں سے جو سابق بالخیرات ہیں حقائق قرآن بیان کرنا ان کا کام ہے کیونکہ وہ منتخب شدگان میں سے منتخب شدہ ہیں۔

۳۔ ظالم لنفسہ ذریت جناب زہراؑ کے وہ افراد ہیں جن کے عقائد درست نہیں اور جو اپنے امام زمانہ کے منکر ہیں۔

۴۔ میانہ رو ذریت بتولؑ کے وہ افراد ہیں جو امام زمانہ کو پہچان کر اُسکی

اطاعت کر کے اعمال صالحہ کرتے ہیں۔ لیکن معصوم نہیں ہیں۔

۵۔ سابق بالخیرات ذریت خاتون قیامت سے ائمہ اہلبیت ہیں جو معصوم ہیں۔

۶۔ فضیلت اصطفیٰ سادات کی منفرد فضیلت ہے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے

۷۔ تمام سادات بنی فاطمہ داخل جنت ہونگے۔

جب میری گفتگو اس مقام تک پہنچی تو میرے دوست نے مجھ سے پوچھا آپ کے پاس اس بات کی کیا دلیل ہے کہ آیت میں کتاب سے مراد فقط میراث قرآن ہے ؟

میں نے کہا۔ اولاً تو قرآن خود اس بات کی دلیل ہے کہ آیت میں کتاب سے مراد قرآن ہے کیونکہ اس آیت سے پہلے کی آیت میں ارشاد و قدرت ہے۔

اوحینا الیک الکتاب۔ اب ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ پر وحی کردہ کتاب یہی قرآن ہی ہے۔

اور ثانیاً تمام امت کا اجماع ہے کہ آیت میں الکتاب سے مراد قرآن ہے۔ حتیٰ کہ امام رازی نے کہا ہے کہ آیت میں کتاب سے مراد قرآن ہے۔ لبعض جن علماء نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ۔ تمام کتب مراد نہیں وہ نہ تو قرآن کے مطابق ہیں اور نہ ہی سنت کے مطابق

میرے دوست نے کہا۔ اس بات کی کیا دلیل ہے کہ منتخب شدگان صرف اولاد جناب زہراؑ سے ہیں۔ ؟

میں نے کہا۔ اولاً تو میں سابقاً آپ کو اس دلیل کی تفصیل عرض کر چکا ہوں۔

ثانیاً۔ روایات و احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ آیت میں اصطفاء کا مصداق صرف جناب زہراء کی اولاد ہے۔

اور ثالثاً ذات احدیت نے ان آیات میں اپنے مصطفےٰ افراد کا تعارف کرایا ہے پہلے انبیاء کا۔ پھر جناب مریم کا۔ پھر آل عمران و آل ابراہیم کا یہ تو مسلم ہے کہ

ان میں سے کوئی بھی وارث قرآن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ سب قرآن سے پہلے گزر چکے تھے۔ صرف آل ابراہیم میں سے آل محمد ہی ایسی بچ رہتی ہے جو وراثت قرآن کی حقدار ہے۔

میرے دوست نے سوال کیا۔ کہ جب اللہ نے ان لوگوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ تو پھر ظالم لنفسہ کو منتخب شدگان میں کیسے شمار کیا جا سکتا ہے؟

میں نے کہا۔ اولاً تو تمام مفسرین نے بالاتفاق یہی معنی بتایا ہے۔

ثانیاً۔ اس سلسلہ میں روایات حد تواتر سے بھی بڑھ کر ہیں۔

ثالثاً۔ سیاق و سباق آیت سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ ذات احدیت مقام فضیلت اور مقام تعریف میں ہے۔ اور اپنے منتخب کردہ افراد کو اپنی نعمات یاد دلا رہا ہے اس لیے جب اللہ احسان جتلا رہا ہے تو کیسے ممکن ہوگا کہ احسان کا تعلق صرف صالح افراد سے ہو اور غیر صالح افراد اس احسان سے خارج ہوں۔

میرے دوست نے کہا۔ ظالم لنفسہ کی تفسیر ایسے افراد سے کس بنیاد پر کی گئی ہے جو امام زمانہ سے ناآشنا ہوں؟

میں نے کہا۔ یہ سب کچھ احادیث نبویہ اور روایات آئمہ کا استفادہ ہے۔

میرے دوست نے کہا۔ کیا ذریت جناب زہراؑ کا ہر فرد بلا استثناء داخل جنت ہوگا یا کچھ افراد جہنم میں بھی جائیں گے؟

میں نے کہا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض افراد کچھ عرصہ تک جہنم میں رہیں گے پھر انہیں وہاں سے نکال کر داخل جنت کر دیا جائیگا۔

• ایسے افراد جو غلط مدعی امامت ہونگے۔ اصول کافی میں ایسی روایات صحیحہ موجود ہیں۔ جن میں آئمہ معصومین نے ایسے افراد کو متکبر اور جہنمی قرار دیا ہے۔ جب

ان سے سوال کیا گیا کہ۔ اگر جھوٹا مدعی امامت اولاد زہرائؑ سے ہو تو ہے معصوم نے فرمایا خواہ اولاد زہرائؑ سے ہو تو بھی جہنمی ہو گا۔

• ایسے افراد جو امام حق سے انحراف کر کے لوگوں کو امام باطل کی امامت کی طرف دعوت دیں گے۔ جہنم میں جائیں گے۔

میرے دوست نے پوچھا اس آیت کے سوا کوئی اور آیت بھی ایسی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ اولاد زہرا جنت میں جائیگی ہے

میں نے کہا۔ ہاں۔ ضحیٰ ع۳/ ع۵ للاخرۃ خیر لك من الاولیٰ و لسوف یعطیك ربك فترضیٰ۔

آپ کے لیے دنیا کی نسبت قیامت بہتر ہے عنقریب اللہ تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضورؐ کی خوشی اس میں ہے کہ آپ کی تمام ذریت داخل جنت ہو۔

• تفسیر برہان میں زید ابن علی سے اسی آیت کی تفسیر سے منقول ہے کہ۔

ذات احدیت نے آنحضورؐ کو اتنا دینا ہے کہ آپ راضی ہو جائیں اور آپ کی رضا اس میں ہو گی کہ آپ کی ذریت اور موالیان ذریت کو داخل جنت کرے کیونکہ ذات احدیت نے جنت کو صرف محمد و آل محمد اور محبان محمد و آل محمد کے لیے پیدا کیا ہے اور جہنم کو دشمنان محمد و آل محمد کے لیے پیدا کیا ہے۔

• تذکرۃ الفقہا میں بحث وصیت میں علامہ حلی نے لکھا ہے کہ

ایک دن عمر ابن خطاب نے کسی بات پہ ناراض ہو کر آنحضورؐ کے حق میں کہا کہ۔ آپ مزبلہ ہی کی پیداوار تو ہیں۔ جب آنحضورؐ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے الصلوٰۃ

جامعہ کا حکم دیا۔ تمام مسلمان مسجد میں جمع ہو گئے۔ آپ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا۔ تم میں سے جسے شوق ہو وہ اُٹھے اور اپنا نسب بیان کرے۔ پھر فرمایا جس نے مجھے مزبلہ کی پیداوار کہہ کر میری ذریت کی توہین کرنا چاہی ہے وہ ذرا اُٹھ کر اپنا نسب بھی تو بیان کرے۔

عمر کو معلوم ہو گیا کہ میری وجہ سے سب کچھ ہوا ہے وہ اُٹھا اور معذرت کی۔ اسکے بعد آنحضورؐ نے فرمایا۔ یاد رکھو قیامت کے دن میں جب سربسجود ہوں گا تو اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اٹھاؤں گا جبتک اللہ میری ذریت کو داخل جنت نہیں کرے گا۔

میرے دوست نے مجھ سے سوال کیا۔ کیا یہ گناہگار و سادات آنحضورؐ اور آئمہ اہلبیت کی شفاعت سے مغفور ہونگے یا انہیں بخشش میں شفاعت کی ضرورت نہیں ہوگی؟

میں نے کہا۔ اربعین میں ایک حدیث صحیح ہے۔ کہ ایک دن سرور انبیاء نے حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یا علیؑ میدان حشر میں بارہ ہزار ملائکہ تجھے استقبال کے ساتھ لیکر آئیں گے۔ جب تو بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوگا تو تجھے اللہ کیطرف سے ندا آئے گی۔ اے علیؑ آج جو مانگنا ہے مانگ لے میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ آج تیری بارہ ہزار حاجت پوری کروں گا۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ میں پہلی حاجت تو یہ عرض کروں گا کہ میرے اہلبیت اور میری ذریت کو داخل جنت کیا جائے۔

آنحضورؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ! اس دن تیری ذریت تیری شفاعت کی محتاج نہیں ہوگی۔ آپ اپنے موالیوں کی شفاعت سے ابتدار کیجئے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ۔ سادات ذریت علیؑ و فاطمہؑ ہونیکی وجہ سے روزانہ اربوں کی تعداد میں اُمّت محمد۔ ملائکہ اور ذات احدیت کی طلب اور

ارسال رحمت کے طفیل اور آنحضورؐ سے نسبت کی بدولت بخشے جا چکے ہونگے۔

لیکن بایں حضرت علیؑ کی اپنی ذریت سے محبت بھی اسی حدیث سے مستفاد ہوتی ہے کہ حضرت علیؑ کی اولین خواہش یہی ہوگی کہ میری ذریت کا مواخذہ نہ ہو۔ اس کے ساتھ ایک اور حدیث ہے جو روضہ کافی میں ابوسعید سے منقول ہے۔ اس سے ذریت حضرت علیؑ کی عظمت مزید واضح ہو جاتی ہے۔ اور وہ یوں ہے ایک دن امام صادقؑ کے حضور بیٹھا تھا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے جسے میدانِ محشر میں پکارا جائیگا وہ حضرت نوحؑ ہونگے۔ ان سے سوال کیا جائے گا۔

کیا آپ نے تبلیغ رسالت کی تھی ؟

عرض کرینگے۔ ہاں کی تھی۔

سوال کیا جائے گا۔ تبلیغ کا گواہ کون ہے ؟

جناب نوحؑ عرض کرینگے۔ محمد ابن عبداللہ میری تبلیغ کا گواہ ہے۔

اس کے بعد جناب نوحؑ آنحضورؐ کے پاس آئیں گے اور عرض کرینگے۔ قبلہ مجھے اپنی تبلیغ کے لیے گواہ درکار ہے۔

آنحضورؐ جناب جعفر طیار اور جناب حمزہ سے فرمائیں گے کہ آپ جاکر تبلیغ نوحؑ کی شہادت دے دیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ اس مقام پر حضرت علیؑ کو شہادت کے لیے کیوں نہ بھیجیں گے ؟

آپ نے فرمایا۔ حضرت علیؑ اس بات سے عظیم ہے کہ وہ حضرت نوحؑ کی شہادت دے۔ لیے سرور انبیاء اپنی تبلیغ کا گواہ بنائیں گے۔ اس روایت سے

حضرت علیؑ اور ذریت علیؑ کی عظمت کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ ذات احدیت کی طرف سے آپ کو کتنا عظیم مقام ملا ہوا ہے۔

قیامت کے دن سادات اپنے اجداد کے ساتھ محشور ہونگے

میر باقر داماد نے۔ تقویم الایمان میں آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ اے علیؑ قیامت کے دن میرا ہاتھ رحمت الٰہیہ کے دامن میں ہوگا۔ تیرا ہاتھ میرے دامن میں ہوگا۔ تیری اولاد کا ہاتھ تیرے دامن میں ہوگا اور تیرے موالیوں کا ہاتھ تیری اولاد کے دامن میں ہوگا۔ پھر دنیا دیکھے گی کہ تیرا مقام نگاہ قدرت میں کیا ہے

• ذخائر العقبیٰ میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ۔

آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ یا علیؑ کیا تجھے یہ بات خوش نہیں کرتی کہ۔ قیامت کے دن ہم آگے ہونگے۔ ہماری ذریت ہمارے پیچھے ہوگی۔ ہماری ذریت کی مائیں ہماری ذریت کے پیچھے ہونگی۔ اور ہمارے شیعہ ہمارے بائیں ہونگے۔

• والذین اٰمنوا واتبعتھم جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت

ذریتھم بایمان الحقنابھم ذریتھم وما التناھم من عملھم من شئی کل امری بما کسب رھین۔

نے با ایمان ہو کر ان کی اتباع کی ہم ان کی ذریت کو ان کے ساتھ ملحق کر دیں گے اور ان کے اعمال سے رائی برابر کمی نہیں کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال کا رہن ہو گا

اس آیت کی تفسیر میں ابو بکر حضرمی نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے۔ کہ جس اولاد کے آباء نے اعمال صالحہ کیے ہونگے۔ اور اس اولاد کو اپنے آباء کے ساتھ ملحق فرمائے گا۔

تاکہ ان کا دل مطمئن اور آنکھیں ٹھنڈی ہوں

• جوامع الجامع میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں امام صادق سے مروی ہے کہ

مومنین اور ان کی اولاد داخل جنت ہونگے۔

• مجمع البیان میں آنحضورؐ سے مروی ہے کہ

قیامت کے دن تمام اولاد میں اپنے آباء کے ساتھ محشور ہونگے۔

جب مومن باپ کا بیٹا اپنے باپ کے ساتھ محشور ہو گا۔ تو ذریت رسُول بھی اپنے باپ کے ساتھ محشور ہو گی۔ بنا بریں جب سادات جناب زہراؑ اور حضرت علیؑ کے ساتھ محشور ہونگے تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وُہ داخل جنت نہیں ہونگے۔

میرے دوست نے یہاں ایک انتہائی عمدہ سوال کیا کہ۔

اگر یہ بات درست ہے اور ہر بیٹا اپنے مومن باپ کے ساتھ محشور ہو گا تو پھر جہنم کا معاملہ تو بالکل یونہی رہ جائے گا کیونکہ کم از کم ہر شخص حضرت آدم کی اولاد ہے۔ اور یہ مسلم ہے کہ جناب آدم مومن تھے۔ بنا بریں جب ہر شخص اپنے باپ کے ساتھ محشور ہو گا تو گویا تمام بنی آدم کے ساتھ محشور ہونگے۔ اور وہ داخل جنت

ہوں گے۔

میں نے کہا۔ آپ ذرا آیت میں ایک بار غور فرمائیں۔ آیت میں الحاق کی شرط اوّل ایمان ہے۔ بنی آدم میں جو افراد ایمانی میں حضرت آدم کے تابع نہیں ہیں وہ قطعاً حضرت آدم سے ملحق نہیں ہونگے۔ جہانتک ذریت جناب زہراء کا تعلق ہے تو سابقاً ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ان کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ اور دنیا سے جاتے جاتے وہ باایمان ہو کر فوت ہونگے۔

دوسری بات یہ بھی قابلِ غور ہے کہ۔ ارشادِ قدرت ہے کہ اس دن۔ کوئی رشتہ نہ رہے گا۔ اس حکم عمومی کا مخصص ارشاد نبوی ہے جسمیں آپ نے فرمایا ہے کہ جس دن کوئی رشتہ نہ رہے گا اس دن میرا رشتہ برقرار رہے گا۔ گویا دیگر تمام انبیاء اور مومنین سے ان کے نسب ختم ہو جائیں گے۔

لیکن ارشاد رسالت کی بدولت ذریت زہراء کا رشتہ ختم نہیں ہوگا۔ اس لیے اولاد زہراءؑ آنحضورؐ کے ساتھ محشور ہونگے۔

و جوامع الجامع میں احمد علیؑ سے مروی ہے۔

جنت میں "موتیوں سے دو محلے بنائے گئے ہیں۔ ایک در سفید میں اور دوسرا در زرد میں ہے۔ در سفید میں صرف آنحضورؐ اور آپ کی ذریت ہو گی اور در زرد میں حضرت ابراہیم اور آپ کی ذریت ہوگی۔

و امالی شیخ طوسی میں بشیر دھان سے مروی ہے کہ

میں نے امام باقرؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ قبلہ کونسا نگینہ پہننا چاہیئے ؟ آپ نے فرمایا۔ سُرخ عقیق تمہیں کیا معلوم کہ۔ سُرخ۔ سفید اور زرد عقیق کے تین پہاڑ جنت میں ہیں۔ عقیق سُرخ کے دامن میں آنحضورؐ کا مکان۔ عقیق زرد کے سایہ میں

جناب زہرا کا گھر اور عقیق سفید کے دامن میں حضرت علیؑ کا مسکن ہوگا۔ ان تینوں پہاڑوں میں ہر پہاڑ سے ایک ایک نہر نکلتی ہے جو برف سے سرد تر۔ شہد سے بہترین تر۔ اور دودھ سے سفید تر ہوگی۔ ان نہروں سے سوائے محمد و آل محمد اور انکے موالیوں کے اور کوئی بھی سیراب نہیں ہوگا۔ یہ تینوں پہاڑ تسبیح خدا کرتے ہیں۔ موالیان آل محمد کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ جس شخص کے ہاتھ میں عقیق کی انگوٹھی ہوگی۔ وہ سوائے خیر و خوبی۔ نیکی و بھلائی اور وسعت رزق و سلامتی کے سوا کچھ بھی نہ دیکھے گا۔ اور شر شیطان سے محفوظ رہے گا۔

آخری اور عمدہ تر فضیلت سادات

فضائل آل محمدؐ سے ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ۔ ذات احدیت نے آنحضورؐ کو پہلے صرف آل محمدؐ کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ ارشاد قدرت ہے

وانذر عشیرتک الاقربین۔ اپنے اقرباء کو دعوت توحید دے۔

یہ وُہ بعثت ہے جسمیں آل محمد کے سوا کوئی بھی اسمیں حصہ دار نہیں ہے۔ تفاسیر امت کے مطابق جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت بنی ہاشم کے چالیس افراد تھے۔ جنہیں آنحضورؐ نے دعوت پر بلایا اور پیام خالق دیا اس وقت بنی ہاشم کے علاوہ کوئی بھی اس تبلیغ میں نہ تو شریک تھا اور نہ حصہ دار۔

ایک مرتبہ مامون نے آل اور اُمّت کے مابین امتیاز کی خاطر ایک محفل مناظرہ مقرر کی امام رضاؑ بھی اس میں موجود تھے۔ امام رضاؑ نے آل اور اُمّت کے مابین امتیاز کے سلسلہ میں پہلی جو آیت پڑھی وہ یہ تھی۔ اور فرمایا۔ کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام آل مقام اُمّت سے کہیں افضل اور اعلیٰ ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد قدرت ہے۔

وامُر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا۔ اپنے اہل کو نماز کا حکم دے اور اس پر صبر کر۔

حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے علماء عراق خراسان کی موجودگی میں مامون سے فرمایا: "وامُر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا" اس آیت میں خداوندعالم نے ہمارے خاندان یعنی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کو یہ خصوصیت عنایت فرمائی ہے کہ ایک مرتبہ ہمیں اُمت کے ساتھ نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے اور دوسری مرتبہ خصوصیت کے ساتھ اس آیت میں ہمیں حکم فرمایا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متواتر نو مہینے تک ہر روز حضرت علی علیہ السلام و حضرت فاطمہ زہرا علیھا السلام کے گھر نماز پنجگانہ کے وقت تشریف لائے اور فرماتے خداوندعالم نے آپ کو اپنی رحمت کا مستحق قرار دیا ہے۔

اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، جس طرح امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، جس طرح خداوندعالم نے ہمارا احترام واکرام فرمایا ہے اس طرح کسی نبی کی اولاد کا احترام واکرام نہیں فرمایا۔ خصوصاً جس طرح یہاں ہماری خصوصیات بیان ہوئی ہیں اس طرح کسی نبی کی اہل البیت علیہم السلام کی خصوصیات بیان نہیں ہوئیں۔

مامون اور تمام علماء نے مل کر کہا: خداوندعالم اہل البیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجر عظیم عنایت فرمائے۔ کیونکہ ہم آپ سے بہت زیادہ استفادہ کرتے ہیں اور جو کچھ ہمیں آپ سے حاصل ہوتا ہے اور کسی جگہ نہیں مل سکتا۔

(سوم) قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

"وانہ لذکر لک ولقومک وسوف تسئلون"

ترجمہ: قرآن تیری اور تیری قوم کی یاد ہے اور عنقریب تم سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔

متعدد اور متواتر روایات میں ائمہ اطہار علیہم السلام میں فرمایا ہے۔ کہ ان حضرت کی قوم سے مراد ہم ہیں یعنی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل البیت مراد ہے اور ان کی اولاد مراد ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد اور نسل کے بارے میں بہت زیادہ تاکید اور ہدایت فرمائی ہے۔ پس سادات کیلئے ضروری ہے کہ جس طرح خداوند عالم نے انہیں اتنی زیادہ خصوصیات سے نوازا ہے وہ بھی اسی طرح تقویٰ و پرہیزگاری کا ثبوت دیں۔ خداوند عالم نے سادات کو دوسروں کی نسبت زیادہ فضائل وکمالات اور بشارت بہشت دی ہے لہذا ان کے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کی نسبت زیادہ سے زیادہ ان کمالات و فضائل کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

فرائض سادات

مذکورہ مسلمات کے پیشِ نظر اللہ نے سادات کو جو مقام عنایت فرمایا ہے اس کے چند تقاضے بھی ہیں۔

- سادات کو اپنے ارتقائی منازل کی خاطر ایک سے زیادہ کوشش کرنا چاہیئے۔
- اگر سادات کو یہ یقین ہے کہ وہ طبعًا پاک ہیں تو انھیں اپنی ارواح کو غلاظات سے نجس نہیں کرنا چاہیئے
- سادات کو یہ بھی یقین ہونا چاہیئے کہ قیامت کے دن جب اُن کے اعمال ان کے آباء اجداد کے پیش ہونگے تو ان کے لیے باعث اذیت ہونگے۔
- اگر سادات اپنی حقیقت کو پہچان لیں تو ان کے روحانی اعمال میں اضافہ ہونا چاہیئے
- وہ کون سید ہے جسے اس کی ماں جناب زہرا ؑ کی بدولت ایک عظیم مقام دیا ہے اور وہ اپنے اعمال بد کی بدولت اپنی ماں کو رنجیدہ کرے۔
- کیا ضمیر سادات گوارا کرے گا کہ جس اللہ نے انھیں اتنا عظیم مقام دیا ہے وہ اپنے مقام سے گر کر اللہ کی نافرمانی کریں۔

و وہ کون سیّد ہے جو یہ پسند کرے میرا ہاتھ میرے آباء کے دامن سے کوتاہ ہو جائے۔

و یہ دین خونِ سادات سے سیراب ہوا ہے سادات کو اسے پامال سے بچانا چاہیئے نہ کہ خود پامال کرنے پر اُتر آئیں۔

و سادات کو دو   سے دینِ مقدس کی اتباع کرنا چاہیئے۔

۱۔ دین خانۂ سادات سے برآمد ہوا۔ خونِ سادات سے سیراب ہوا۔

۲۔ اللہ نے اپنے آئین میں سادات کو جس عظمت سے نوازا ہے اس کا تقاضا ہے کہ ایسے کریم خالق کی نافرمانی نہ کی جائے۔

وصیت باسعادت

میں اپنی اس کتاب کو اپنی اس وصیت پر ختم کرتا ہوں کہ

سادات میری ان گذارشات کو اپنے لیے مایۂ افتخار و غرور سمجھیں متکبر نہ بنیں۔

ان مسلمات کو اپنا ترکہ سمجھیں ان کو بنیاد بنا کر اعمال بد کا ارتکاب نہ کریں۔

ان حقائق کو اپنی وراثت سمجھیں ان کو مدِ نظر رکھ کر دین کو پامال نہ کریں۔

کل یوم محشر کوئی شخص مجھے یہ نہیں کہہ سکے گا کہ چونکہ آپ نے برائت سادات پر کتاب لکھ دی تھی۔

اس لیے سادات نے دین کو رسوا کر ڈالا۔

اس کتاب کی پہلی اشاعت میرے جد بزرگوار حضرت امام موسیٰ بن جعفر کاظم صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی سب ولادت یعنی ۷ صفر المظفر ۱۴۰۲ کو تکمیل پہنچی تھی۔ میں نے اس کتاب کے لیے زیادہ تر مرحوم افضل المحققین والمحدثین شریف العلماء من السلف والخلف آیت اللہ سید محمد اشرف سبط جلیل سید الحکماء والمحققین آیت اللہ میر داماد رضوان اللہ تعالیٰ علیہما کی کتاب "فضائل السادات" سے استفادہ کیا ہے

لہٰذا میں اپنی اس تحریر کا ثواب ان کے نام ایصال کرتا ہوں۔ اس اُمید پر کہ روزِ قیامت وہ اپنے جد بزرگوار سے میری شفاعت فرمائیں۔

کتاب کے اختتام پر خداوند عالم کا شکریہ ادا کرنے کی غرض سے اپنا شجرہ نسب تحریر کر رہا ہوں کیونکہ ارشادِ خداوند منان ہے " واما بنعمة ربك فحدث "

میں احقر سید حسن البطحی بن سید رضا بن سید حسن بن سید جعفر بن سید حسن بن سید حسین بن سید رجب بن سید قاسم بن سید حسین بن سید نورالدین بن سید میر کلال بن سید میر گنگ بن سید احمد بن سید علاؤالدین بن سید حسین بن سید محمد بن سید صلاح الدین بن سید فیروز الدین بن سید شرف الدین بن سید شمس الدین بن سید قطب الدین بن سید جعفر بن سید محمد بن سید صالح بن سید اسماعیل بن سید علی بن سید نورالدین بن سید صالح بن سید احمد بن سید ابراہیم المرتضیٰ بن حضرت امام موسیٰ بن جعفر بن محمد الباقر بن علی السجاد بن الحسین الشہید بن فاطمۃ الزہراء بنت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبدالمطلب (حسین الشہید بن علی بن ابی طالب علیہم الصلوات والسلام بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اود بن الیسع بن سلامان بن نبت بن حمل بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم الخلیل بن تارخ بن ناحور بن شرع بن ہود النبی بن فالغ بن عابر بن شالح بن ارفخشد بن سام بن نوح النبی بن مالک بن متوشلخ بن ادریس النبی بن بارض بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہم السلام۔

اولٰئك آبائی فجئنی بمثلھم ...

فہرست کتب

ولی العصر ٹرسٹ ربتہ متہ ضلع جھنگ

برائے ۱۰-۱۴۰۹ھ بمطابق ۹۰-۱۹۸۹ء

فارسی وعربی کتب کا ترجمہ	درحالات امام زمانہ علیہ السلام	نایاب ہندوستانی کتب کے جدید ایڈیشن
مفتاح الجنۃ (چہار چہار کے اعداد پر مجالس محرم) از آقائی مقدس زنجانی - ہدیہ ۵۴ روپے	امام المہدی من المہدی الظہور از آقائی سید کاظم قزوینی ہدیہ ۹۵ روپے	تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین از مظفر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہ - ۳۲ روپے
انوار النجف (پانچ پانچ کے اعداد پر مجالس محرم) از آقائی مقدس زنجانی - ہدیہ ۶۵ روپے	جزیرہ خضرا از ناجی نجار ہدیہ ۳۰ روپے	الشہید المسموم فی تاریخ المعصوم از سید مظفر حسن سہارنپوری علی اللہ مقامہ ۴۲ روپے
انوار الزہرا علیہا السلام از آقائی سید حسن ابطحی (زیر طبع)	طول عمر امام زمانہ از علی اکبر مہدی پور ہدیہ ۱۸ روپے	ذبح عظیم از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ہدیہ ۵۴ روپے
علی فی القرآن از سید صادق حسینی شیرازی ہدیہ ۶۵ روپے	مصلح غیبی از آقائی سید حسن ابطحی ہدیہ ۳۶ روپے	صحیفۃ العابدین از سید اولاد حیدر بلگرامی ہدیہ ۲۵ روپے
پرواز روح از آقائی سید حسن ابطحی ہدیہ ۳۰ روپے	ملاقات بہ امام زمان از آقائی حسن ابطحی (زیر طبع)	علوم کاظمیہ از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ہدیہ ۱۸ روپے
رجعت یا حکومت اہل بیت رسول از آقائی خادمی شیرازی (زیر طبع)	المہدی الموعود المنتظر از جعفر بن محمد عسکری (زیر طبع)	تحفہ رضویہ از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی (زیر طبع)
عزاداری از دیدگاہ مرجعیت از علی خلخالی - ہدیہ ۳۴ روپے	مہدی موعود از علامہ مجلسی علیہ رحمۃ (زیر طبع)	در مقصود از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی (زیر طبع)
تاریخچہ عزاداری حسینی از آقائی شیر استانی (زیر طبع)	مہدی فی القرآن (ہدیہ ۳۳ روپے)	تذکرۃ المعصومین از سید علی نقی چھولوی (زیر طبع)
معالی السبطین (زیر طبع)	دعائے ندبہ و زیارت ناحیہ (زیر طبع)	فارسی عربی کتب کے ترجمے
نفس المہموم از آقائی شیخ عباس قمی (زیر طبع)	صحیفۃ المہدیہ (زیر طبع)	ولایت و علم امام از آقائی سید حسن حجت (زیر طبع)
ریاض القدس (زیر طبع)	تحفہ وظائف ابرار کامل (زیر طبع)	حضرت فاطمۃ الزہراء ولادت سے شہادت تک از آقائی محمد کاظم القزوینی (زیر طبع)
مہیج الاحزان (زیر طبع)	عالم ارواح عجیب (زیر طبع)	مہج الدعوات / العدد القویۃ از آقائی سید محمد الاعشی (زیر طبع)

مجموعہ زندگانی چہاردہ معصوم علیہ السلام از: آقائی سید حسین عمادہ زادہ (زیر طبع)

اسرار الشہادۃ جلد اوّل دوم، آقائے دربندی - ریاض الاحزان جلد اوّل و دوم آقائے قزوینی - مقتل مقرم عبد الرزاق مقرم

اسٹاکسٹ: ۹ شیر شاہ بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن - لاہور

فہرست

مجالس سیّد الشہداء پر بہترین کُتب
برائے مؤمنین، ذاکرین و واعظین

۱ مفتاح الجنۃ ——— چار چار کے اعداد پہ مجالس کی نایاب کتاب

۲ انوارِ خمسہ ——— پانچ پانچ کے اعداد پہ مجالس کی مقبول کتاب

۳ معالی السبطین فی احوال الحسن والحسین (جلد اول) — امام حسن مجتبیٰ — ولادت امام حسنؑ سے شہادت حضرت عباسؑ و اولاد مشہور و معروف کتاب

۴ 〃 〃 〃 (جلد دوم) — شہادت امام حسینؑ تا شام غریباں سفر کوفہ و شام واپسی مدینہ و خروج مختار تک کے حالات

۵ ریاض القدس (جلد اول) — حضرت امام حسینؑ کے مفصل حالاتِ زندگی تا شہادت

۶ 〃 〃 (جلد دوم) انصار امام حسینؑ ہاشمی خاندان کے فرد اول شہزادہ علی اکبر کی شہادت سے لیکر واپسی مدینہ تک کے حالات۔

۷ نفس المہموم (جلد اوّل) آقائے شیخ عباس قمی کی مقتل حسینؑ پر نایاب کتاب

۸ 〃 〃 (جلد دوم) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۹ تاریخچہ عزاداری حسینی — اقوام عالم میں امام حسینؑ کی عزاداری کی پوری تاریخ

۱۰ سید الشہداء — سید الشہداء کی ذاتِ گرامی پر مجالس کا مجموعہ

۱۱ اسرار الشہادت آقائے دربندی کی مجالس سید الشہداء پر نایاب کتاب (جلد اول و دوم)

۱۲ ریاض الاحزان (جلد اول و دوم) آقائے قزوینی کی مقتل پہ نایاب کتاب

۱۳ مہیج الاحزان — مقتل کی قدیم ترین کتابوں میں سے ایک

۱۴ مقتلِ مکرم ——— عبدالرزاق مکرم کا مقتل حسینؑ پر انمول تحفہ

ولی العصر ٹرسٹ

محمد رسول الله

ولی العصر ٹرسٹ

ولی العصر ٹرسٹ

ولی العصر ٹرسٹ

ولی ۔۔۔ نقش

مفتاح الجنۃ (چار چار کے اعداد پر مجالس محرم)
از آقائی مقدس زنجانی ۔ ہدیہ ۵۴ روپے

انوار (پانچ پانچ کے اعداد پر مجالس کا مجموعہ)
از آقائی مقدس زنجانی ۔ ہدیہ ۶۵ روپے

انوار زہرا علیہا السلام
از آقائی سید حسن ابطحی ۔ (زیر طبع)

علیؑ فی القرآن از سید صادق حسینی شیرازی
ہدیہ ۲۰ روپے

پرواز روح از آقائی سید حسن ابطحی
ہدیہ ۳۰ روپے

رجعت یا حکومت اہل بیت رسول
از آقائی خادمی شیرازی ۳۶

عزاداری از دیدگاہ مرجعیت
از علی خلخالی ۔ ہدیہ ۳۲ روپے

تاریخچہ عزاداری حسینی
از آقائی ۔ آستانی (زیر طبع)

معالی السبطین (زیر طبع)

نفس المہموم از آقائی شیخ عباس قمی (زیر طبع)

ریاض القدس (زیر طبع)

مہیج الاحزان (زیر طبع)

اما ا ی من ی ر
از آقائی سید کاظم قزوینی ہدیہ ۶۵ روپے

جزیرہ خضراء از ناجی نجار
ہدیہ ۴۰ روپے

طول عمر امام زمانہ از علی ا۔ مہدی پور
ہدیہ ۱۸ روپے

مصلح غیبی از آقائی سید حسن ابطحی
ہدیہ ۳۶ روپے

ملاقات با امام زمانؑ از آقائی حسن ابطحی
(زیر طبع)

المہدی الموعود المنتظر از جعفر بن محمد عسکری
(زیر طبع)

مہدی موعود از علامہ مجلسی علیہ رحمۃ
(زیر طبع)

مہدی فی القرآن (ہدیہ ۳۶ روپے)

دعائے ندبہ و زیارت ناحیہ (زیر طبع)

صحیفۃ المہدیہ (زیر طبع)

تحفہ لطائف ابرار کامل (زیر طبع)

عالم ارواح عجیب (زیر طبع)

تہذیب ۔ فی مامۃ امیر المومنین
از منظر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہ ۔ ہدیہ

ا ۔ فی مایہ ا م
از سید منظر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہ ہدیہ

ذبح عظیم از سید اولاد حیدر فوق ۔ ای
ہدیہ ۵۴ روپے

صحیفۃ العابدین از سید اولاد حیدر ۔ ای
ہدیہ ۲۵ روپے

علوم کاظمیہ از سید اولاد حیدر فوق
ہدیہ ۱۸ روپے

تحفہ رضویہ از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی
(زیر طبع)

در مقصود از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی
(زیر طبع)

تذکرۃ المعصومین از سید علی نقی جائسی

فارسی عربی کتب کے ترجمے

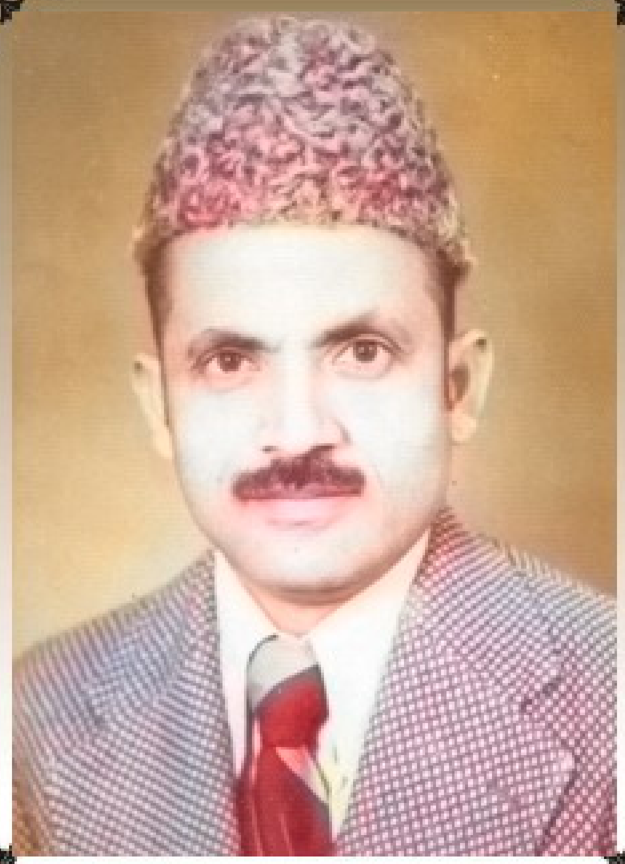
ولایت و علم امام از آقائی سید حسن ...
(زیر طبع)

حضرت فاطمۃ الزہراء ولادت سے شہادت
از آقائی محمد کاظم القزوینی (زیر طبع)

مہیج الدعوات / العدد القویۃ از آقائی سید محمد ...
(زیر طبع)

Rp 50.00

معروف کتب پر مبنی کمپیوٹر ڈی وی ڈی



بیادِ سیّد وصی حیدر رضا زیدی



کتابوں کی لسٹ ڈی وی ڈی کور کی پشت پر ملاحظہ فرمائیں۔

خصوصی تعاون: حجۃ الاسلام سید نوبہار رضا نقوی (فاضل مشہد، ایران)

سگ درِ بتولؑ: سید علی قنبر زیدی • سید علی حیدر زیدی

التماس سورہ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب سید وصی حیدر رضا زیدی ابن سید حسین احمد زیدی (مرحوم)

معروف کتب پر مبنی کمپیوٹر ڈی وی ڈی • التماس سورہ فاتحہ برائے ایصال ثواب سید وصی حیدر رضا زیدی ابن سید حسین احمد زیدی (مرحوم)